• جلد 15 /• شمارہ 7 /• فروری /2026

Regd.# MC-1366

ماہنامہ

فہمِ دین

خصوصی اشاعت

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

پُرنور مہینہ، مبارک لوگ

رحمت کا شامیانہ

رمضان المبارک کا عظیم تحفہ

دعا

آئیے اپنا محاسبہ کریں!

رمضان کے پُرنور لمحات

حفظ قرآن کا سنہری موقع

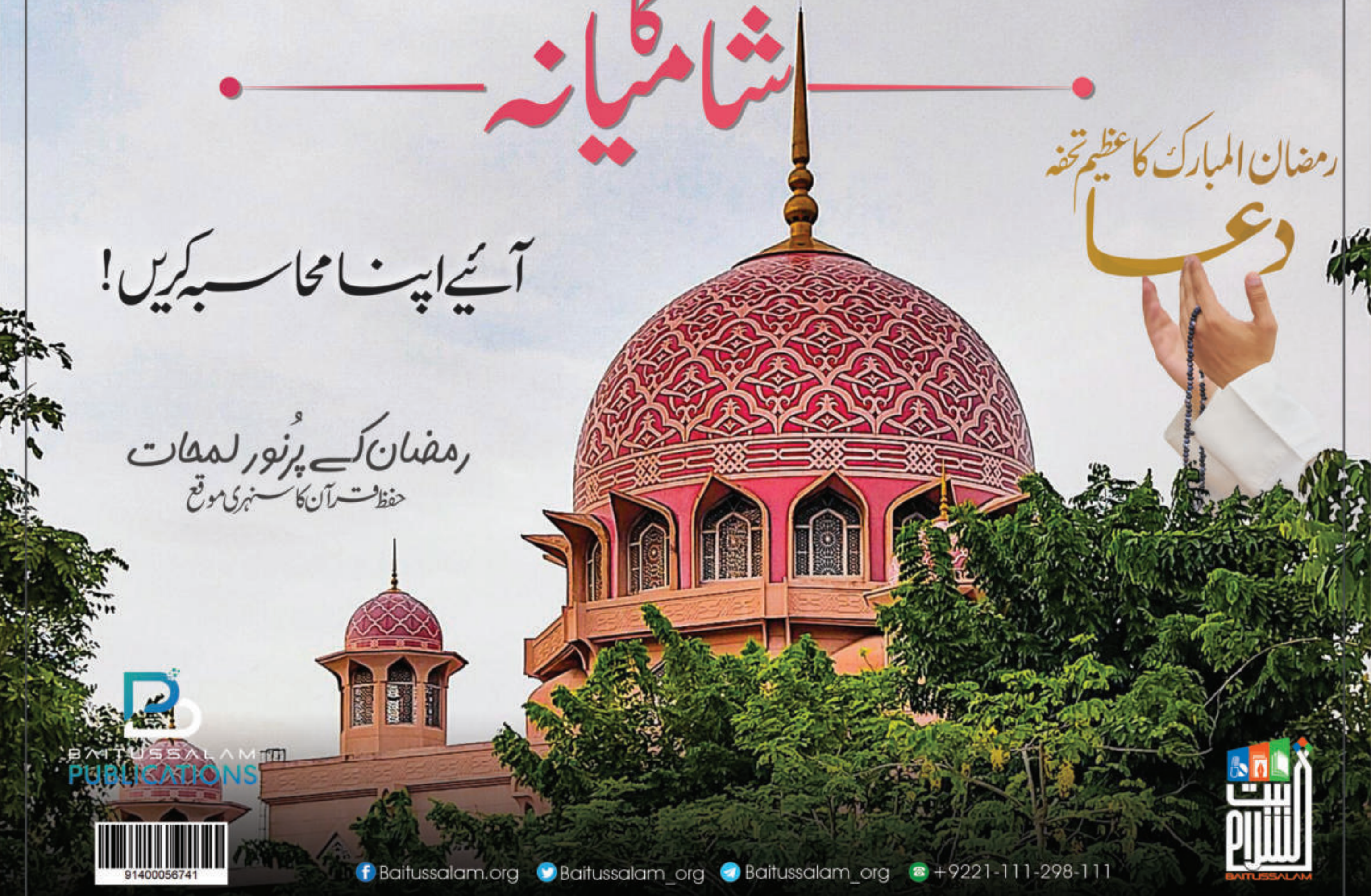

BAITUSSALAM PUBLICATIONS

91400056741

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

BAITUSSALAM

عالمی ادارہ بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

تحفۂ رمضان

کیوں نہ ہم ارادہ کرلیں کہ

سفید پوشی کے ساتھ کوئی ہمارا بھائی بھوکا نہ رہے

Rs6,000

ماہانہ کفالت پروگرام

bwt.ngo/banktransfer

DONATE NOW

+92 21 111 298 111 www.baitussalam.org

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

(پارہ نمبر ۶، سورہ مائدہ، آیت نمبر ۲)

WASA
PRINTERS (PVT.) LTD.
Plot # 86-87, Sector-24, Korangi Industrial Area, Karachi, Pakistan.
Phone: +92 21 35122756-7 | E-mail: info@wasaprinters.com
www.wasaprinters.com

MILLAT™

Quality Plastic Products

MANUFACTURER

HOUSE HOLD, KITCHEN WARE
BATH WARE & PACKAGING
PRODUCTS

www.parusplastic.com

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ
فہمِ دین
کراچی

فروری 2026
شعبان رمضان 1447ھ

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر	قارِی عبد الرحمٰن
نظرِ ثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	فیضان الحق شمسی

فہم و فکر

پر نور مہینہ، مبارک لوگ — مدیر کے قلم سے — 07

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن — شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم — 8
فہمِ حدیث — مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ — 9
رحمت کا شامیانہ — حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ — 10

مضامین

313 کا معجزہ — حفصہ سلطان — 12
رمضان المبارک کا عظیم تحفہ دعا — عذرا خلد — 13
رمضان انعامات کا خزانہ — عمارہ فہیم — 14
مسائل پوچھیں اور سیکھیں — مفتی محمد توحید — 16
رمضان مقصد اور فضائل — حجاب سید — 17
توبہ اور اس کے فائدے — میمونہ عظیم — 18
آئیے اپنا محاسبہ کریں! — حکیم شمیم احمد — 19
نیکیوں کا سیزن — اُمِّ رومان بنت عبد الماجد — 20
رمضان کی برکتیں — ریسا نور رضوان — 21
رمضان کے پُرنور لمحات: حفظِ قرآن کا سنہری موقع — عمران نعمت اللہ — 22
روح کی غذا اور جسم کی شفا — منیبہ ایوب — 24
رمضان کا تحفہ — نمرہ امین — 24
رمضان المبارک اور نزولِ قرآن — دانیال حسن چغتائی — 25

خواتینِ اسلام

دل پہ چوٹ — بنت مسعود احمد — 27
بڑا صابر — آمنہ عبدالباسط — 28
انوکھا زاویہ — مہاب غازی — 30
کارِ خیر — تنزیلہ احمد — 31
رمضان میں توبہ کی برکت — راحمین ایاز — 32
توکل — ثانیہ ساجد — 33
مانگ کر تو دیکھو! — اہلیہ ڈاکٹر ذکی — 35
عرفانِ محبت — ام محمد سلمان — 36
ابا — سیدہ ناجیہ شعیب احمد — 37
روشنی کا صدقہ — حفصہ محمد فیصل — 39
روزہ — انیسہ عائش — 41
وہ خواب — زوجہ عبدالرحمن — 40
رمضان کی شب پہ بھی سحر طاری — بنت ایوب مریم — 42
طلوعِ سحر — میر جوّاد نلہر — 43
پیارا کارڈ — تبسم ساجد — 44

باغچہ اطفال

اپنا ساتھی — قانتہ رابعہ — 45
خوش بخت — مہوش اسد شیخ — 46
مہمان — فاکہ قمر — 47
صائم پری — نشا وقار — 48
رمضان کی برکات — ڈاکٹر قدسیہ — 49
ایک سبق آموز کہانی — ماریہ جبران — 49
تکبیر — مہوش اشرف — 50
امی عائشہ رضی اللہ عنہا کیسی تھیں؟ — ام محمد عبداللہ — 51
ننھا روزے دار — ڈاکٹر الماس روحی — 51

بزمِ ادب

غزوۂ بدر — حافظ وطنی چودھری، حافظ سویرا چودھری — 54
بچوں کے فن پارے
قلم پارے — ترتیب: محمود سیماب — 52 / 56
اخبار السلام — ادارہ — 58

آراء و تجاویز کے لیے
+92 335 1135011

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

C-26 گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

ناشر: فیصل زبیر | مطبع: واسا پرنٹر | مقامِ اشاعت: دفتر فہم دین

پُر نور مہینہ، مبارک لوگ

رَمَضان کی آمد مبارک ہو، کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھیں ایک بار پھر برَکتوں، رحمتوں اور عظمتوں کا مہینہ ملا۔ کتنے مبارک ہیں وہ لوگ جو ان مبارک ایّام کا مہینوں سے انتظار کر رہے تھے۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اِس ماہ کے شب و روز یادِ الٰہی، تلاوتِ قرآن، استغفار کی کثرت اور درود شریف پڑھنے میں گزاریں گے۔ دن کو اپنی دنیاوی مصروفیات، ملازمت، مزدوری کے ساتھ بھوک پیاس برداشت کریں گے اور تھکے جسم کے باوجود رات کو بستر پہ دراز ہونے کی بجائے مصلے پہ نظر آئیں گے، جو ہر اُس چیز سے اپنی آنکھوں کی حفاظت کریں گے، جسے دیکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اپنے کان کوئی ایسی چیز سننے میں نہیں لگائیں گے، جن کے سننے سے منع کیا گیا ہے، جو اپنی زبان ہر قسم کی فضول گوئی، فحش کلامی، گالم گلوچ اور غیبت، جھوٹ، چغلی سے محفوظ رکھیں گے جن کی زبان اللہ کی یاد سے تر رہے گی۔

جو سحری کو ثواب سمجھ کر کھائیں گے، جو افطار میں انواع و اقسام کے کھانوں و مشروبات کو شکرِ نعمت کے ساتھ کھائیں اور پییں گے، جو اپنے کھانے پینے میں پڑوسیوں، رشتے داروں اور ضرورت مندوں کو شریک کریں گے، جو اس ماہِ مبارک کی قیمتی گھڑیاں لہو و لعب میں ضائع نہیں کریں گے اور اس مبارک مہینے کو اپنی زندگی کا سب سے قیمتی رَمَضان بنانے کی کوشش کریں گے۔ اللہ ربِّ کریم و رحیم سے اس بات کی مدد مانگیں گے کہ رَمَضان میں حاصل ہونے والی نورانیت اور روحانیت نہ صرف عید کی شب اور عید کے دن محفوظ رہے، بلکہ عید کے بعد بھی ان گناہوں سے خود کو بچائیں اور محفوظ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ عید کے بعد تلاوت کی مقدار کم ہو جائے گی، لیکن ناغہ نہیں ہوگا۔ نوافل کی تعداد کم ہو جائے گی، لیکن اہتمام جاری رہے گا۔ دن کے اوقات میں کھائیں پییں گے تو سہی، لیکن اس نعمت کا شکر ادا کر کے مزید کے مستحق بنیں گے۔ جیسے رَمَضان میں گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں، ویسے ہی رَمَضان کے بعد بھی اہتمام رکھیں گے اور کتنے خوش نصیب ہوں گے وہ لوگ جو ماہِ مبارک میں رب سے ملاقات کریں گے، جو اس فانی دنیا کو چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ خوش رہنے کے لیے چل پڑیں گے۔ ہر غم اور ہر فکر سے آزاد ہو جائیں گے۔

اس محرومی سے بچنے کی جِد و جُہد کریں گے، جن کی اس مبارک مہینے میں بھی بخشش نہیں ہوگی۔ اپنا شمار ان لوگوں میں نہیں ہونے دیں گے، جن کے لیے بحکمِ الٰہی سیّد الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے بددعا کی اور ہمارے آقا و مولیٰ نبی کریم ﷺ نے آمین کہی تھی کہ جو شخص رَمَضان کا مہینہ پائے اور اللہ سے مغفرت حاصل نہ کر سکے، وہ شخص رسوا ہو۔ کتنی بد نصیبی کی بات ہے اُس شخص کی تباہی بربادی میں بھلا کوئی شک ہے، جس کے لیے سید الملائکہ کی بددعا پر رحمت للعالمین ﷺ آمین کہہ رہے ہوں۔

اے رَمَضان! تیرا آنا مبارک ہو۔ تیرے شب و روز، تیرے دن رات مبارک ہیں۔ تیری ایک ایک گھڑی ایک ایک لمحہ مبارک ہے۔ تیرے آنے پر شیطان قید کر لیا جاتا ہے، جنت کو سجایا جاتا ہے۔ اللہ نے تجھے اتنا مبارک بنایا ہے، جس میں ایک عمرہ حج کے برابر ہو جاتا ہے، جس میں نفل عبادت کا اجر فرض جتنا ہوتا ہے اور فرض کا ثواب ستّر فرضوں جیسا، جس مہینے کے پہلے حصے کو اللہ تعالیٰ نے رحمت، دوسرے حصے کو مغفرت اور تیسرے عشرے و حصے کو جہنم سے آزادی کا پروانہ بنا دیا، جس مہینے میں ہر شخص کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ کی رِضا حاصل کرنے کے لیے اِس مہینے میں اِستغفار کی کثرت کا حکم دیا گیا ہے۔ جنّت طلب کرنے اور جہنم سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جنّت طلب کرنا دو طرح ہے، اس کے لیے خوب خوب دعائیں کرنا اور ریاکاری و دکھاوے سے بچتے ہوئے اپنے اعمال کو اس قابل بنانا اور پناہ مانگنا بھی دو طرح ہے، ایک تو زبان سے پناہ مانگے اور دوسرا ایسے اعمال سے خود کو بچائے جو جہنم میں لے جانے والے ہوں۔ یا اللہ یہ پر نور مہینہ اور اس کی برکت سے باقی زندگی اس طرح گزارنے کی توفیق دے! اور ہمیں ایسا پاک صاف کر دے، جب ہم دنیا چھوڑیں تو تیری نورانی مخلوق ملائکہ ہمیں مرحبا کہہ رہے ہوں۔

یومِ آزادی

14 اگست کو یوم آزادی کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اچھی بات ہے، منانا بھی چاہیے۔ اپنی آزادی کا دن یاد بھی رکھا جائے اور اس دن کچھ اہتمام بھی کر لیا جائے، لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ پاکستان جب دنیا کے نقشے پر ابھرا تھا، آزادی کا پروانہ جب اس خطے کو ملا تھا، رَمَضان کی 27ویں شب تھی، جمعے کی مبارک رات، یعنی مہینہ وہ جو تمام مہینوں کا سردار ہے۔ رات جمعے کی تھی، جو سیّد الایّام ہے اور عام شب جمعہ نہیں، بلکہ رَمَضان کی 27ویں شب تھی، جو قدر والی رات ہے، شان و شوکت مغفرت عظمت و منزلت والی رات ہے۔ ایسے ملک ایسے خطے اور اس سرزمین کی قدر نہ کرنا کتنی ناشکری اور محرومی کی بات ہے۔ اِس لیے اُس رات اہلِ پاکستان کو چاہیے اِس عظیم نعمت کے ملنے پر خوب خوب اللہ کا شکر ادا کریں اور جو ناقدری اس سرزمین کی ہوئی ہے، اس پر استغفار کریں اور آئندہ کے لیے ناقدری سے بچنے کا وعدہ کریں۔

نہ صرف اپنے عمل سے اس کی ترقی اور قدر ظاہر کریں، بلکہ اپنے دوست احباب رشتے داروں پڑوسیوں کو بھی اسی نظریے کی تعلیم کریں۔ دشمنوں کی چالوں اور سازشوں سے حفاظت کی دعا بھی کریں اور اس کے لیے اپنی سی کوشش بھی۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو!

فہمِ قرآن

الانعام 121-125

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهٗ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلٰٓى أَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَإِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿121﴾

ترجمہ: اور جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اُس میں سے مت کھاؤ اور ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔ (مسلمانو!) شیاطین اپنے دوستوں کو ورغلاتے رہتے ہیں، تاکہ وہ تم سے بحث کریں اور اگر تم نے ان کی بات مان لی تو تم یقیناً مشرک ہو جاؤ گے۔ ﴿121﴾

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۗ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿122﴾

ترجمہ: ذرا بتاؤ کہ جو شخص مردہ ہو، پھر ہم نے اُسے زندگی دی ہو اور اُس کو ایک روشنی مہیا کر دی ہو، جس کے سہارے وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہو، کیا وہ اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کا حال یہ ہو کہ وہ اندھیروں میں گھرا ہوا ہو، جن سے کبھی نکل نہ پائے؟ اسی طرح کافروں کو یہ سجھا دیا گیا ہے کہ جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں، وہ بڑا خوش نما کام ہے۔ ﴿122﴾

تشریح نمبر 1: یہاں روشنی سے مراد اسلام کی روشنی ہے اور ”لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہو“ فرما کر اشارہ اس طرف کر دیا گیا ہے کہ اسلام کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ انسان مذہبی عبادات کو لے کر دنیا سے ایک طرف ہو کر بیٹھ جائے اور لوگوں سے میل جول چھوڑ دے، بلکہ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ عام انسانوں کے درمیان رہے، اُن سے ضروری معاملات کرے، اُن کے حقوق ادا کرے، لیکن جہاں بھی جائے اسلام کی روشنی ساتھ لے کر جائے، یعنی یہ سارے معاملات اسلامی احکام کے تحت انجام دے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۗ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿123﴾

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے مجرموں کے سرغنوں کو یہ موقع دیا ہے کہ وہ اُس (بستی) میں (مسلمانوں کے خلاف) سازشیں کیا کریں اور وہ جو سازشیں کرتے ہیں (درحقیقت) وہ کسی اور کے نہیں، بلکہ خود اُن کے اپنے خلاف پڑتی ہیں، جبکہ ان کو اس کا احساس نہیں ہوتا۔ ﴿123﴾

تشریح نمبر 2: یہ مسلمانوں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کافر لوگ اُن کے خلاف جو سازشیں کر رہے ہیں، ان سے گھبرائیں نہیں۔ اس قسم کی سازشیں ہر دور میں انبیائے کرام علیہم السّلام اور اُن کے ماننے والوں کے خلاف ہوتی رہی ہیں، لیکن بالآخر انجام اہلِ ایمان ہی کا بہتر ہوتا ہے اور دشمنوں کی سازشیں آخر کار خود انہی کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ کبھی تو اسی دنیا میں ان کا یہ نقصان ظاہر ہو جاتا ہے اور کبھی دنیا میں ظاہر نہیں ہوتا، لیکن آخرت میں ان کو پتا چل جائے گا کہ انھوں نے خود اپنے حق میں کانٹے بوئے تھے۔

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿124﴾

ترجمہ: اور جب ان (اہلِ مکہ) کے پاس (قرآن کی) کوئی آیت آتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اُس وقت تک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، جب تک کہ اس جیسی چیز خود ہمیں نہ دے دی جائے، جیسی اللہ کے پیغمبروں کو دی گئی تھی۔ (حالاں کہ) اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغمبری کس کو سپرد کرے، جن لوگوں نے (اس قسم کی) مجرمانہ باتیں کی ہیں، اُن کو اپنی مکاریوں کے بدلے میں اللہ کے پاس جا کر ذلت اور سخت عذاب کا سامنا ہو گا۔

تشریح نمبر 3: یعنی جب تک خود ہم پر ویسی وحی نازل نہیں ہو گی، جیسی انبیائے کرام علیہم السّلام پر نازل ہوتی رہی ہے اور ویسے معجزات ہمیں نہیں دیے جائیں گے جیسے اُن کو دیے گئے تھے، اُس وقت تک ہم ایمان نہیں لائیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ ہم میں سے ہر شخص کو پوری پیغمبری ملنی چاہیے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ پیغمبری کس کو عطا کی جائے۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ۚ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿125﴾

ترجمہ: غرض جس شخص کو اللہ ہدایت تک پہنچانے کا ارادہ کر لے، اُس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کو (اُس کی ضد کی وجہ سے) گم راہ کرنے کا ارادہ کر لے، اُس کے سینے کو تنگ اور اتنا زیادہ تنگ کر دیتا ہے کہ (اُسے ایمان لانا ایسا مشکل معلوم ہوتا ہے) جیسے اُسے زبردستی آسمان پر چڑھنا پڑ رہا ہو۔ اسی طرح اللہ (کفر کی) گندگی اُن لوگوں پر مسلّط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ ﴿125﴾

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

فہم حدیث

رکوع و سجود

نماز کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے حضور میں قلب و قالب اور قول و عمل سے ایک خاص طریقے پر اپنی بندگی و نیاز مندی کا اظہار اور اس کی بے نہایت عظمت و جلالت کے سامنے اپنے تذلیل اور فروتنی کا مظاہرہ قیام و قعود اور رکوع و سجود اور جو کچھ ان میں پڑھا جاتا ہے، اس سب کی روح یہی ہے، لیکن اس بزرگی اور تذلیل کا سب سے بڑا مظہر نماز کے اعمال و اجزا میں رکوع و سجود ہیں۔ سر اونچا رکھنا، تعمیر، یعنی برتری اور بالاتری کے احساس کی علامت ہے اور اس کے بر عکس اس کو نیچا کرنا اور جھکانا تواضع اور خاکساری کی نشانی ہے اور اپنے کو کسی کے سامنے رکوع کی شکل میں جھکا دینا اس تواضع اور تعظیم کی غیر معمولی شکل ہے جو صرف خالق و مالک ہی کا حق ہے اور سجدہ اس کی بالکل ہی آخری اور انتہائی شکل ہے۔ اس میں بندہ اپنی پیشانی اور ناک کو جو انسانی اعضا میں سب سے زیادہ محترم ہیں، خاک پر رکھ دیتا ہے۔ اس لحاظ سے رکوع و سجود نماز کے ارکان میں سب سے زیادہ اہم ہیں، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کو اچھی طرح اور صحیح طریقے پر ادا کرنے کی سخت ہدایت اور تاکید فرمائی ہے اور بہترین کلمات کے ساتھ ان میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس یا اس کے حضور میں دعا کرنے کی اپنے ارشاد اور عمل سے تلقین فرمائی ہے۔

رکوع و سجود اچھی طرح ادا کرنے کی تاکید

عَنْ أَبِي مَسْعُودِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُجْزِئُ صَلٰوةُ الرَّجُلِ حَتّٰى يُقِيْمَ ظَهْرَهٗ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ (رواہ ابوداؤد و الترمذي)

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی نماز اس وقت تک کافی نہیں ہوتی (یعنی پوری طرح ادا نہیں ہوتی) جب تک کہ وہ کوع اور سجدہ میں اپنی پیٹھ کو سیدھا برابر نہ کرے۔ (سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيِّ الْحَنَفِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلٰى صَلٰوةِ عَبْدٍ لَا يُقِيْمُ فِيْهَا صُلْبَهٗ بَيْنَ خُشُوْعِهَا وَ سُجُوْدِهَا (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت طلق بن علی حنفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بندہ رکوع اور سجدے میں اپنی پشت کو سیدھی برابر نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس کی نماز کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔ (مسند احمد)

تشریح: نماز کی طرف اللہ تعالیٰ کے نہ دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی نماز اس کے نزدیک قابل قبول نہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مخفی اور اس کی نظر سے غائب نہیں ہے۔ دونوں حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ جو شخص رکوع و سجود کو قاعدے کے مطابق صحیح طور سے ادا نہیں کرے گا، اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ یہی ان دونوں حدیثوں کی ہدایت ہے۔

ماہِ رمضان کے فضائل و برکات

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَ سُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جب رمضان آتا ہے تو جنّت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔" (اور ایک روایت میں بجائے "ابوابِ جنّت" کے "ابوابِ رحمت" کا لفظ ہے) (صحیح بخاری و مسلم)

تشریح: استاذ الاساتذہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے جو کچھ تحریر فرمایا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ---اللہ کے صالح اور اطاعت شعار بندے رمضان میں چوں کہ طاعت و حسنات میں مشغول و منہمک ہو جاتے ہیں، وہ دنوں کو روزہ رکھ کے تلاوت و ذکر میں گزارتے ہیں اور راتوں کا بڑا حصہ تراویح و تہجد اور دعا و استغفار میں بسر کرتے ہیں اور ان کے انوار و برکات سے متاثر ہو کر عوام مؤمن کے قلوب بھی رمضان المبارک میں عبادات اور نیکیوں کی طرف زیادہ راغب اور بہت سے گناہوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں تو اسلام اور ایمان کے حلقے میں سعادت اور تقویٰ کے اس عمومی رجحان اور نیکی اور عبادت کی اس عام فضا کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے وہ تمام طبائع جن میں کچھ بھی صلاحیت ہوتی ہے، اللہ کی مرضیات کی جانب مائل اور شر و خباثت سے متنفر ہو جاتی ہیں اور پھر ماہِ مبارک میں تھوڑے سے عملِ خیر کی قیمت بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے دوسرے دنوں کی بہ نسبت بہت زیادہ بڑھادی جاتی ہے تو ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لیے جنّت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے ان پر بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین ان کو گمراہ کرنے سے عاجز اور بے بس ہو جاتے ہیں۔

افطار کی دعا

عَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: معاذ بن زہرہ تابعی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب روزہ افطار فرماتے تھے تو کہتے تھے کہ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ اے اللہ! میں نے تیرے ہی واسطے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا۔ (سنن ابی داؤد)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ ذَهَبَ الظَّمَآءُ وَ ابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب روزہ افطار فرماتے تھے تو کہتے تھے کہ پیاس چلی گئی اور رگیں (جو سوکھ گئی تھیں وہ) تر ہو گئیں اور خدا نے چاہا تو اجر و ثواب قائم ہو گیا۔ (سنن ابی داؤد)

خوش نصیب آدمی:

اللہ تعالیٰ نے روزوں کا مقصد تقویٰ قرار دیا ہے۔ وہ خوش نصیب آدمی ہے، جسے روزوں کے ثمرات میں تقویٰ کی دولت نصیب ہو جائے، جس مسلمان کو یہ تقویٰ کی دولت مل گئی، گویا اُسے رمضان کی برکتیں اور ثمرات مل گئے۔ تقویٰ کیا چیز ہے؟ شریعت میں تقویٰ خوف کو کہتے ہیں اور بچنے کو بھی کہتے ہیں۔ خوف اور بچنا اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کا ڈر اور خوف اور پھر زندگی ایسی گزارنے لگے کہ اللہ کی نافرمانیوں سے بچنے لگے ،اسی کا نام تقویٰ ہے، جیسے :ایک شریف آدمی ہوتا ہے، اس کے دل میں اپنے باپ کی عظمت ،احسانات کا احساس اس کی شفقت کا خیال ہو تو ہر وقت ایک ڈر اور خوف سا رہتا ہے، کوئی ایسی چیز نہ ہو جائے کہ جس سے والدِ محترم ناراض ہو جائیں۔ ہر گھٹیا اور ناشائستہ حرکت سے بچتا ہے۔ باپ کی شفقت، باپ کی عظمت، باپ کے احسانات کا تصوّر احتیاط سے زندگی گزارنا، یہ احساس دل میں پیدا ہو جائے۔ اگر کسی مسلمان کو رمضان کی گھڑیوں میں یہ دولت مل جائے تو اسے ہر وقت یہ خیال رہنے لگ جاتا ہے کہ میری زندگی میں کچھ ایسا نہ ہو کہ میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو شرمندگی اٹھانی پڑے۔ یہ احساس ہر وقت رہنے لگ جائے، کچھ ایسا نہ ہو جائے کہ اللہ کی بارگاہ میں جواب نہ بن پائے اور شرمندگی اٹھانی پڑے۔ پشیمانی سے گزرنا پڑے۔ یہ احساس بیدا ہونا اسی کا نام تقویٰ ہے۔ یہ نصیب ہو جائے، رمضان کی ان گھڑیوں میں یہ بڑی دولت ہے۔ یہ رمضان کا سب سے بڑا سرمایہ ہے اور رمضان کی یہ سوغات ہے کہ تقویٰ آجائے۔

رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے ”جو مر گیا اس کی قیامت تو ہو گئی۔“ اب جب زندگی کے لمحات کا پتا ہی نہیں، جوان بھی جا رہا ہے، صحت مند بھی جا رہا ہے، چلتا پھرتا بھی جا رہا ہے اور پل کی بھی خبر نہیں، سویا اور صبح اُٹھ ہی نہیں سکا۔ یہ احساس پیدا ہو جائے کہ زندگی کا کوئی بھروسا نہیں، کسی بھی وقت حاضری ہو سکتی ہے۔ کچھ ایسا نہ کروں کہ کل شرمندگی اٹھانی پڑے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

رحمت کا شامیانہ

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

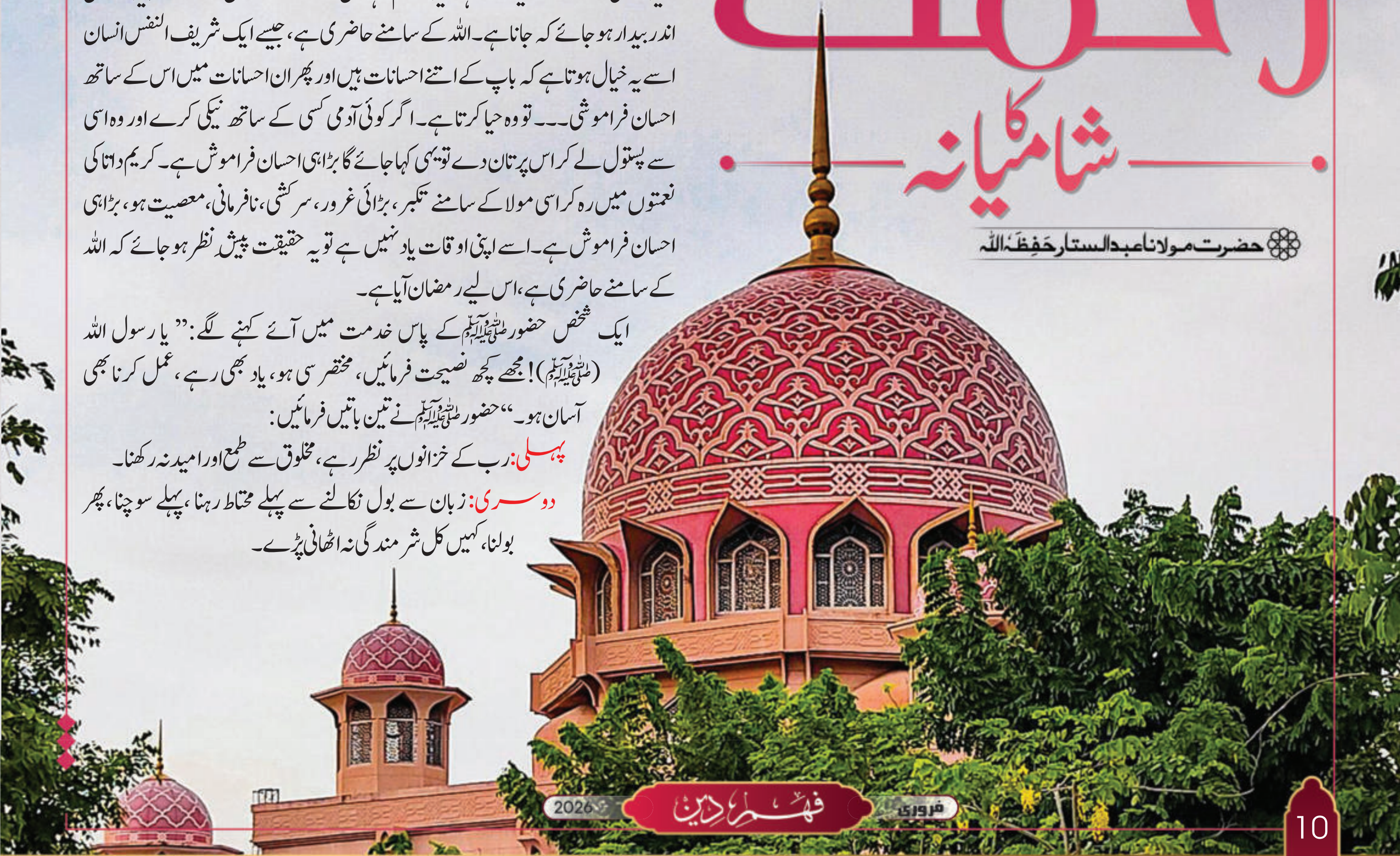

اب تو ایسی غفلت ہوتی ہے کہ اپنے پیاروں کو منوں من مٹی میں اکیلے چھوڑ کر آتے ہیں، لیکن عملاً رویّہ کچھ ایسا ہوتا ہے کہ بس یہ گیا ہے، یہ صورتِ حال میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں پیش آنا۔ پہلے کسی گھر سے جنازہ اٹھتا تھا، خاندان کی زندگی بدل جایا کرتی تھی۔ ساری غفلتیں ختم ہو جاتی تھیں۔ اس لیے کہ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے دل کی غفلت کو دور کرنے کا سب سے بڑا نسخہ موت ہے، جس کے گھر سے ہی جنازہ اٹھے اور ان کو اپنے کندھوں پر لے کر جائے اور اپنے ہاتھوں سے اسے گڑھے میں رکھے اور اپنے ہاتھوں سے اس پر مٹی ڈالے، پھر بھی یہ غفلت ختم نہ ہو تو دل ہے یا پتھر ہے۔

تقویٰ کیا ہے؟

ارے میرے دوست! کس دھوکے میں ہیں۔ یہ صحت گئی، یہ جوانی گئی، یہ حسن گیا، یہ دولت گئی، یہ جیب خالی ہوئی۔۔۔ بھائی! یہ بڑھاپا آیا اور یہ کمر جھکی اور یہ زندگی نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ میں ایسا تھا، ویسا تھا، میاں! کل پتا چلے گا کہ تم کیسے تھے؟ بڑے ٹھاٹ تھے، لیکن میاں! جہاں ریڑھی والا لیٹا ہے، یہ بھی وہیں لیٹا ہوا ہے۔ جہاں مزدور سویا ہوا ہے، وہاں یہ بھی سویا ہوا ہے۔ جہاں چند ہزار والا لیٹا تھا، یہ بھی وہیں لیٹا ہے۔ اس لیے جب کسی کو کندھا دو تو ذرا اس تصوّر سے دو، کل دنیا والے مجھے بھی یوں ہی بے بسی کی حالت میں اٹھا کر لے کر جائیں گے۔

پتا نہیں کب اللہ کے سامنے حاضری ہو جائے اور زندگی احتیاط سے گزرنے لگ جائے، اسی کا نام تقویٰ ہے۔ رمضان اسی لیے آیا ہے۔۔۔ اللہ رمضان میں رحمت کا شامیانہ لگا دیتا ہے اور ہر شخص ہم جیسے گناہ گار سر کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ہر آدمی سبحان اللہ، اللہ کے گھر میں دوڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ اللہ کے گھر آباد ہوتے نظر آتے ہیں۔

تو یہ اللہ کی رحمت کا شامیانہ لگا ہے۔ یہ موسم ہے اس سوغات کو حاصل کرنے کا کہ یہ احساس اندر بیدار ہو جائے کہ جانا ہے۔ اللہ کے سامنے حاضری ہے، جیسے ایک شریف النفس انسان اسے یہ خیال ہوتا ہے کہ باپ کے اتنے احسانات ہیں اور پھر ان احسانات میں اس کے ساتھ احسان فراموشی۔۔۔ تو وہ حیا کرتا ہے۔ اگر کوئی آدمی کسی کے ساتھ نیکی کرے اور وہ اسی سے پستول لے کر اس پر تان دے تو یہی کہا جائے گا بڑا ہی احسان فراموش ہے۔ کریم داتا کی نعمتوں میں رہ کر اسی مولا کے سامنے تکبر، بڑائی غرور، سرکشی، نافرمانی، معصیت ہو، بڑا ہی احسان فراموش ہے۔ اسے اپنی اوقات یاد نہیں ہے تو یہ حقیقت پیش نظر ہو جائے کہ اللہ کے سامنے حاضری ہے، اس لیے رمضان آیا ہے۔

ایک شخص حضور ﷺ کے پاس خدمت میں آئے کہنے لگے: ”یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے کچھ نصیحت فرمائیں، مختصر سی ہو، یاد بھی رہے، عمل کرنا بھی آسان ہو۔“ حضور ﷺ نے تین باتیں فرمائیں:

پہلی: رب کے خزانوں پر نظر رہے، مخلوق سے طمع اور امید نہ رکھنا۔

دوسری: زبان سے بول نکالنے سے پہلے محتاط رہنا، پہلے سوچنا، پھر بولنا، کہیں کل شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

تیسری: نماز ایسے پڑھنا جیسے تیری زندگی کی آخری نماز ہو۔
اگر کسی کو پتا چل جائے کہ یہ اس کی آخری نماز ہے تو کیسا خشوع خضوع ہوگا۔ رمضان تو سال میں ایک مرتبہ آتا ہے اور ذرا دائیں بائیں نظر ڈالنی چاہیے کہ پچھلے گیارہ مہینوں میں کتنے لوگ رخصت ہوگئے، جنھیں ہم جانتے ہیں۔ صحت مند بھی تھے، جوان بھی تھے، چلتے پھرتے بھی تھے، ٹھاٹ کی زندگی بھی تھی، سب ہی روانہ ہوگئے۔ گیارہ مہینوں میں کتنے روانہ ہوگئے۔

یہ غداری ہے:

یہ احساس میرے اندر آیا ہے کہ میں ہر کام سے پہلے یہ دیکھتا ہوں کہ میرے اللہ ناراض تو نہیں ہوں گے ۔ معاملات میں معاشرت میں غمی خوشی میں، رہن سہن میں، اندر کی زندگی باہر کی زندگی، معاملات، بازار کی زندگی، مسجد کی زندگی میں یہ خیال رہتا ہے کہ میرے اللہ ناراض تو نہیں ہوں گے۔ محسن کے احسانات کی یہ احسان فراموشی ہے کہ اُس نعمت میں اُسی کے مقابلے پر آجائے۔۔۔ تو اللہ نے اس جسم پر نعمتوں کی حد کر رکھی ہے۔ ایک نعمت دیکھ لیجیے آنکھ ہے، سبحان اللہ! ایسی بڑی نعمت ہے، محبت سے ماں باپ کو دیکھے تو حج کا ثواب مل جائے، محبت کی نظر سے بیوی شوہر کو دیکھے اور شوہر بیوی کو دیکھے اللہ دونوں کو اپنی رحمت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ آنکھ اتنی بڑی نعمت ہے، کیا کچھ نفع حاصل کرتا ہے، لیکن یہی اللہ کی طرف سے غیر معمولی نعمت سے جب اللہ کی نافرمانی کرنے لگ جائے، اس کی آنکھیں آوارہ ہو جائیں، جائز ناجائز کا احساس ختم ہو جائے، حلال حرام کی تمیز مٹ جائے، اپنے بے گانے کا فرق مٹ جائے، یہ تو گویا غداری ہے۔
رمضان میں کھانے سے روکا ہے، طبیعت چاہ رہی ہے، رُک جاؤ! پینے سے روکا ہے، طبیعت چاہ رہی ہے رُک جاؤ! حلال ہے، طبیعت بھی چاہ رہی ہے نا روزہ ہے، نہیں کروں گا، پیاس لگ رہی ہے حلال ہے نا! بھئی روزہ ہے، رُک جاؤ۔۔۔ تو اس سے آگے چلیے، ذرا اس سے آگے جائیے!
رمضان میں ذرا اس سے آگے بڑھیے۔ حرام دیکھنے کا جی چاہ رہا ہے، نا! رمضان ہے۔ ان آنکھوں سے حرام نہیں دیکھنا۔ غیبت سننے کا جی چاہ رہا ہے، نا! حرام ہے! کانوں کو حرام نہیں دینا۔ حرام بولنے کا جی چاہ رہا ہے، نا! رمضان ہے! حرام نہیں بولنا۔ لقمہ حرام نہیں لینا۔ حرام آمدنی کو ہاتھ نہیں لگانا۔ کھا نہیں رہا، پی نہیں رہا، طبیعت بھی چاہ رہی ہے اندر سے اور تقاضا بھی اُٹھ رہا ہے، حلال بھی ہے، نا! رمضان ہے! نہیں کر سکتا۔۔۔

تقویٰ کا سیزن:

رمضان آیا ہے۔ اس سے آگے بڑھیے کہ طبیعت چاہ رہی ہے اس آنکھ سے حرام دیکھوں، فیس بک پر دیکھوں، ٹی وی پر دیکھوں، اسکرین پر دیکھوں، اخبار پر دیکھوں، حرام دیکھوں، نا۔۔۔ حرام ہے! نہیں دیکھنا۔ رمضان میں عبادات تو ہو جاتی ہیں، اللہ کا فضل ہے، روزے بھی ہو جاتے ہیں، تراویح بھی ہو جاتی ہیں، افطار بھی ہو جاتیں ہیں، کچھ تلاوت بھی ہو جاتی ہے، لیکن اس سے آگے کی چیز، یہ تقویٰ کا اہتمام۔۔۔ تقویٰ کی تربیت، تا کہ رمضان کے بعد کی زندگی اور رمضان سے پہلے کی زندگی میں واضح فرق نظر آئے۔ آپ خوب جانتے ہیں، جب کسی کا سیزن لگتا ہے نا، سیزن۔۔۔ اور سیزن اچھا لگتا ہے اور چند سیزن لگ جائیں تو اسے بتانا نہیں پڑتا کہ میرا سیزن اچھا لگا ہے۔ بچوں کے اسکول بدل جاتے ہیں، اسٹیٹس بدل جاتا ہے، پہننا اوڑھنا بدل جاتا ہے، رہنا سہنا بدل جاتا ہے، ملنا جلنا بدل جاتا ہے، گاڑی سواری بدل جاتی ہے، سیزن لگا ہے۔۔۔ سبحان اللہ! کسی کو رمضان میں تقویٰ کا سیزن مل جائے، کسی کو رمضان میں تقویٰ کی سوغات مل جائے، بتانا نہیں پڑتا، رمضان کے بعد واضح فرق نظر آتا ہے۔ ہاں! اسے رمضان کی سوغات مل گئی ہے۔ اس خوش نصیب آدمی کو رمضان کی سوغات مل گئی ہے اور پتا کوئی نہیں بھائی! لوگ کہتے ہیں نا، امریکا شفٹ ہو جائیں گے، آسٹریلیا شفٹ ہو جائیں، کینیڈا شفٹ ہو جائیں گے اور بڑی تیاری کرتے ہیں، بلکہ بسا اوقات مہینوں نہیں، سالوں پہلے منصوبہ بندی ہونے لگتی ہے شفٹنگ کی۔ ارے بھائی! جہاں میرے ابا، میری اماں اور گھر کے نہ جانے کتنے لوگ شفٹ ہو چکے ہیں تو کچھ رمضان ایسا گزر جائے کہ جب شفٹنگ ہو تو شرمندگی نہ ہو۔
رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: کچھ خوش نصیب لوگ ایسی تیاری کر لیا کرتے ہیں، جب ان کی شفٹنگ ہونے لگتی ہے تو وہ شفٹنگ، شفٹنگ نہیں ہوتی، بلکہ وہ تو اللہ کی طرف سے ایک تحفہ اور انعام ہوتا ہے، جیسے کوئی آدمی قائد آباد میں، اور نگی میں، لانڈھی میں رہ رہا ہو اور کوئی کہہ دے میاں! یہ ڈیفنس کا بنگلہ تمھیں تحفہ میں ہے تو بتاؤ! یہاں سے وہاں شفٹنگ میں کتنا مزہ آئے گا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے سچ فرمایا ہے: کچھ لوگ شفٹنگ کی ایسی تیاری میں لگے ہوتے ہیں، جب ان کی شفٹنگ کی گھڑی آتی ہے وہ شفٹنگ شفٹنگ نہیں رہتی، اللہ کی طرف سے بہت بڑا انعام بن جاتا ہے۔ اللہ کی طرف سے، بہت بڑا تحفہ ہوتا ہے۔ جب دنیا میں یہ آیا تھا تو دنیا والے ہنس رہے تھے اور یہ رو رہا تھا، لیکن جب دنیا سے جا رہا ہے تو یہ ہنسی خوشی جا رہا ہے اور دنیا والے رو رہے ہیں، اس لیے کہ اسے تحفہ مل رہا ہے۔ دنیا والے رو رہے ہیں چ، یہ ہنسی خوشی جا رہا ہے۔ یہ خوش نصیب آدمی ہے۔ رمضان میں یہ سوغات لینی ہے۔ تقویٰ آجائے کہ ہر وقت یہ احساس پیدا ہو جائے، یہ فکر نصیب ہو جائے کہ میرا اللہ مجھ سے ناراض نہ ہو، جیسے: ایک ماں اپنے بچے کی گندگی سے، پیشاب سے، پاخانہ سے، اپنے کپڑے بچاتی ہے، یہ احساس ہوتا ہے، اسے فکر ہوتی ہے، کپڑوں پر نہ لگے، لیکن اس پورے احساس اور فکر کے بعد بھی کپڑوں پر بسا اوقات گندگی لگ جاتی ہے، لیکن چوں کہ احساس ہے، پاگل نہیں ہے، احمق نہیں ہے، احساس بیدار ہے تو کیا کرتی ہے فوراً صاف کر لیتی ہے اور اس گندگی کو رہنے نہیں دیتی۔۔۔ سبحان اللہ! وہ شخص بھی متقی ہے۔ اس کے پاس بھی تقویٰ کی سوغات ہے کہ یہ احساس موجود ہے، پھر بھی غلطی ہوگئی، پھر بھی گناہ ہو گیا، پھر بھی کوتاہی کر بیٹھا، لیکن جلدی سے اس گناہ اور غلطی کا ازالہ کر لیا۔
قرآن کہتا ہے: یہ شخص بھی اپنے پاس تقویٰ کی سوغات رکھتا ہے، جس کے پاس گناہ بھی ہو گیا، جس سے اللہ کی نافرمانی بھی ہوگئی، جس کی آنکھ بھی بھٹک گئی، جس سے کوئی کوتاہی بھی ہوگئی، لیکن دیر نہیں کرتا اپنی غلطی پر اصرار نہیں کرتا فوراً اللہ سے معافی مانگ لیتا ہے۔ فرمایا: یہ وہ خوش نصیب ہے، جس کے پاس تقویٰ کی سوغات سلامت ہے۔

جب دل بے چین ہو:

تو یہ احساس پیدا ہو جائے۔ کمزور لوگ ہیں۔ غلطی ہو جائے گی، گناہ ہو جائے گا، کوتاہی ہو جائے گی، پاؤں بھٹک جائے گا، لیکن فوراً اُس کا ازالہ کر لیا، یہ بھی تقویٰ ہے اور یہی اعلیٰ درجے کے ایمان کی علامت ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پوچھا: ”یا رسول اللہ (ﷺ)! کیسے پتا چلے گا میرا ایمان تروتازہ ہے اور میرے ایمان میں پوری قوت اور صحت موجود ہے؟“
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تجھ سے کوئی غلطی ہو جائے تو بے چین اور پریشان ہو جائے۔ تجھے چین نہ آئے، جب تک کہ اس گناہ کا ازالہ نہ کرے، یہ علامت ہے کہ اللہ نے تجھے تروتازہ ایمان نصیب فرمایا ہے۔“ یہی تقویٰ ہے۔۔۔ تو رمضان کی یہ گھڑیاں! عبادات سے آگے نماز، روزے، تراویح سے آگے کی چیز ہے۔ کھانے پینے سے رکنے سے آگے کی چیز ہے۔ میرا جسم کا ہر عضو اللہ کی نافرمانی سے بچنے لگ جائے اور میری زندگی کا ہر شعبہ گناہوں سے پاک ہو جائے، یہ تقویٰ ہمیں نصیب ہو جائے۔ اللہ ہم سب کے لیے آسان فرمائے۔ آمین

313 کا معجزہ

حفصہ سلطان

بہارِ رحمت: رمضان المبارک کا مہینہ اللہ کی رحمتوں کا موسمِ بہار ہے۔ اسی مقدّس مہینے میں تاریخِ اسلام کا وہ واقعہ پیش آیا، جس نے نہ صرف عرب کے صحرا کو ہلا کر رکھ دیا بلکہ باطل کے ایوانوں میں لرزہ طاری کر دیا۔ یہ وہ دن تھا جب اعداد و شمار کی دنیا اپنی حقیقت ہار گئی اور ایمان کی دنیا اپنی عظمت جیت گئی۔ یہ واقعہ ہے غزوۂ بدر کا، اسلام کا پہلا فیصلہ کن معرکہ، جس نے حق و باطل کی سرحد ہمیشہ کے لیے واضح کر دی۔ غزوہ بدر صرف ایک جنگ نہیں، ایک نظریاتی اعلان تھا۔ ایک اعلان کہ مسلمان کم ہوں یا زیادہ، کم زور ہوں یا طاقت ور، اصل قوت ان کی تلواروں میں نہیں بلکہ اس یقین میں ہے کہ "اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

پس منظر: مکہ کی گھاٹیوں میں تیرہ برس تک ظلم سہنے والے مسلمان مدینہ طیبہ پہنچ گئے تھے۔ ہجرت ایک نئی زندگی کا آغاز ضرور تھا، مگر زخم ابھی تازہ تھے۔ ان کے گھر چھین لیے گئے تھے، سامان لوٹا گیا تھا، املاک پر قبضہ کیا گیا تھا۔ اسی ظلم کے جواب میں مسلمانوں نے قافلے روکنے کی حکمتِ عملی اپنائی، وہ قافلے جن میں ان ہی کی لوٹی ہوئی دولت تھی۔
ایک تجارتی قافلہ انہی اموال کے ساتھ شام سے مکہ واپس لوٹ رہا تھا۔ مسلمانوں کا ارادہ صرف اتنا تھا کہ قافلے کو روک کر اپنا حق واپس حاصل کیا جائے، مگر قافلے کے سردار نے یہ خبر قریش تک پہنچا دی اور قریش نے جنہیں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت کھٹکنے لگی تھی، فوراً 1300 کے قریب جنگجوؤں کی بڑی فوج تیار کر کے بدر کی سمت روانہ کر دی۔ یہ وہ فیصلہ تھا جس نے تاریخ کا رُخ بدل دینا تھا۔
مسلمانوں کی تعداد صرف 313 تھی۔ گھوڑے صرف دو۔ زرہیں بہت کم۔ تلواریں بھی کم زور!
لیکن ان کے دلوں میں جو بھروسا تھا، وہ پہاڑوں سے بھی بڑا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ انصار نے وعدے سے بڑھ کر پیش قدمی کی اور کہا:
"یا رسول اللہ! آپ جس طرف چلیں گے، ہم آپ کے ساتھ چلیں گے۔ اگر آپ سمندر میں گھوڑا ڈال دیں، تب بھی ہم پیچھے نہ ہٹیں گے۔"
مسلمان جنگ کے لیے نہیں، ایمان کی گواہی دینے کے لیے نکلے تھے۔
بدر کی رات نے تاریخ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے ایک خیمے میں دیر تک ہاتھ اٹھا کر دعا کی:
"اے اللہ! اگر یہ چھوٹا سا گروہ آج ہلاک ہو گیا تو زمین پر تیرا نام لینے والا کوئی نہ بچے گا۔"
یہ وہ دعا تھی، جس نے آسمانوں کو ہلا دیا۔ اللہ نے فرشتوں کو مدد کے لیے بھیج دیا، مگر مسلمانوں کو اس کا احساس جنگ کے دوران ہوا۔ رمضان کا روزہ، تھکاوٹ، پیاس اور تعداد کی کمی یہ سب ایک طرف تھے اور دلوں میں بھڑکتا ہوا ایمان دوسری طرف۔
جنگ کا آغاز انفرادی مقابلوں سے ہوا۔ قریش کی طرف سے عتبہ، شیبہ اور ولید نکلے۔ مسلمانوں کی جانب سے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم۔ یہ وہ لمحہ تھا، جب اسلام نے پہلی بار تلوار کی زبان میں اعلان کیا: "باطل کا سر کٹا جا سکتا ہے، مگر حق سر جھکا نہیں سکتا۔" یہ مبارزے مسلمانوں کے حق میں ہوئے اور پھر عام جنگ شروع ہو گئی۔

بدر کے چھ پوشیدہ راز:

1: **ایمان کی طاقت** 313 مسلمان اپنی جانیں لے کر نہیں، اپنا ایمان لے کر نکلے تھے۔ ان کی قوت یقین تھی کہ اللہ مدد فرمائے گا۔

2: **نبی کریم ﷺ کی حکمتِ عملی** آپ ﷺ نے بہترین مقام منتخب کیا، پانی کے کنووں پر قبضہ کیا، صف بندی انتہائی حکمت سے کی۔

3: **اتحاد** کوئی منافقت نہ تھی، کوئی دھڑے بندی نہیں، کوئی دنیاوی مقصد نہیں۔ صرف ایک نعرہ: اَحَد! اَحَد!

4: **فرشتوں کی مدد** اللہ نے قرآن میں خود اعلان فرمایا کہ اس جنگ میں فرشتوں کو اتارا گیا۔ یہ مدد مسلمانوں کے لیے اعتماد کا سرچشمہ بنی۔

5: **قریش کی اندرونی کم زوریاں** وہ غرور میں ڈوبے تھے، فتح کو یقینی سمجھ رہے تھے۔ غرور ہمیشہ شکست کی پہلی سیڑھی ہوتا ہے۔

6: **رمضان کی روحانی برکت** روزے نے دلوں کو نرم، بدن کو خالص، ارادوں کو مضبوط بنا دیا تھا۔ یہ صرف جسمانی نہیں، روحانی جنگ بھی تھی۔

نتائج:

1: **پہلی فیصلہ کن فتح** مسلمان کم زور سمجھے جاتے تھے، اب دنیا نے دیکھ لیا کہ اسلام کو مٹانا ممکن نہیں۔

2: **اسلام کی سیاسی حیثیت قائم ہوئی** مدینہ اب ایک طاقت بن گیا تھا۔ قبائل نے جان لیا کہ یہ نبی ﷺ برحق ہیں اور اللہ ان کی مدد کر رہا ہے۔

3: **باطل کی کمر ٹوٹ گئی** قریش اس شکست سے کبھی پوری طرح نہیں سنبھل سکے۔ ان کا رعب و دبدبہ ختم ہو گیا۔

4: **مسلمانوں میں اعتماد پیدا ہوا** یہ وہ دن تھا، جب ہر مسلمان نے اپنی زندگی میں پہلی بار محسوس کیا کہ "ہم اکیلے نہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

5: **شہدا کی یاد ہمیشہ باقی** 14 صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ ان کے خون نے اسلام کی بنیادوں کو سرخ کر دیا، جس دین کو اتنی قربانیوں سے سینچا گیا ہو، وہ دین کبھی مٹ نہیں سکتا۔

غزوۂ بدر کا پیغام: غزوۂ بدر محض تاریخ نہیں یہ زندگی کا پیغام ہے۔

1: **مشکل کتنی ہی بڑی ہو، اللہ اس سے بڑا ہے۔** آج ہماری زندگی میں بھی مشکلات اسی طرح بڑی لگتی ہیں، مگر ایمان انھیں چھوٹا کر دیتا ہے۔

2: **عمل کے بغیر دعا نہیں چلتی** رسول اللہ ﷺ نے دعا بھی کی اور حکمت بھی اپنائی۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

3: **اللہ کی مدد حق کے ساتھ ہے** تعداد کبھی معیار نہیں بنتی، دلوں کا یقین معیار بنتا ہے۔

4: **تقویٰ سب سے بڑی طاقت ہے** رمضان کا روزہ بدر کی قوّت بنا، جو شخص تقویٰ کو اپنا ہتھیار بنا لے، دنیا اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

5: **ہم اپنا "بدر" تلاش کریں** ہر انسان کی زندگی میں ایک میدانِ بدر ہوتا ہے۔ گناہوں سے لڑنا، نفس سے لڑنا، بے عملی، مایوسی، ڈر جس دن ہم اپنے "بدر" میں ڈٹ جائیں گے، اُس دن ہماری دنیا بدل جائے گی۔

بدر کا میدان ریت میں ڈوب گیا۔ وقت آگے بڑھ گیا، چہرے مٹ گئے، لیکن اس معرکے کی روشنی آج بھی ویسی ہی تازہ ہے۔ یہ روشنی ہمیں یاد دلاتی ہے کہ جب دل اللہ کے ساتھ جڑ جاتے ہیں تو دنیا کی سب سے بڑی فوجیں بھی اُن کے سامنے ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں۔ رمضان کا یہ مہینہ ہمیں بدر کے پیغام کی طرف بلاتا ہے، ایمان کی طرف، استقامت کی طرف اور اس یقین کی طرف کہ حق کی راہ میں اٹھایا گیا ہر قدم اللہ کے فضل کو قریب کر دیتا ہے۔
بدر کا پیغام آج بھی وہی ہے: سچائی کبھی کم زور نہیں پڑتی اور باطل کبھی فاتح نہیں رہتا۔

رمضان المبارک کا عظیم تحفہ

دعا

عذرا خالد

دُعا اللہ تعالیٰ کو پکارنے، اس سے مانگنے اور اپنی حاجتیں پیش کرنے کا نام ہے۔ دعا عبادت کا مغز ہے، بلکہ اسی کے ذریعے بندہ اپنے رب کے قریب ہوتا ہے اور اس کی رحمتوں کا مستحق بنتا ہے۔ رمضان المبارک میں دعا کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے، کیوں کہ یہ مہینا قبولیتِ دعا کا موسمِ بہار ہے۔ رمضان کے شب و روز میں آسمان کے دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ فرشتے روئے زمین کی طرف دعا کرنے والوں کی ''آمین'' کہنے کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر قیمتی لمحے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ ربّ العزت بندے کی پکار کے انتظار میں ہو!

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں فرماتے ہیں: ''میں اپنے بندوں کے بہت قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں، جب وہ مجھے پکارتا ہے۔'' یہ آیتِ کریمہ دل کو یقین اور اُمید بخشتی ہے کہ اللہ ہمیشہ قریب ہے اور رمضان میں تو اس قرب کی لذّت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

رمضان المبارک کا مہینا آتا تو پیارے نبی ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ دعا سکھاتے: ''اے اللہ! مجھے رمضان تک پہنچا، اس میں (گناہوں سے) محفوظ فرما اور میری عبادتیں قبول فرما۔''

آپ ﷺ نے دعا کو مغزِ عبادت قرار دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ دعا عبادت کا مغز ہے۔ (سننِ ترمذی)

کیوں کہ جب بندہ دعا کرتا ہے تو وہ مخلوق سے اُمیدیں توڑ کر صرف اللہ کے سامنے جھک جاتا ہے، یہی توحید، اخلاص اور بندگی کی اصل روح ہے۔

ابنِ عربی فرماتے ہیں: ''جیسے جسم کو ہڈیوں کے مغز سے قوّت ملتی ہے، اسی طرح عبادت کو قوّت دعا سے ملتی ہے۔''

قرآن وحدیث میں دعا کی عظمت:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ''اللہ کے بہترین نام ہیں تو اسے انہی ناموں سے پکارو۔'' (الاعراف)

ایک دعا میں نبی ﷺ فرماتے ہیں: ''اے اللہ! میں تجھ سے ہر اس نام کے وسیلے سے مانگتا ہوں جو تو نے اپنی کتاب میں نازل کیا، اپنی مخلوق کو سکھایا یا اپنے پاس علمِ غیب میں رکھا ہے۔''

رمضان میں چلتے پھرتے اللہ کے اسمائے حسنیٰ کا وِرد کرنا بھی عبادت ہے۔ رمضان میں سحری کی خاموشی، افطار کے لمحات، تراویح کی رکعتیں، تہجد کی تنہائیاں۔۔۔ ہر لمحہ قبولیتِ دعا کا ہے۔ رمضان دلوں کو نرم کرتا ہے، آنکھوں کو بیک وقت خوف و رجاء کی نمی عطا کرتا ہے اور بندے کو اپنے رب کے قریب کر دیتا ہے۔ اس مہینے میں ٹوٹے دل کی فریاد بھی قبولیت کے زیادہ نزدیک ہوتی ہے۔

پیارے نبی مکرّم ﷺ کا ارشادِ پاک ہے کہ ''بندے کی دعا اس وقت تک قبول کی جاتی ہے، جب تک وہ کسی گناہ یا قطعِ رحمی کی دعا نہ کرے اور جب تک وہ جلدی نہ مچائے۔'' (صحیح مسلم)

قطعِ رحمی اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ لہٰذا اگر ہم قبولیتِ دعا کی خواہش رکھتے ہیں تو رمضان کی ان مبارک ساعتوں میں اس بات کا بھی جائزہ لیں کہ اپنے رحم کے رشتوں کے حقوق کے معاملے میں ہم کتنے حسّاس ہیں اور دورانِ سال ہم سے ان حقوق کی ادائیگی میں کہاں کہاں کوتاہی سرزد ہوئی ہے، نیز رحم کے رشتے جوڑنے میں ہم نے کہاں تک اپنی ذمہ داریاں پوری کیں۔

قرآنِ مجید میں حضرت زکریّا علیہ السّلام کی دعا کا ان الفاظ میں تذکرہ ہے کہ ''جب انھوں نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا'' (مریم:19) لفظ 'چپکے چپکے' سے تصوّر کیا جا سکتا ہے کہ جس کو ہم پکار رہے ہیں، وہ ہمارے بے حد قریب ہے۔ نہ صرف قریب ہے بلکہ ہماری جانب متوجّہ بھی ہے اور سمیع بھی ہے۔ وہ ہر وقت سننے کو تیار ہے، دینے پر تیار ہے، ہر لمحے منتظر ہے کہ کب ہم پلٹیں، رجوع کریں اور دستِ سوال دراز کریں۔ وہ اپنے عاصی بندوں کو اپنی رحمتوں کی چادر میں ڈھانپنے کو بے تاب ہے اور ماہِ رمضان ان رحمتوں کی سمت پلٹنے اور مغفرت طلب کرنے کا بہت قیمتی موقع ہے۔ نصف شب کے بعد بیداری اس سمیع و بصیر سے سرگوشیاں کرنے کا نادر موقع ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم اس کے قرب کو محسوس کریں، جیسے اپنے دل کی دھڑکنیں سنتے ہیں، جیسے پہلو میں بیٹھے ساتھی سے سرگوشی میں بات کرتے ہیں۔ وہ ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے اور منتظر ہے کہ ہم کب اس کو پکارتے ہیں!

رمضان المبارک کی مبارک راتوں میں اگر پوری رات جاگنا مشکل ہو تو عشاء باجماعت، تراویح، کچھ رکعات تہجد اور فجر باجماعت پڑھنے والا ان شاءاللہ شبِ قدر کے فیض سے محروم نہیں رہتا۔

مفسّرین نے دعا قبول ہونے کے چند آداب بیان کیے ہیں، جن میں اخلاص، دل کی توجّہ، حلال اور جائز بات مانگنا اس کے ساتھ یقین اور عاجزی کے ساتھ مانگنا، دعاؤں کی قبولیت کے لیے اہم ہے۔ قبولیت کا مطلب یہ نہیں کہ مانگی ہوئی چیز ضرور مل جائے۔ اللہ کبھی گناہ معاف کر دیتا ہے، آخرت کے لیے ثواب ذخیرہ کرتا ہے یا اس سے بہتر عطا کرتا ہے یا دعا کو مناسب وقت تک روک لیتا ہے۔ آخر میں ربُّ العزّت سے دعا ہے کہ ''اے اللہ! مجھے ایمان، تقویٰ، صحت، عافیت اور خوشیوں والی طویل زندگی عطا فرما۔ جان، مال، عزّت اور اہلِ خانہ کو ہر آزمائش سے محفوظ رکھ۔

ایمان پر خاتمہ، موت میں آسانی، قبر و جہنم کے عذاب سے حفاظت، قیامت کی گھبراہٹ سے امن اور جنّت الفردوس میں بے حساب داخلہ عطا فرما، آمین، بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے!

رمضان انعامات کا خزانہ

عمارہ فہیم

رمضان المبارک کا مہینا، نعمتوں کا خزینہ ربّ تعالیٰ کی بہت بڑی عطا ہے۔ یہ ہمیں اللہ ربُّ العزّت کا قرب دلانے کا ذریعہ ہے۔ اس میں اللہ ربُّ العزّت کو راضی کرنا آسان ہو جاتا ہے، جس میں انسان وقت گزار کر اپنی زندگی ٹھیک کر سکتا ہے۔ پچھلی زندگی کے تمام گناہوں کو معاف کروا سکتا ہے۔ روٹھے ہوئے رب کو منا سکتا ہے اور بغیر حساب کتاب جنّت میں جانے کی تیاری کر سکتا ہے۔ رمضان المبارک میں انسان نبی علیہ السّلام کی شفاعت کا حق دار بن سکتا ہے۔

رمضان مہینوں کا سردار: رمضان المبارک مہینوں کا سردار ہے، یہی مہینا ہر ایک کے لیے بہت اہم ہے اور یہ ایک فطری چیز ہے کہ جس چیز کی اہمیت جتنی زیادہ ہو اس کا انتظار، اس کے لیے تیاری اور اس کا اہتمام و اکرام بھی اتنا زیادہ ہوتا ہے۔

تو جس طرح رمضان المبارک کی اہمیت زیادہ ہے، اسی طرح اس کی تیاری کی فکر بھی ہمیں بہت زیادہ کرنی چاہیے۔

جب ہم رمضان کی اہمیت کو سمجھتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ اس کی تیاری کو ہلکا نہ لیں۔

دنیا کے ہر کام کے لیے ہم پہلے سے تیاری (پلاننگ) کرتے ہیں۔ رمضان کو بھی اچھا گزارنے کے لیے پہلے سے تیاری اور فکر کرنا ضروری ہے، کیوں کہ جو کام جتنا اہم ہو گا، اس کو کرنے کا انداز وغیرہ بھی سب سے الگ ہو گا اور نہ صرف انداز بلکہ اس کے لیے پہلے سے چیزیں طے کی جائیں گی، تیاری کی جائے گی کہ یہ کام ایسے ہونا چاہیے۔ اسلام میں تو پہلے سے تیاری کرنے کی بڑی اہمیت ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ انسان جب صرف نیکی کا ارادہ کر لے، تب بھی اللہ تعالیٰ اس کو ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کی تیاری دو ماہ پہلے سے شروع فرمایا کرتے تھے۔ اس کا اندازہ اس دعا سے بھی لگایا جا سکتا ہے، جو نبی علیہ السّلام رجب کا چاند دیکھ کر پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ، وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ

رمضان برکت کا مہینہ: نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ رمضان شروع ہونے سے پہلے خطبہ دیا، جس میں کچھ ترغیبات فرمائیں۔

فرمایا: تمہارے پاس رمضان کا مہینا آ رہا ہے، یہ عظیم مہینا ہے، شَھْرُ الْبَرَکَۃِ ہے یعنی برکت والا مہینہ۔۔۔ اس ماہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اپنے بندوں کو ڈھانپ لیتی ہیں۔

بندے کے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ کون زیادہ نیکی میں آگے بڑھ رہا ہے اور کون پیچھے ہٹنے والا ہے۔

ہم کیا کریں؟

رمضان کی تیاری کے لیے ہمیں ایک کام تو یہ کرنا چاہیے کہ جو گروسری وغیرہ اور ضروری کام ہیں، وہ سب رمضان سے پہلے اپنی بساط و استطاعت کے مطابق کر کے رکھ لیں اور خود کو رمضان کے لیے فارغ کریں۔

دوسرا اہم کام جو ہمیں کرنا ہے، وہ یہ کہ رمضان کے لیے اپنا اور اپنے گھر کا ماحول بنائیں، ذہن بنائیں، رمضان کے لیے اپنا ارادہ و اہداف مقرر کریں کہ اس رمضان کو کس طرح گزارنا ہے۔

قرآن کی تلاوت کرنی ہے، ذکر و اذکار کرنا ہیں اور حتّی الامکان تمام برائیوں سے بچنا ہے۔۔۔

چلتے پھرتے سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، لاالٰہ الّا اللہ کا وِرد رکھنا ہے اور صبح و شام کی دعائیں۔

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ

یا اللہ! جنّت عطا فرما۔۔۔ اور تلاوتِ قرآن مجید کا خاص اہتمام ہو، اس لیے کہ جیسا رمضان گزرا ہو گا، ویسا پورا سال گزرتا ہے یعنی جس کا رمضان اچھا اس کا پورا سال اچھا۔۔۔ اس لیے ابھی سے اپنے ذہنوں کو تیار اور خود کو فارغ کریں۔ تیسرا کام جو ہمیں کرنا چاہیے، وہ یہ کہ جن سے ہم قطع تعلق ہوئے بیٹھے ہیں، ان سے صلح جوئی کی کوشش کریں۔

حضرت جبرئیل علیہ السّلام سے فرشتے پوچھتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی اُمت کے مؤمنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا؟“ وہ کہتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے اِن پر توجہ فرمائی اور چار لوگوں کے علاوہ سب کو معاف فرما دیا۔“

”وہ چار شخص کون ہیں؟“

1۔ وہ شخص جو شراب کا عادی ہو۔ 2۔ وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو۔

3۔ وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو۔

4۔ وہ شخص جو (دِل میں) کینہ رکھنے والا ہو اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو۔

اس لیے ہمیں کوشش کرنی ہے، ہم ان چار لوگوں میں سے نہ ہوں۔ اللہ سب کو اپنی امان میں رکھیں۔ آمین۔۔۔!!

چوتھا کام جو ہم سب کو کرنا ہے، وہ ہے ہماری صحت کا خیال۔

اکثر اوقات لوگ رمضان المبارک میں بہت زیادہ مرغن غذائیں یا باہر کی اشیا استعمال کرتے ہیں، جس کی وجہ سے صحت پر بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور جب صحت خراب ہو گی تو ظاہر ہے عبادات پر بھی اثر پڑے گا، اس لیے ضروری ہے کہ اپنی صحت کا بھرپور خیال رکھا جائے۔

ہلکی پھلکی ورزش کی جائے، تاکہ سستی قریب نہ آئے اور صحت اچھی رہے۔

رمضان اور شبِ قدر: رمضان میں ایک رات آتی ہے، اسے کہتے ہیں شبِ قدر! یہ ایک رات ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔

اب اس رات کو حاصل کیسے کیا جائے؟

رمضان المبارک میں تہجد آسانی سے پڑھی جا سکتی ہے اور سب کو مل بھی جاتی ہے تو بس پہلی سحری سے ہی تہجد کے وقت میں نوافل کا اہتمام کر لیا جائے، اس سے دو فائدے ہوں گے۔

ایک تہجد پڑھنے کا ثواب اور دوسرا شبِ قدر میں عبادت کا۔

حدیث میں آتا ہے شبِ قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو، پھر اور آسان کر دیا کہ پانچ راتوں میں تلاش کرو۔۔۔ کہیں پورے مہینے میں تلاش کا بھی آیا ہے۔

تو جو شخص پورا مہینا تہجد پڑھے گا، جو رات بھی شبِ قدر کی ہو گی، اسے لازماً مل جائے گی۔

اب رمضان میں شبِ قدر ہوتی ہے، لیکن کون سی رات ہے اور شبِ قدر کا وقت کیا ہے؟ کس وقت شروع ہوتی ہے؟ یہ کسی کو معلوم نہیں۔ ہاں! البتہ اس کے اختتام کا اشارہ ہمیں قرآنِ مجید سے ملتا ہے۔

ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ

اب شبِ قدر کا وقت جب بھی شروع ہوا اور جو بھی رات ہو، اگر کوئی رمضان کی راتوں میں تہجد و نوافل و فرائض کی ادائیگی کا اہتمام کرتا ہے تو وہ شبِ قدر ضرور پائے گا۔

Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
TOMATO KETCHUP
TOU MUST HAI!
Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
TOMATO
KETCHUP

رمضان المبارک کے احکام

سوال: روزے کی فرضیت، حکم، اس کی حکمتیں اور فوائد سے آگاہ فرمائیں؟

جواب: واضح رہے کہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا ہر مسلمان مرد و عورت، عاقل وبالغ پر فرض ہے اور یہ دین کا ایک بڑا رکن ہے۔ ان کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر اور بلا عذر چھوڑنے والا سخت گناہ گار اور فاسق ہے۔

روزے کا حکم یہ ہے کہ روزہ دار اپنے ذمے سے فرض یا واجب کو ادا کرتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ثواب حاصل کرتا ہے۔

روزہ رکھنے میں بہت سی حکمتیں ہیں، مثلاً:

1. جسم کی تندرستی
2. نفس کا مغلوب ہونا
3. شیطان کی ناراضی
4. دل کی صفائی
5. گناہوں کا معاف ہونا
6. آخرت میں ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا
7. فرشتوں کی صفت حاصل ہونا وغیرہ۔

روزے کی بہت سی خوبیاں اور فائدے ہیں، مثلاً:

1. اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر معلوم ہو کر ان کا شکریہ ادا کرے گا۔
2. روزے کی برکت سے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرے گا اور تقویٰ اختیار کرے گا۔
3. خواہشاتِ نفسانی کی اصلاح ہو جائے گی۔
4. فقرا و مساکین پر رحم اور ان کی خدمت کرے گا۔
5. فرشتوں کی صفت سے متّصف ہو گا جو کہ کھانے پینے اور ہر قسم کی لذّتوں سے پاک ہیں اور ہر وقت عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔

مفتی محمد توحید

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

6. صبر کی صفت اور برداشت کی عادت پیدا ہو گی۔
7. دل میں صفائی آجائے گی، جس سے شریعت کی پابندی اور اس کے احکام پر عمل آسان ہو جائے گا۔
8. روزہ رکھنا دنیا میں روزے دار کو گمراہی سے اور آخرت میں دوزخ کے عذاب سے بچائے گا۔
9. روزہ خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔
10. روزے دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔
11. روزے دار کو دنیا و آخرت میں فرحت حاصل ہو گی، دنیا میں جب کہ وہ روزہ افطار کرتا ہے اور آخرت میں جبکہ روزے دار کو ثواب اور جنّت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہو گا۔
12. روزہ فرشتوں کے سامنے روزے دار کے ذکر کو بلند کرتا ہے۔
13. روزے دار کا جسم بیماریوں سے تندرست رہتا ہے، خاص کر بلغمی امراض اور رطوباتِ ردیہ کو جسم سے زائل کرتا ہے۔
14. یہ ایک ایسی پوشیدہ عبادت ہے کہ اس میں ریاکاری داخل نہیں ہوتی وغیرہ۔

روزہ کے چند مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

1. روزہ کس پر فرض ہے اور بچوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟
2. رمضان کے ہر روزے کی نیت الگ الگ ہونی چاہیے یا سحری کھانا بھی نیت کے قائم مقام ہو جائے گا؟
3. روزے کی حالت میں دانت سے خون نکل کر حلق میں چلا گیا تو روزے کا کیا حکم ہے؟
4. پائریا کی وجہ سے مسوڑھوں سے پیپ آتی ہے اور وہ تھوک کے ساتھ اندر داخل ہو جاتی ہے۔ کیا اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا یا نہیں؟
5. روزے کی حالت میں اگر دانت نکلوایا تو روزہ فاسد ہو گا یا نہیں؟
6. آنکھ میں سرمہ یا دوا ڈالنے یا جسم میں تیل لگانے سے روزہ فاسد ہو گا یا نہیں؟
7. عود اور اگربتی وغیرہ کا دھواں اگر اندر چلا جائے تو روزہ کا کیا حکم ہو گا؟
8. حقہ، نسوار اور سگریٹ پینے سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں؟
9. اگر عورت کو روزہ کی حالت میں حیض آجائے تو وہ بقیہ دن میں کھا پی سکتی ہے یا نہیں؟
10. اگر عورت رمضان کے دن حیض سے پاک ہو گئی تو وہ بقیہ دن کیا کرے؟
11. کلی کرتے وقت اگر پانی حلق میں چلا گیا تو روزہ فاسد ہو گا یا نہیں؟
12. روزہ نہ رکھنے کے اعذار کیا ہیں؟

جواب: 1. رمضان شریف کے روزے ہر مسلمان، عاقل بالغ پر فرض ہیں، جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ بچوں اور بچیوں کے بارے میں حکم یہ ہے کہ روزے کو نماز پر قیاس کرتے ہوئے بچوں کو بھی سات سال کی عمر مکمل ہونے کے بعد نماز کی طرح روزہ رکھنے کا حکم دیا جائے گا اور دس سال کے بعد باقاعدہ اہتمام سے روزے رکھوائے جائے، تاکہ بالغ ہونے کے بعد روزہ رکھنے میں کسی قسم کی مشکل نہ ہو۔

2. رمضان شریف کے ہر روزے کی نیت الگ الگ کرنا ضروری ہے، اگر نیت نہیں کی گئی تو سحری کرنا نیت کے قائم مقام ہو جائے گا، نیز واضح رہے کہ ماہِ رمضان میں روزہ کی نیت نصف النہار شرعی سے پہلے پہلے کر سکتے ہیں، بشرطیکہ کچھ کھایا پیا نہ ہو۔ نصف النہار شرعی کا مطلب ہے صبح صادق سے غروب آفتاب تک کا وقت دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تو درمیانی وقت کو نصف النہار شرعی کہتے ہیں۔

3. روزے کی حالت میں اگر دانتوں سے خون نکل کر تھوک کے ساتھ حلق میں چلا گیا تو یہ دیکھا جائے گا کہ خون زیادہ ہے یا تھوک، اگر خون زیادہ ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا، قضا ضروری

رمضان: مقصد اور فضائل

حجاب سید

رمضان المبارک، ایمان و عبادت کی وہ روحانی بہار ہے، جس کی آمد سے دلوں میں نور اور روحوں میں سرشاری اتر آتی ہے۔ یہ مہینہ محض عبادتوں کا مجموعہ نہیں بلکہ تزکیۂ نفس اور قربِ الٰہی کا موسمِ بہار ہے۔ اہلِ ایمان اس مہینے میں اپنے رب سے تعلقِ خاص کو از سرِ نو استوار کرتے ہیں، گویا رمضان وہ آئینہ ہے، جس میں بندہ اپنی روحانی حقیقت کو پہچانتا ہے۔

روزے کا مقصد:

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے، جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔" (البقرۃ:183)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ روزے کا اصل مقصد تقویٰ یعنی نفس کی تربیت ہے۔ روزہ انسان کو بھوک اور پیاس کی آزمائش سے گزار کر صبر و ضبط کا پیکر بناتا ہے۔ تقویٰ وہ اندرونی روشنی ہے جو انسان کو گناہوں سے بچاتی اور ایمان کو مضبوط کرتی ہے۔

رمضان کے فضائل:

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص ایمان اور اجر کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے، اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

یہ حدیث رمضان کے ان عظیم روحانی انعامات کی طرف اشارہ کرتی ہے جو بندۂ مومن کو حاصل ہوتے ہیں۔ روزے انسان کے باطن کو جِلا دیتے ہیں، دل کو نرم اور روح کو مطمئن کرتے ہیں۔

رمضان: تربیت گاہِ تقویٰ:

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: "روزہ دل کو گناہوں کی آلودگی سے پاک کرتا ہے اور روح کو صفائے باطن عطا کرتا ہے۔" (احیاء علوم الدین)

رمضان ایک ایسی روحانی درسگاہ ہے، جہاں بندہ اپنی خواہشات کو قابو میں رکھنا سیکھتا ہے۔ بھوک اور پیاس کے ذریعے انسان اپنے رب کے قریب ہوتا ہے اور غریبوں کے دکھ درد کو محسوس کرتا ہے۔ یہ احساسِ انسانیت ہی روزے کا اصل کمال ہے۔

نزولِ قرآن اور رمضان:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی ہے اور فیصلے کی روشن باتوں پر مشتمل ہے۔" (البقرۃ:185)

قرآن اور رمضان کا رشتہ باہمی نور کا ہے۔ یہ مہینہ ہمیں قرآن کے ساتھ تعلقِ قلبی اور عملی زندگی میں اس کے نفاذ کا درس دیتا ہے۔ بندہ جب تلاوت، ذکر اور دعا میں مشغول ہوتا ہے تو اس کے باطن میں نور کی کرنیں اُترتی ہیں۔

روزے کی تربیت اور عملی زندگی:

روزہ ہمیں ضبطِ نفس، شکر گزاری، تحمل اور دوسروں کے لیے ایثار کا درس دیتا ہے۔ رمضان کی تربیت یہی ہے کہ بندہ سارا سال اپنے اعمال میں پاکیزگی اور نیت میں اخلاص پیدا کرے۔ یہی تربیت انسان کو حقیقی کامیابی کی طرف لے جاتی ہے، جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے

یہ شعر روزے کی روح کو بلیغ انداز میں بیان کرتا ہے۔۔۔ جب بندہ خواہشات پر قابو پالیتا ہے تو اس کی رضا، رضائے الٰہی میں ڈھل جاتی ہے۔

ہو گی اور اگر تھوک زیادہ ہے اور خون کم ہے تو روزہ فاسد نہیں ہو گا۔

4 پائریا ایک مستقل مرض ہے اور پائریا کی پیپ منہ ہی میں پیدا ہوتی ہے، اس سے احتراز ممکن نہیں، ساتھ ساتھ پیپ کی مقدار کم اور تھوک سے مغلوب ہوتی ہے، اس لیے پائریا کی پیپ مفسدِ صوم نہیں ہو گی۔

5 اگر روزے کی حالت میں دانت نکلوایا اور خون پیٹ میں چلا گیا تو روزہ فاسد اور قضا لازم ہو گی۔

6 آنکھ میں دوائی اور سرمہ ڈالنے اور جسم کے اوپر تیل لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیوں کہ آنکھ، جسم، دماغ اور معدہ کے درمیان کوئی راستہ نہیں، جب کہ روزہ فاسد ہونے کے لیے کسی چیز کا جوفِ معدہ تک پہنچنا ضروری ہے، البتہ اگر منہ، کان، ناک، چھوٹے اور بڑے پیشاب کی جگہ، پیٹ اور کھوپڑی کے اندرونی زخم کی راہ سے کوئی چیز جوفِ معدہ اور دماغ تک پہنچ جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا، جسم پر تیل لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

7 عود اور اگربتی کا دھواں اگر روزہ دار نے قصداً منہ میں داخل کیا اور وہ اندر چلا گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا، قضا لازم ہو گی، اور اگر بلا قصد و ارادہ خود بخود داخل ہو گیا تو روزہ فاسد نہیں ہو گا۔

8 حقّہ اور سگریٹ پینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، اگر نسوار حلق میں چلی جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

9 اگر عورت کو روزہ کی حالت میں حیض آ جائے تو وہ بقیہ دن کھا پی سکتی ہے، روزہ دار کی طرح رہنا ضروری نہیں۔

10 اگر عورت رمضان کے دن میں حیض و نفاس سے پاک ہو گئی تو بقیہ دن روزہ دار کی مانند رہے، اس کے لیے کھانے پینے کی اجازت نہیں ہے اور بعد میں اس روزے کی بھی قضا کرے۔

11 کلی کرتے وقت اگر پانی حلق میں چلا گیا اور روزہ یاد تھا تو روزہ فاسد ہو جائے گا، قضا لازم ہو گی۔

12 پانچ اعذار ایسے ہیں جن کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے:

1 ایسا شدید مرض جس کی وجہ سے روزہ کی سکت نہ ہو یا روزہ سے مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو، عذر ختم ہونے کے بعد قضا لازم ہے۔

2 3 حاملہ اور بچے کو دودھ پلانے والی عورت جن کو روزے سے اپنی جان یا بچے کو ایذا و تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو، عذر ختم ہونے کے بعد قضا لازم ہے۔

4 شرعی مسافر، مقیم ہونے کے بعد قضا لازم ہے۔

5 ایسا سن رسیدہ ضعیف (بوڑھا، بڑھیا) جو روزہ نہ رکھ سکتا ہو، معذور ہو، ہر روزہ کے عوض ایک ایک فدیہ ادا کرے گا۔ اگر فدیہ ادا کر دینے کے بعد اللہ تعالیٰ روزہ رکھنے کی طاقت عطا فرمائے تو فوت شدہ روزوں کی قضا لازم ہو گی۔

توبہ اور اس کے فائدے

میمونہ عظیم

خیر و شر کا مادّہ: انسان کے عنصر میں جیسے خیر کا مادّہ ہے، اسی طرح ایک مادّہ شر کا بھی ہے، جب وہ غالب آجاتا ہے تو انسان گناہ کر بیٹھتا ہے اور بسا اوقات اتنا بڑا گناہ کر بیٹھتا ہے کہ جس کے نقصان کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ازالہ ممکن تو نہیں ہوتا، لیکن وہ ربّ تو ماں سے ستّر گنا زیادہ پیار کرنے والا ہے اور اس کی رحمت بہت وسیع ہے۔ مالکِ دو جہاں صرف ایک دفعہ صدقِ دل سے فقط ایک فقرہ "اللہ میری توبہ" کہنے سے معاف فرما دیتا ہے۔

خطا، کم زوری اور گناہ اگرچہ انسان کی فطرت کا حصہ ہیں، لیکن ان پر مداومت خسارہ ہی خسارہ ہے، کیوں کہ یہ مداومت گناہ کی قباحت دل سے ختم کر دیتی ہے اور نعوذ باللہ پھر بعید نہیں کہ توبہ کی توفیق ہی سلب ہو جائے۔

لفظِ توبہ: توبہ کا لفظ چھوٹا ضرور ہے، مگر پہاڑوں سے بڑے اور ریت کے ذرّوں سے بڑھ کر گناہوں کی معافی کو متضمن کیے ہوئے ہے۔ توبہ فقط ایک لفظ ہے، لیکن اس کا مفہوم وسیع ہے، اس وجہ سے توبہ کے فضائل و فوائد ذکر کرنے سے پہلے مفہوم پر روشنی ڈالنا ضروری ہوگا۔

توبہ کی حقیقت و قبولیت: توبہ کے لغوی معنیٰ "رجوع کرنے اور پلٹنے" کے ہیں۔ یعنی گناہوں کو چھوڑ کر خلوصِ دل کے ساتھ اللہ کی جانب پلٹ آنا توبہ کہلاتا ہے، نیز توبہ کی قبولیت کے لیے گناہ میں ملوث بندے کا اس گناہ کو فی الفور چھوڑ دینا اوّلین شرط ہے اور اسی طرح ندامت و آئندہ نہ کرنے کا عزم بالجزم کرنا بھی قبولیتِ توبہ کا تتمہ ہے، یہی وجہ ہے کہ کلامِ الٰہی میں توبہ کے ساتھ "نصوح" کا لفظ مذکور ہے:

ارشاد باری ہے: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا (التحریم: 8)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی جانب سچی (اخلاص کے ساتھ) توبہ کرو۔

نصوح کے معنیٰ "اخلاص" کے ہیں، یعنی صدقِ دل سے اللہ کی جانب رجوع کرنا نہ کہ توبہ کو مذاق بنانا، اسی طرح آئندہ گناہ سے بچنا نہ کہ توبہ کو بار بار توڑ کر دوبارہ ان گناہوں پر جری ہونا۔ ندامت بڑے سے بڑے گناہ کو بہا کر لے جاتی ہے اور گناہوں پر نادم بندے سے اللہ تعالیٰ بہت زیادہ پیار کرتے ہیں۔

پھر توبہ کے بعد آئندہ گناہوں سے بچنے کی کوشش جاری رہے، ہاں البتہ اگر گناہ پھر سے سرزد ہو جائے تو بابِ رحمت مقفّل نہیں، اگر پھر سے توبہ کی جائے تو اُمید ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ ضرور قبول فرمائیں گے۔

توبہ کی شرائط: قبولیتِ توبہ (جس پر توبہ نصوح کا جز صادق آتا ہے) کی تین شرائط ہیں:

(1) **گناہ کا چھوڑ دینا** یعنی توبہ کرتے وقت اس گناہ میں ملوث ہے تو فی الفور چھوڑ دے، ورنہ یہ توبہ نہیں، اللہ کے ساتھ (العیاذ باللہ) مذاق کہلائے گی۔

(2) **گناہ پر نادم ہونا** توبہ کرتے وقت ندامت بھی شرط ہے، کیوں کہ ندامت و شرم ساری دوبارہ اس گناہ پر جری کرنے سے روکے گی اور ربّ کو بھی ایسے عاجز اور گناہوں پر نادم بندے محبوب ہوتے ہیں۔

(3) **آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم** جس گناہ سے توبہ کرے، آئندہ نہ کرنے کا عزم بالجزم ہو اور پھر بچاؤ کی کوشش بھی، لیکن اگر کبھی وہ گناہ ہو جائے تو پھر توبہ کرے۔

توبہ کے فضائل: اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت بیان کروں کہ مولا بندے کی توبہ سے بہت خوش ہوتے ہیں جیسا کہ حدیثِ پاک میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"اللہ تعالیٰ ایک گنہگار کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے، جس کا صحرا میں اونٹ گم ہونے کے بعد اچانک سے مل جائے۔" (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ گناہ گار بندے کی توبہ کے انتظار میں ہوتا ہے اور جب وہ توبہ کے لیے اپنے لب ہلاتا ہے، اُدھر معافی کا پروانہ مل جاتا ہے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے: "اللہ رات کو ہاتھ پھیلاتا ہے، تاکہ دن بھر کے گناہگار توبہ کریں اور دن میں ہاتھ پھیلاتا ہے، تاکہ رات بھر کے گناہگار توبہ کریں۔"

قرآنِ پاک میں ارشاد باری ہے: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (البقرۃ: 222)

بیشک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

ربّ کے اصول منفرد اور بڑے پیارے ہیں، بڑے سے بڑا گناہ کرنے والا بندہ بھی ربّ کی رحمت سے مایوس نہیں، قبولیتِ توبہ کے بعد نہ تو طعنہ ملتا ہے اور نہ طنز اور نہ قیامت والے دن ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، لہٰذا عاصی جب بھی توبہ کرتا ہے، اللہ جلّ شانہٗ نامۂ اعمال سے اس کے گناہ کیا گناہ کا نام و نشان مٹا بھی دیتے ہیں۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ (زادُ الطّالبین)

گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے، جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

سبحان اللہ! ایسے تائب کو خوش نصیب نہ کہیں تو پھر کیا کہیں!

ہمارے پیارے نبی ﷺ معصوم و مغفور ہونے کے باوجود بھی کثرت کے ساتھ استغفار فرمایا کرتے تھے۔

حبیبِ مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں دن میں ستّر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا ہوں۔"

ایک روایت میں 100 کا بھی ذکر آتا ہے۔

بہر حال! اس حدیثِ پاک سے امت کو استغفار کی تعلیم دینے کے ساتھ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ فقط گناہ گار شخص پر ہی استغفار لازم نہیں بلکہ ایک مؤمن بندے کا شعار ہے، جو اس کی عاجزی و انکساری پر دلالت کرتا ہے اور ایسا بندہ ربّ کو بڑا محبوب ہوتا ہے۔

توبہ کے فوائد و ثمرات: سچی توبہ انسان کی شخصیت بدل دیتی ہے اور بندے کا اللہ کی جانب بار بار رجوع اور استغفار کرنا دل میں عجز اور گناہ سے نفرت پیدا کر دیتا ہے۔ توبہ سے عبادت میں لذّت آتی ہے اور رزق میں برکت، نعمتوں میں اضافہ اور معاملات میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح عبادات میں لذّت و مٹھاس محسوس ہوتی ہے۔ اس کے برعکس گناہوں کی نحوست اور توبہ نہ کرنے سے رزق و عمر میں کمی آجاتی ہے۔ صرف یہی نہیں، نعمتوں میں کمی ہونے کے ساتھ اصل سرمایہ سکونِ زندگی سلب ہو جاتا ہے۔ (العیاذ باللہ) اللہ پاک ہمیں اور ہر مسلمان کو صدقِ نیت سے توبہ نصوح کی توفیق عطا فرمائے۔

ملاحظہ: گناہ ہو جانے پر توبہ کرنا اور بات ہے اور گناہ ہی اس نیت سے کرنا کہ توبہ کر لیں گے، اللہ تعالیٰ صفتِ رحمانی اور توابی کو سوچ کر گناہ کیے جانا جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کو ناراض کیے جانے والی بات ہے۔ پتا نہیں توبہ کا وقت ملتا ہے یا نہیں اور شیطان جو گھات میں لگا ہوا ہے، وہ توبہ کرنے بھی دیتا ہے یا نہیں۔

آئیے اپنا محاسبہ کریں!

حکیم شمیم احمد

رمضان المبارک تقویٰ حاصل کرنے اور تربیت کا مہینہ ہے۔ تزکیۂ نفس اور اپنے روٹھے ہوئے مولا کو منانے کا مہینہ ہے۔ ہمیں مصمّم ارادہ کرلینا چاہیے کہ جس طرح اس مہینے میں کثرتِ تلاوت اور ذکر اور اذکار کرتے ہیں، اسی طرح بقیہ زندگی میں بھی خشوع خضوع کے ساتھ نیک اعمال کریں گے اور آخرت بنانے اور سنوارنے کی فکر کریں گے۔ ہم خود کو دین دار سمجھتے ہیں اور یہ اُمید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری دین داری کا صلہ عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری دین داری کو شرفِ قبولیت بخشے، لیکن سوچنا چاہیے کہ کیا ہم نے کبھی اپنی دین داری کا محاسبہ بھی کیا ہے؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ روزِ محشر ہماری فلاح و نجات کا فیصلہ اس بنیاد پر نہیں ہوگا کہ ہم اپنی نظر میں دین دار تھے اور اپنی سمجھ کے مطابق دین کے مطالبے پورے کر رہے تھے بلکہ فیصلہ اس بنیاد پر ہوگا کہ اللہ کی نظر میں واقعی دین دار ہیں یا نہیں؟ ہوسکتا ہے کہ لوگ ہمیں دین دار ہی نہیں بلکہ دین کا داعی بھی تسلیم کر رہے ہوں، لیکن اللہ کی نظر میں ہماری دین داری ویسی نہ ہو جو اللہ کو مطلوب ہے، ہمیں قدم بڑھانے سے پہلے اپنی دین داری اور اپنی روش کا جائزہ لینا چاہیے۔ اس معاملے میں لاپروائی اور تساہل برتیں گے تو اپنے ساتھ ظلم کریں گے۔

کل ہماری دین داری کا فیصلہ ہوگا اور انجام ہمارے سامنے آئے گا۔ یہ انجام انتہائی خوش کن بھی ہوسکتا ہے اور بھیانک بھی۔۔۔ یہ کل بہت قریب ہے۔ اس کے لیے سورج ڈوبنے اور طلوع ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ ”یہ کل کسی وقت بھی شروع ہوسکتی ہے۔“ اس کا آغاز بس ہماری آنکھ بند ہونے کا منتظر ہے اور یہ آنکھ کسی بھی وقت بند ہوسکتی ہے۔ کچھ نہیں معلوم موت کب اور کس حالت میں آجائے اور فکر اور عمل کی یہ مہلت ختم ہوجائے تو یہ مہلت پھر کبھی نہ ملے۔ ابھی وقت ہے، تنہائی میں بیٹھ کر اپنا محاسبہ کرلینا چاہیے!!!

ہوسکتا ہے ہم اپنی دانست میں دین پر عمل کر رہے ہوں اور معاشرے میں دین دار مسلمان کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہوں، لوگ ہماری ذات سے دین کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوں۔ بہت ممکن ہے یہ باتیں اور انداز پڑھنے سننے والوں کے مزاج اور طبیعت پر سخت گراں ہوں، لیکن اپنے ساتھ اور اپنے اہل و عیال و دوست احباب کے ساتھ خیر خواہی یہی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو اور آپس میں آخرت کی طرف متوجہ کریں، کیوں کہ فی الحال موقع ہے توبہ کا! خود کو تبدیل کرنے کا! رجوع الی اللہ کا! جب تلافی کی کوئی شکل نہیں ہوگی، اس وقت ہم چاہ کر بھی یہ موقع حاصل نہیں کر سکیں گے۔ قرآنِ کریم میں ہے:

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ یقیناً تمہارے ان سب اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔“

بے شک اسلام کا نام لینے والوں میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو ”کل کی فکر“ سے بے نیاز ہیں۔ ان کو صرف آج سے شغف ہے۔ وہ ہرگز نہیں چاہتے کہ کل کی فکر سے اپنے ذہن کو بوجھل بنائیں۔ وہ صرف اس لیے جی رہے ہیں کہ دادِ عیش ملے۔ یقیناً ہمیں ایسے لوگوں سے بھی مخاطب ہونا چاہیے، لیکن ہم لوگ چوں کہ دین داری اور آنے والی کل کی فکر رکھنے کا دعویٰ رکھتے ہیں، اس لیے ہمیں آپس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی کے پیشِ نظر ایک دوسرے کو تلقین کرنا چاہیے۔ مجھے اور آپ کو ”کل کی فکر“ کا دعویٰ ہے، اس لیے ہمیں سوچنا چاہیے کہ دین کے معاملے میں ہمارا اندازِ فکر اور عمل واقعی وہی ہے جو ہم سے اللہ کو مطلوب ہے اور جس سے صلہ پانے کی توقع میں ہم یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔۔۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کل فیصلے کے دن اللہ ہماری دین داری ہمارے منہ پر دے مارے اور کہے تم نے میرے دین کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھال لیا تھا، اپنی خواہشات کو میرے دین کے تابع نہیں بنایا تھا، تم مومن نہیں ہو، میرے رسول اللہ ﷺ نے تمھیں صاف صاف بتادیا تھا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ (مشکوٰۃ)

”تم میں سے کوئی مومن نہیں ہے، جب تک اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ ہوجائے جو میں لے کر آیا ہوں۔“

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا رَهْبَانِيَّةَ فِی الْاِسْلَامِ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

اس نقطۂ نظر کا حاصل یہ کہ دنیا کے ساتھ ساتھ دین کو اپنایا جائے۔ دنیا کی نعمتیں اور ترقیاں نظر انداز کرنے کی چیزیں نہیں ہیں۔ یہ دنیا کی رنگینیاں یہ حسن و جمال یہ سکون اور آسائش، یہ عیش اور لذّت کے سامان یہ کیف اور مستی کے اسباب یہ گوناگوں نعمتیں اس لیے ہیں کہ اللہ کے بندے اس سے فائدہ اٹھائیں اور لطف اندوز ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ جس قدر ممکن ہو دین کے اصول اور احکام کی بھی پابندی کی جائے۔ دین ترکِ دنیا کا سبق نہیں دیتا، وہ دنیا میں رہنے اور دنیا برتنے کے احکام دیتا ہے اور اس سے ہرگز نہیں روکتا کہ آدمی اس سے اپنی دنیا بنائے۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہم نے دین داری کا یہ نہایت جامع تصوّر اپنا رکھا ہے کہ دنیا میں رہ کر دین کے تقاضے پورے کر رہے ہیں اور صحیح تصوّر کے ساتھ دنیاوی زندگی گزار رہے ہیں۔ صحیح جذبات کے ساتھ دین کی راہ پر چلنے کا ارادہ اچھی بات ہے، لیکن شیطان اپنی چالوں سے ہمہ وقت ہمیں نشانہ بنانے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ اس لیے اس کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے، کہیں ایسا تو نہیں ہم اندر سے دنیا پرست ہوں اور باہر دینی خول چڑھا ہوا ہوں اور یہ بھی تو خطرہ ہے۔ یہ دین ہم نے اپنی دنیا بنانے کا ذریعہ بنا ہوا ہو۔

بے شک ہم لوگوں کو دین کی طرف متوجہ بھی کرتے ہیں۔ ہم میں سے بہت سے لوگ حکیمانہ اور شیریں اندازِ کلام سے انھیں متاثر بھی کرتے ہیں۔ منبر سے پُراثر تقریریں بھی کرتے ہیں۔ کچھ لوگ لکھنے میں بہت ماہر ہوتے ہیں، اس طرح کسی کی تحریر اور کسی کی تقریر

نیکیوں کا سیزن

امِ رومان بنتِ عبدالماجد

رمضان کا مقدّس ماہ ہمیں ایک بار پھر نصیب ہو چکا ہے۔ یہ مہینا مغفرت، توبہ و استغفار، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور جہنم سے نجات کا مہینا ہے۔ رمضان عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں ”جلا کر ختم کر دینے والا۔“

یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا حسین کرشمہ ہے کہ اس نے اپنی مخلوقات میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی؛ بعض انسانوں کو بعض پر، بعض مہینوں کو بعض مہینوں پر اور بعض راتوں کو بعض راتوں پر فوقیت بخشی۔ دنیا میں انسان تو بہت ہیں، مگر سب سے بلند مقام و مرتبہ انبیائے کرام علیہم السّلام کو حاصل ہے۔ اسی طرح مہینے بھی بہت ہیں، مگر رمضان المبارک سب سے زیادہ برکت اور فضیلت کا حامل ہے۔

◆ رمضان وہ مقدّس مہینا ہے، جسے سال کے دیگر مہینوں پر خصوصی فضیلت حاصل ہے۔ اس میں شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں، ہر نیکی کا ثواب ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔

◆ رمضان نیکیوں کا وہ سیزن ہے، جس میں چھوٹا سا عمل بھی عظیم اجر بن جاتا ہے۔ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ یہ رحمت، مغفرت، جہنم سے نجات اور قربِ الٰہی حاصل کرنے کا خاص مہینا ہے۔

◆ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرشتے یہ ندا لگاتے ہیں:

”اے بدی کرنے والے! رُک جا اور اے نیکی کے طالب! آگے بڑھ۔۔۔!“

◆ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش سے ایک ہوا چلتی ہے، جس کے جھونکوں سے جنّت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بھی بجنے لگتے ہیں۔

◆ اس ماہِ مبارک میں زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقات بھی زیادہ سے زیادہ دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔ احادیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی سخاوت ویسے تو پورا سال ہی موجزن رہتی تھی، مگر رمضان المبارک میں آپ ﷺ کی سخاوت تیز ہواؤں کی مانند ہوتی تھی۔

لہٰذا ہمیں بھی رمضان المبارک کی قدر کرنی چاہیے، صدقات کی کثرت کرنی چاہیے، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہیے۔ ہاتھوں سے کام کرتے ہوئے اور زبان پر ذکرِ الٰہی جاری رکھیں، سابقہ گناہوں پر ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور پکی سچی توبہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔

اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعاؤں کی کثرت کریں۔ رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، رحمت کی گھٹائیں برس رہی ہیں اور ربِّ کریم کی جانب سے پکار دی جا رہی ہے:

”ہے کوئی مانگنے والا کہ میں اسے عطا کروں۔۔۔؟“

ہمیں چاہیے اپنے لیے، اپنے اہلِ خانہ کے لیے، ملک و ملت کے لیے اور عالمِ اسلام کے لیے دل کھول کر دعائیں مانگیں۔ سحر و افطار کے مواقع پر غریب پڑوسیوں، طلبہ، یتیموں اور بیواؤں کا خاص خیال رکھیں۔ صبح و شام درود شریف، استغفار اور تیسرے کلمے کی تسبیحات کی پابندی کریں۔

جب ہم اس طرح رمضان المبارک کو قدر و احترام کے ساتھ گزاریں گے تو ان شاءاللہ یہ رمضان ہماری زندگی کا یادگار رمضان بن جائے گا، جو ہمارے پورے سال بلکہ پوری زندگی کا رُخ بدلنے کا سبب بنے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

کے ہر طرف چرچے ہوتے ہیں، لیکن کہیں یہ تصنّع تو نہیں یا شہرت حاصل کرنے کا ذریعہ تو نہیں یا پھر دنیا کمانے کے لیے دھندا اور ذریعہ تو نہیں۔۔۔ اپنی بابت ہر شخص خود فیصلہ کر سکتا ہے۔ تنہائی میں بیٹھ کر اپنے دل کو ٹٹولنا چاہیے۔ خود کو پرکھنا چاہیے اور فیصلہ کرنا چاہیے کہ کتنی حقیقت ہے اور کتنی بناوٹ کتنی خدا پرستی ہے اور کتنی دنیا پرستی۔۔۔ یہودیوں کی بابت قرآن کہتا ہے نا، وہ تھوڑی قیمت پر اللہ کی آیات کو بیچتے تھے۔ آج کے ادیب اور خطیب کیا پتا زیادہ قیمت پر یہ کام انجام دے رہا ہوں۔ بے شک دوسروں کی نیت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں یا نیت رکھنے والا خود جانتا ہے۔ اس لیے وقتاً فوقتاً اپنی نیت کو ٹٹولتے رہنا چاہیے، اگر تنہائی میں خوب چھان پھٹکنے کے بعد یہ نظر آئے کہ ہم غلط نہیں کر رہے۔ نیت بھی ٹھیک ہے، کام بھی ٹھیک ہے تو اس پر پھر نازاں ہونے سے بچنا چاہیے اور اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس سے مانگتے رہنا چاہیے کہ وہ ہمیں اپنی نیتیں اور اعمال درست رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم مسافر ہیں اور مسافر راستے کی ہر چیز سے فائدہ اٹھاتا ہے، لیکن اس کی نگاہ ہمہ وقت منزل پر رہتی ہے۔ اگر اس کا سفر اس لیے ہو کہ اس کے ذریعے اسے اپنی منزل کو سنوارنا اور کامیاب بنانا ہے تو وہ سفر کی اس پوری مہلت میں ہر چیز کو اسی حیثیت سے دیکھے گا اور صرف اتنا ہی تعلق رکھے گا، جتنا اس کے مقصد اور منزل کے لحاظ سے ناگزیر ہو گا۔ سفر کے دوران ملنے والی نعمتوں اور آسائشوں کے پیچھے وہ اس طرح ہر گز نہیں پڑے گا کہ اپنی منزل بھول جائے اور سفر ہی کو منزل بنا بیٹھے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ایک حدیث میں نہایت جامع انداز میں اس نقطۂ نظر کو بیان فرمایا ہے اور اس کی تائید اور تصدیق قرآن و سنت کی روشنی میں ہوتی ہے۔

إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَإِنَّ اللهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا (صحیح مسلم)

”بے شک یہ دنیا بڑی شیریں، شاداب اور دلکش ہے۔ اللہ نے اس میں تمھیں جانشین مقرر کیا ہے، تاکہ وہ تمھیں جانچے کہ تم کیا روِش اختیار کرتے ہو، پس دنیا سے بچ کر رہو۔۔۔“

رمضان کی برکتیں

ریمانور رضوان

پہلا حصہ

رمضان المبارک محض ایک مہینہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ وہ عظیم روحانی موسم ہے جو انسان کی پوری زندگی کا رخ بدل دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ مہینہ رحمتوں، برکتوں، مغفرت اور نجات کا پیغام لے کر آتا ہے۔ قرآنِ کریم کے نزول کا مہینہ، نفس کی تربیت کا مہینہ، صبر و شکر کی مشق کا مہینہ اور بندے کو اس کے رب سے جوڑنے کا سب سے مضبوط ذریعہ رمضان المبارک ہی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو رمضان انسان کے باطن میں ایک خاموش مگر گہرا انقلاب برپا کرتا ہے، جو ظاہری عبادات سے شروع ہو کر اخلاق، کردار اور معاشرتی رویّوں تک پھیل جاتا ہے۔ رمضان کی سب سے پہلی اور بنیادی برکت یہ ہے کہ یہ انسان کو تقویٰ عطا کرتا ہے۔

روزہ صرف بھوکا پیاسا رہنے کا نام نہیں بلکہ خواہشات کو لگام دینا، گناہوں سے بچنا، زبان، آنکھ، کان اور دل کی حفاظت کرنا ہے۔ جب انسان اللہ کے حکم پر حلال چیزوں سے بھی رک جاتا ہے تو اس کے دل میں اللہ کی عظمت راسخ ہو جاتی ہے اور یہی عظمت اسے حرام سے بچنے کی طاقت دیتی ہے۔

رمضان کی دوسری عظیم برکت قرآن سے تعلق کی تجدید ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں آسمانی ہدایت کا نزول ہوا۔ عام دنوں میں ہم قرآن کو الماریوں میں سجا کر رکھتے ہیں، مگر رمضان ہمیں قرآن سے دوبارہ جوڑ دیتا ہے۔ تراویح میں اس کی تلاوت، گھروں میں روزانہ کی قراءت، ترجمہ اور تفسیر کا اہتمام—یہ سب رمضان کی روح کو زندہ کرتے ہیں۔ قرآن صرف پڑھنے کی کتاب نہیں بلکہ زندگی گزارنے کا دستور ہے، اور رمضان ہمیں یہ احساس دلاتا ہے کہ اگر ہماری زندگی قرآن کے مطابق نہیں تو ہماری عبادات بھی ادھوری ہیں۔

رمضان المبارک کی ایک اور بڑی برکت دلوں کی نرمی اور آنکھوں کی نمی ہے۔ یہ مہینہ انسان کے دل کو نرم کر دیتا ہے۔ سحر و افطار کے لمحات، دعاؤں کی قبولیت کی امید، گناہوں پر ندامت یہ سب مل کر انسان کو رلا دیتے ہیں اور یہی آنسو اللہ کے نزدیک سب سے قیمتی ہوتے ہیں۔ حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے رو پڑے، اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔ رمضان انسان کو یہی خوفِ خدا اور امیدِ رحمت دونوں عطا کرتا ہے۔

رمضان کا ایک روشن پہلو معاشرتی برکات ہیں۔ اس مہینے میں انسان بھوک کا ذائقہ چکھتا ہے، جس سے اسے غریبوں، مسکینوں اور مجبوروں کا احساس ہوتا ہے۔ یہی احساس صدقہ و خیرات، زکوٰۃ اور فطرانے کی صورت میں عملی شکل اختیار کرتا ہے۔ افطار دستر خوان، مساجد میں اجتماعی افطار، ضرورت مندوں کی مدد یہ سب رمضان کے تحفے ہیں جو معاشرے میں ہمدردی، بھائی چارے اور مساوات کو فروغ دیتے ہیں۔ یوں رمضان فرد کو نہیں بلکہ پورے معاشرے کو سنوارتا ہے۔

رمضان المبارک کی ایک عظیم برکت گناہوں کی مغفرت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

یہ مہینہ ہمیں ایک نیا آغاز فراہم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس مہینے میں جوش میں ہوتی ہے اور جہنم کے دروازے بند جبکہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ یہ اعلانِ رحمت اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو بخشنے کے لیے بہانے تلاش کرتا ہے۔ یوں تو موت سے پہلے توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوتا ہے لیکن رمضان میں توبہ کرنے، گناہ چھوڑنے اللہ سے قرب کے زیادہ مواقع ملتے ہیں۔

رمضان کی راتیں دنوں سے بھی زیادہ بابرکت ہیں۔ خصوصاً لیلۃ القدر وہ رات جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یہ رات ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ اللہ کے نزدیک معیار مقدار نہیں بلکہ اخلاص ہے۔ ایک رات کی سچی عبادت پوری زندگی پر بھاری ہو سکتی ہے۔ لیلۃ القدر کی تلاش ہمیں عبادت میں تسلسل، عاجزی اور یکسوئی سکھاتی ہے۔ یہ رات انسان کو اس کی اصل حقیقت یاد دلاتی ہے کہ وہ کمزور ہے مگر اس کا رب بے حد کریم ہے۔

رمضان المبارک کردار سازی کا مہینہ بھی ہے۔ سچ بولنا، وعدہ پورا کرنا، غصے پر قابو پانا، معاف کرنا۔ یہ سب خوبیاں رمضان میں پروان چڑھتی ہیں۔ روزہ دار کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی اسے گالی دے یا لڑنے پر آمادہ ہو تو وہ کہہ دے۔

''میں روزے سے ہوں'' یہ جملہ صرف زبان کا نہیں بلکہ کردار کا اعلان ہے۔ اگر رمضان کے بعد بھی ہماری زبان، رویّہ اور اخلاق ویسے ہی رہیں جیسے پہلے تھے تو ہمیں اپنے روزوں کا محاسبہ کرنا چاہیے۔

رمضان ہمیں وقت کی قدر سکھاتا ہے۔ سحر سے افطار تک کا نظم، نمازوں کی پابندی، تلاوت کا معمول یہ سب انسان کو منظم بناتے ہیں۔ جو شخص رمضان میں وقت کی قدر سیکھ لیتا ہے، وہ سال بھر اس نعمت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رمضان ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ کامیاب زندگی کے لیے نظم و ضبط، قربانی اور استقامت ناگزیر ہیں۔

رمضان المبارک کی برکات کا سب سے حسین پہلو یہ ہے کہ یہ امید پیدا کرتا ہے۔ گناہ گار کے لیے مغفرت کی امید، مایوس کے لیے رحمت کی امید، ٹوٹے دل کے لیے رب سے قرب کی امید یہ مہینہ بتاتا ہے کہ اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ چاہے انسان کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو، رمضان کے دروازے اس کے لیے بھی کھلے ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ رمضان المبارک ایک مہینہ نہیں بلکہ ایک تربیتی مدرسہ ہے۔ خوش نصیب وہ ہیں جو اس مدرسے سے فیض یاب ہو کر نکلتے ہیں اور اپنی باقی زندگی کو بھی رمضان کی روشنی میں ڈھال لیتے ہیں۔ اصل کامیابی یہی ہے کہ رمضان کے بعد بھی ہماری نمازیں باقی رہیں، قرآن سے تعلق قائم رہے، گناہوں سے نفرت اور نیکی سے محبت برقرار رہے۔

(جاری ہے)

رمضان کے پرنور لمحات

حفظِ قرآن کا سنہری موقع

عمران نعمت اللہ

خاموش المیہ:

رمضان المبارک کی پُرنور ساعتیں ہم پر سایہ فگن ہیں۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کی ہر گھڑی رحمتوں، برکتوں اور مغفرتوں کی امین ہے۔ ایک مسلمان کے لیے اس ماہ کا سب سے قیمتی تحفہ اللہ ربُّ العزّت کی کتاب 'قرآنِ مجید' ہے، جس کا نزول اسی ماہِ مبارک میں ہوا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا)۔ قرآن اور رمضان کا رشتہ ایسا ہی ہے جیسے روح کا جسم سے ہوتا ہے۔ اسی لیے اس ماہ میں تلاوتِ قرآن کا ذوق و شوق دیدنی ہوتا ہے۔ مساجد سے لے کر گھروں کے گوشوں تک، ہر طرف وحیِ الٰہی کی گونج سنائی دیتی ہے، لیکن آج میں آپ کی توجہ اس تلاوت سے ایک قدم آگے، ایک ایسی محرومی کی طرف دلانا چاہتی ہوں، جو ہمارے معاشرے میں ایک خاموش المیے کی طرح جڑ پکڑ چکی ہے اور وہ ہے ''حفظِ قرآن'' سے ہماری دوری اور بیگانگی۔

ایک سماجی رویے کا تجزیہ:

ہمارے معاشرے میں حفظِ قرآن کے حوالے سے ایک نہایت محدود اور جامد نظریہ پایا جاتا ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ حفظ کرنا صرف بچپن کا کام ہے یا پھر یہ کچھ مخصوص لوگوں کی ذمہ داری ہے، یعنی کوئی عالم یا عالمہ ہی حفظِ قرآن کر سکتے ہیں۔ جب کسی گھر میں کوئی چھوٹا بچہ یا بچی قرآن حفظ کر رہی ہو تو اسے خوب داد و تحسین کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، لیکن اگر کوئی بڑی عمر کی خاتون یا مرد اس سعادت کا ارادہ کرے تو اسے حیرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے یا ''اب تو وقت نکل گیا'' کہہ کر حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ یہ 'وقت نکل جانے' کا تصوّر دراصل ایک نفسانی دھوکا ہے، جس نے ہمیں کلامِ الٰہی کی برکات سے محروم کر رکھا ہے۔

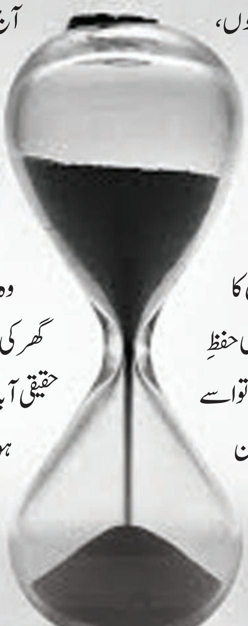

افسوسناک پہلو:

اگر کسی کو بچپن میں مکمل حفظ کی توفیق نہ ملی ہو تو وہ یہ سمجھ کر ہمت ہار بیٹھتا ہے کہ اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ لوگ پوری زندگی ان چند سورتوں اور آخری پارے کی ان چند سورتوں پر گزار دیتے ہیں جو انھوں نے بچپن میں ناظرہ پڑھتے وقت قاری صاحب یا مدرسے کی باجی سے یاد کی تھیں۔ یہاں تک کہ ہماری ہزاروں عالمات بہنیں اور دین کے مختلف شعبوں سے وابستہ افراد سے بھی، جب حفظ کی مقدار پوچھی جائے تو جواب ملتا ہے: ''پارہ عمّ، سورۂ یٰسین، سورۂ ملک یا کچھ اور سورتیں۔'' کیا یہ ہمارے لیے لمحۂ فکریہ نہیں کہ ہم دنیا کے تمام علوم سیکھ لیں، ڈگریاں حاصل کر لیں، گھر بار سنبھالنے کے گر جان لیں، مگر کائنات کے خالق کا کلام ہمارے سینوں میں محفوظ نہ ہو؟ وہ کلام جو تمام علوم کا منبع ہے، جس کی خدمت کے لیے حدیث، تفسیر، فقہ اور بلاغت جیسے عظیم علوم وجود میں آئے۔

اسلاف کی روایت اور ہماری کوتاہی:

اگر ہم تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اسلاف کے ہاں علم کی معراج ہی حفظِ قرآن تھی۔ کسی بھی طالبِ علم کو تب تک دیگر علومِ دین حاصل کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی، جب تک وہ قرآنِ مجید کو اپنے سینے میں محفوظ نہ کر لیتا۔ وہ جانتے تھے کہ جس دل میں اللہ کا کلام نہیں، وہ علم کی حقیقی روشنی جذب نہیں کر سکتا۔ آج ہم یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ ''والدین نے بچپن میں حفظ نہیں کرایا تو ہمارا کیا قصور؟'' لیکن یاد رکھیے! شعور کی منزل پر پہنچنے کے بعد یہ عذر قابلِ قبول نہیں رہتا۔

نبی کریم ﷺ کا وہ فرمانِ عالیشان ہمارے دلوں کو لرزا دینے کے لیے کافی ہے: ''بے شک وہ شخص جس کے سینے میں قرآن کا کچھ حصہ محفوظ نہ ہو، وہ ویران گھر کی مانند ہے۔'' سوچیے! کیا ہم چاہیں گے کہ ہمارا دل ایک ایسے گھر کی طرح ہو جس کے در و دیوار بوسیدہ ہوں، جہاں نہ روشنی ہو نہ مکین؟ دل کی حقیقی آبادی تو اللہ کے کلام سے ہے۔ جتنا زیادہ ہم نے قرآن کو اپنے سینے میں بسایا ہو گا، اتنا ہی ہمارا دل نورِ الٰہی سے منوّر رہے گا۔

رمضان: وقت کا بہترین استعمال:

رمضان المبارک فراغت، یک سوئی، نورانیت اور روحانیت کا بہترین وقت فراہم کرتا ہے۔ اگر ہم اس ماہ میں اپنی معمول کی تلاوت کے ساتھ ساتھ کچھ وقت ''حفظ'' کے لیے بھی مختص کر لیں تو یہ ہماری زندگی کا سب سے بڑا سودا ہو گا۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جس شخص کو قرآن کی مشغولیت کی وجہ سے میرا ذکر کرنے اور مجھ سے دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی، میں اسے مانگنے والوں سے بھی زیادہ عطا کرتا ہوں۔'' اس حدیث کا مفہوم کتنا گہرا ہے! یعنی جب کوئی بندہ اللہ کے کلام کو یاد کرنے یا سمجھنے میں اتنا مگن ہو جائے کہ اسے اپنی ذاتی حاجتیں زبان پر لانے کا وقت نہ ملے تو اللہ تعالیٰ اس کے بن مانگے ہی اس کی تمام آرزوئیں پوری کر دیتا ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی سخی بادشاہ اپنے کسی خاص خادم کو اپنے ہی کام میں مصروف دیکھ کر اس کا حصہ پہلے ہی نکال کر رکھ دیتا ہے۔

اُخروی درجات کی بلندی:

موت کے بعد انسان کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں رہتا، جس سے وہ اپنے درجات بلند کر

سکے، سوائے صدقہ جاریہ کے۔ لیکن قرآن کریم وہ واحد ساتھی ہے جو قبر اور حشر میں بھی انسان کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا: ''قرآن پڑھتا جا اور جنّت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں پڑھا کرتا تھا۔ تیرا مقام وہی ہے جہاں تیری آخری آیت ختم ہو۔'' (ابو داؤد)

ملا علی قاریؒ نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ یہ فضیلت صرف حافظِ قرآن کے لیے ہے، کیوں کہ جنّت کے درجات کی تعداد قرآن کی آیات کے برابر ہے، جو جتنا زیادہ قرآن اپنے سینے میں لے کر اٹھے گا، اس کا ٹھکانا اتنا ہی بلند ہو گا۔ کیا ہم نہیں چاہتیں کہ ہماری آخری منزل جنّت کا سب سے اعلیٰ مقام ہو؟

نفس کے وسوسے اور ان کا علاج:

جب کوئی بڑی عمر میں حفظ کا ارادہ کرتا ہے تو شیطان دو طرح کے وسوسے ڈالتا ہے: ایک عمر کی زیادتی اور دوسرا بھول جانے کا خوف۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کے ہاں کوشش دیکھی جاتی ہے، نتیجہ نہیں۔ اگر آپ پختہ عمری میں حفظ شروع کرتی ہیں، تو آپ کو ایک ایک حرف پر مشقت کی وجہ سے دوہرا اجر ملے گا۔ کیا ہم باقی دنیاوی کاموں میں مشقت نہیں اٹھاتے؟ تو پھر کلام الٰہی کے لیے تھوڑی سی ذہنی تھکن سے کیوں گھبرانا؟

دوسرا وسوسہ ''بھول جانے کا گناہ'' ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ''اگر حفظ کر کے بھول گئے تو سخت وعید ہے۔'' یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ ''میں نئے کپڑے اس لیے نہیں پہنوں گا کیوں کہ وہ میلے ہو جائیں گے۔'' یہ شیطان کا ایک جال ہے، تاکہ وہ آپ کو اس عظیم خیر سے محروم رکھے۔ احادیث میں جو وعید آئی ہے، اس کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو غفلت، لاپروائی اور دنیا میں مست ہو کر قرآن کو بالکل چھوڑ دیں، یہاں تک کہ دیکھ کر پڑھنے کے قابل بھی نہ رہیں۔ اگر آپ مسلسل محنت کر رہی ہیں، بار بار دہراتی ہیں اور پھر بھی ذہن کی کمزوری کی وجہ سے کوئی آیت بھول جاتی ہیں تو آپ اس وعید میں داخل نہیں بلکہ اللہ کی رحمت کے سائے میں ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاقؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''استعداد والے کا بھولنا یہ ہے کہ یاد کیے ہوئے کو بغیر دیکھے نہ پڑھ سکے اور غیر استعداد والے کا بھولنا یہ ہے کہ دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے۔'' فتاویٰ کی کتب میں بھی یہ وضاحت موجود ہے، اس لیے اگر کوئی لڑکی کوشش کے باوجود یاد نہ رکھ سکے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ گناہ تب ہے جب قرآن سے تعلق بالکل توڑ لیا جائے۔

نماز میں خشوع اور حفظ کا اثر:

حفظ کا ایک عملی فائدہ ہماری نمازوں میں نظر آتا ہے۔ جب ہم وہی چند پرانی سورتیں بار بار نماز میں پڑھتے ہیں تو ہمارا ذہن خود بخود ادھر ادھر بھٹکنے لگتا ہے کیوں کہ زبان ایک میکانیکی انداز میں چل رہی ہوتی ہے۔۔۔ لیکن جب ہم کوئی نیا پارہ یا نئی سورت یاد کر کے نماز میں تلاوت کرتے ہیں تو ہمارا دھیان مکمل طور پر الفاظ اور ان کے معانی پر مرکوز رہتا ہے۔ اس سے نماز میں وہ خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہے جو بندگی کی روح ہے۔ پھر نماز میں بغیر دیکھے تلاوت کرنے کا ثواب، عام ناظرہ تلاوت سے کہیں زیادہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نماز میں قرآن کی تلاوت، بغیر نماز کی تلاوت سے افضل ہے۔

زہراوین اور مفصل سورتیں:

اس رمضان میں میرا مشورہ ہے کہ آپ اپنی ہمت کے مطابق ایک ہدف مقرر کریں۔ خاص طور پر ''زہراوین''، یعنی سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران کے حفظ کا ارادہ کریں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قرآن پڑھا کرو، یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کا شفیع بن کر آئے گا۔ دو روشن سورتیں۔۔۔ البقرہ اور آلِ عمران۔۔۔ پڑھا کرو، یہ قیامت کے دن بادلوں کے دو سائبانوں کی طرح یا پرندوں کے دو غول بن کر آئیں گی اور اپنے پڑھنے والوں کا دفاع کریں گی۔ (صحیح مسلم)

سورۂ بقرۃ کے بارے میں تو یہاں تک فرمایا گیا کہ اسے حاصل کرنا برکت ہے اور اسے چھوڑنا حسرت ہے۔ ان کے بعد ''مفصّل کہلانے والی سورتوں'' (سورۂ حجرات سے آخر تک) کی طرف توجہ دیں۔ یہ وہ سورتیں ہیں جو چھوٹی ہیں، مگر معانی کا سمندر اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔

حفظ کا آسان اور سنہری طریقہ مسجدِ نبوی کے امام و خطیب ڈاکٹر عبدالمحسن القاسم نے حفظ کا ایک ایسا طریقہ بتایا ہے جو دنیا بھر میں مقبول اور آزمودہ ہے۔ اس طریقے سے یاد کیا ہوا سبق پتھر پر لکیر کی طرح پختہ ہو جاتا ہے:

1. آیت بہ آیت تکرار: پہلی آیت کو دیکھ کر 20 مرتبہ پڑھیں، پھر دوسری کو 20 مرتبہ، پھر تیسری اور چوتھی کو بھی اسی طرح۔
2. ربط: اب ان چاروں آیات کو ملا کر بغیر دیکھے 20 مرتبہ پڑھیں۔
3. تسلسل: اسی طرح اگلے حصے کو یاد کریں اور آخر میں پورے صفحے کو 20 مرتبہ دہرائیں۔
4. پختگی: اگلے دن نیا سبق شروع کرنے سے پہلے، پچھلے دن کا سبق 20 مرتبہ دہرانا لازمی ہے۔

ایک نئی شروعات:

میری عزیز بہنو! حفظِ قرآن کوئی بوجھ نہیں، جسے جلد سے جلد نمٹا کر فارغ ہونا ہے، بلکہ یہ تو اللہ سے دوستی کا ایک ایسا عہد ہے جو مرتے دَم تک جاری رہنا چاہیے۔ ہر حرف جو آپ کی زبان سے نکلے گا، وہ آپ کے نامۂ اعمال میں 10 نیکیوں کا اضافہ کرے گا۔ حفظ کرتے وقت، دہراتے وقت اور نماز میں پڑھتے وقت۔۔۔ آپ کا ہر لمحہ عبادت میں شمار ہو گا۔

آئیے! اس رمضان المبارک میں ہم یہ عزم کریں کہ ہم اپنے سینوں کو ''ویران گھر'' نہیں رہنے دیں گے۔ ہم اپنی عمر، مصروفیات اور کمزوریوں کے عذر بالائے طاق رکھ کر اللہ کے کلام کو اپنے دلوں میں جگہ دیں گے۔ کیا معلوم کہ ہماری یہی تڑپ اور یہی کوشش کل قیامت کے دن اللہ کی رحمت کو جوش میں لے آئے اور ہمیں ''اصحابِ قرآن'' کی صف میں کھڑا کر دے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس مبارک کام کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے سینوں کو اپنے کلام کے نور سے معمور فرما دے اور قرآن کو ہمارے حق میں بہترین سفارشی بنا دے۔ آمین یا رب العالمین!

روح کی غذا اور جسم کی شفا

منیبہ ایوب

رمضان المبارک تمام مسلمانوں کے لیے رحمتوں اور برکتوں والا ایک خاص مہینا ہے۔ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ہر نیک عمل کا ثواب ستر گنا تک بڑھا دیتا ہے۔ اسی ماہ میں اہلِ اسلام پر روزے فرض کیے گئے ہیں تاکہ ہم اپنے اعمال ناموں کو نیکیوں سے بھر سکیں۔

روزے کے دوران ہمارے جسم کا میٹابولزم (توڑ پھوڑ کا عمل)، سوئچ ہوتا ہے۔ عام حالات میں ہمارا جسم گلوکوز (شوگر) سے توانائی بناتا ہے۔ روزے کی حالت میں گلوکوز کم ہونے کے باعث چربی کو جلا کر توانائی حاصل کی جاتی ہے۔ چربی پگھلنے سے دل پر بوجھ کم ہوتا ہے اور خون کا دباؤ بھی بہتر ہوتا ہے۔ یوں دل کے دورے کا خطرہ نمایاں حد تک کم ہو جاتا ہے۔

انسولین ایک ہارمون ہے، جو خون میں موجود گلوکوز کو خلیوں تک پہنچاتا ہے، تاکہ وہ اپنے افعال انجام دے سکیں۔ بار بار کھانا کھانے سے انسولین مسلسل زیادہ رہتی ہے اور خلیوں کی مدد نہیں کرپاتی۔ روزے میں گلوکوز کی کمی ہونے کی وجہ سے انسولین کی ضرورت میں بھی کمی آتی ہے۔ اس طرح گلوکوز بہتر انداز میں خلیوں تک منتقل ہوتا ہے اور خون میں گلوکوز کی مقدار متوازن رہتی ہے۔ یوں ذیابیطس کے خطرات کم ہو جاتے ہیں۔

روزے کے دوران جسم ری سائیکلنگ سے گزرتا ہے۔ خراب اور کمزور خلیوں کی صفائی ہوتی ہے اور نئے اور بہتر خلیے بنتے ہیں۔ اس عمل سے مدافعتی نظام مضبوط ہوتا ہے، جس کے باعث بیماریوں کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔ تحقیق کے مطابق کینسر کے خدشات میں بھی کمی واقع ہو سکتی ہے۔

روزے کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے افطاری اور سحری کے درمیان تراویح کی نعمت عطا فرمائی ہے۔ اگر افطار میں کھانا زیادہ کھا لیا جائے اور اس کے بعد حرکت نہ ہو تو خون میں گلوکوز کی مقدار بڑھ سکتی ہے۔ تراویح کے دوران رکوع، سجدہ اور قیام کی صورت ہونے والی مسلسل حرکت کے باعث ہمارے پٹھے خون سے گلوکوز جذب کر لیتے ہیں۔ یوں انسولین کی ضرورت خود بخود کم ہو جاتی ہے اور اثر بھی بہتر ہو جاتا ہے۔

اس مسلسل جسمانی حرکت سے دل کی دھڑکن متوازن رہتی ہے اور دل مضبوط ہوتا ہے۔ خون کی رگیں پھیلتی ہیں اور خون کا دباؤ کم ہوتا ہے۔ پریشانی کے ہارمون کم ہو جاتے ہیں، دماغ زیادہ فعال ہوتا ہے اور ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ آنتوں کی حرکت بہتر ہونے سے ہاضمہ بہتر ہوتا ہے۔

رمضان میں افطار کے وقت اکثر پکوڑے کھانے کو دل چاہتا ہے، مگر یہ خواہش صرف دل کی نہیں بلکہ جسم کی بھی ہو سکتی ہے۔ دراصل بیسن پروٹین کا ایک اچھا ذریعہ ہے اور ہمارے جسم کے پٹھے، جلد، ناخن اور حتیٰ کہ بال بھی پروٹین ہی سے بنتے ہیں۔ روزے کے بعد جسم اپنی مرمّت کے لیے پروٹین کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر پکوڑوں میں سبزی شامل کر لی جائے تو ان کے فوائد مزید بڑھ جاتے ہیں۔ اگرچہ پکوڑے غذائیت رکھتے ہیں، مگر نعمت سے فائدہ اسی وقت ہوتا ہے جب اس کی مقدار کا خیال رکھا جائے۔

روزہ جسمانی و روحانی صفائی کا بہترین ذریعہ ہے۔ روزے میں کھانے پینے سے رُکنے پر جسمانی گندگی صاف ہوتی ہے، جبکہ گناہوں سے بچنے پر انسان کی روح پاکیزہ ہو جاتی ہے۔ تراویح ایک طرف قدرتی ورزش ہے تو دوسری طرف اپنے رب سے جڑنے کا ذریعہ بھی۔ یوں ماہِ رمضان ہمیں روح کی غذا اور جسم کی شفا عطا کرتا ہے۔

رمضان کا تحفہ

نمرہ امین

ہماری زندگی میں ایک خوب صورت اور عبادت کے ذوق و شوق کا مہینا رمضان المبارک جب بھی آتا ہے، ہم اس کی آمد کی دل سے تیاری کرتے ہیں۔ اس کے استقبال کے لیے ایک ایک دن گن کے گزارتے ہیں کہ یہ خوب صورت مہینا ہمیں نصیب ہو رہا ہے، جس میں ہم اپنی عبادات، دُعائیں، نماز اور قرآن کو روزانہ کے معمول کا حصہ بناتے ہیں۔ اس مہینے کی ٹھنڈک ہی اتنی ہوتی ہے کہ دل جیسے نور سے بھر جاتا ہے۔ سب تھکاوٹ ہی ختم ہوئی ہوتی ہے، جیسے ایک انسان بالکل گناہوں سے پاک ہو گیا ہو۔ ہر پل کی دُعاؤں میں یہ یقین ہوتا ہے کہ ہمارے رب نے ہماری دُعائیں قبول کر لی ہیں۔ ہر ہر حرف کے بدلے اتنی نیکیاں ملتی ہیں کہ اللہ نے یہ برکتوں، رحمتوں، کا مہینا بنایا ہی اس لیے ہے کہ مسلمان کی کثرتِ عبادات، اس کا شوق اتنا بڑھ جائے کہ وہ اپنے رب کے قریب ہو جائے، اتنا قریب کہ اس سے اپنے دل کی ہر بات بیان کر سکے، ہر دعا، ہر معاملات اپنے اللہ پر چھوڑ دے اِس یقین کے ساتھ کہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے۔ میرے حق میں سب بہتر سے بہترین کرے گا۔ وہ اپنے بندوں کو تنہا، مایوس کبھی نہیں چھوڑتا ہے۔

اللہ نے رمضان جیسا مہینا ہی ہم مسلمانوں کو اس لیے دیا ہے کہ ہم اپنی زندگی کی اُلجھنوں، پریشانیوں سے نِکل کر اللہ کی یاد میں وقت گزاریں۔ اللہ کو ہم اتنی محبت، لگن، چاہت اور سچے دل سے پُکاریں کہ وہ ہماری دُعائیں ضرور قبول کرے گا جو سب ہمارے حق میں بہتر ہوں گی۔ اللہ تو اپنے ہر بندے کا حال جانتا ہے، پھر ہم انسان کیوں مایوس ہو جاتے ہیں؟ کیوں تھک جاتے ہیں خود کی زندگی سے ہی کہ کچھ اچھا نہیں ہوتا ہمارے ساتھ؟ اللہ کو پُکار کے تو دیکھو، اس سے باتیں تو کرو، دل کو سکون ہوتا ہے اور ایک دل میں یقین ہوتا ہے کہ ہم نے اپنا ہر معاملہ اللہ کے حوالے کر دیا ہے، اب سب بہت اچھا ہو گا۔

رمضان کا مہینا بھی اللہ نے ہمیں دیا ہے کہ خوب مانگ لو مجھ سے جو سب مانگنا ہے، میں تمہیں دوں گا۔ اللہ کو اپنے بندے کا دُعا مانگنا، عبادت کرنا، نماز، قرآن پڑھنا بے حد پسند ہے۔ نماز، قرآن کو ہماری بخشش کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اس لیے کہ ہر بندۂ مومن نماز، قرآن کو پابندی سے پڑھیں اور ہمارا رب بہت رحمان و رحیم ہے، وہ اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے اور پھر اُس نے ہمیں رمضان المبارک کے مہینے کا خاص تحفہ دے کر ہمیں عبادات میں مصروف رہنے اور دُعائیں مانگنے کا حکم دیا ہے، تاکہ وہ اپنے ہر مؤمن بندے کی مغفرت و بخشش کر سکے، اُن سب کی عبادات اور دُعاؤں کو قبول کر سکے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم رمضان کی رحمتیں، برکتیں، فیض، زیادہ سے زیادہ سمیٹیں اور اپنے اللہ کو راضی کر لیں، کیا پتا یہ رمضان ہماری زندگی کا آخری رمضان ہو؟ اگلے سال نصیب میں ہو یا نہ ہو، یہ تو سب اللہ بہتر جانتا ہے۔ ہمیں جو اس سال کا موقع ملا رمضان میں عبادت کرنے کا تو بس خوب عبادات کر لو، دُعائیں مانگ لو، اللہ پاک ہم سب کو ہمت، طاقت، توفیق دے روزے رکھنے اور عبادات کرنے کی، اللہ ہم سب سے راضی ہو۔۔۔ آمین

رمضان المبارک اور نزولِ قرآن

دانیال حسن چغتائی

رمضان المبارک اسلامی کیلنڈر کا وہ مقدّس مہینا ہے جو اپنے دامن میں بے پناہ رحمتیں، برکتیں اور مغفرت لے کر آتا ہے۔ یہ بھوک پیاس برداشت کرنے کا مہینا نہیں بلکہ دلوں کی تطہیر، روحانی ارتقا اور ضبطِ نفس کی تربیت کا عظیم الشان وقت ہوتا ہے، لیکن رمضان المبارک کی سب سے بڑی اور انفرادی فضیلت وہ عظیم واقعہ ہے جو اس مبارک مہینے کی تاریخ کو ابدیت بخشتا ہے اور یہ نزولِ قرآن ہے۔

قرآنِ مجید خود اعلان کرتا ہے: رمضان وہ مہینا ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور جس میں ہدایت کی واضح نشانیاں ہیں اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ اس آیت نے رمضان المبارک اور قرآن کے رشتے کو لازم و ملزوم کر دیا ہے۔ یہ رشتہ پیغام دیتا ہے کہ رمضان المبارک قرآنی بہار ہے، جس میں ہر مؤمن کو ہدایت کے اس نور سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

نزولِ قرآن اچھوتا اور باوقار عمل تھا۔ مفسرّین کے مطابق، قرآن کا نزول دو مراحل میں مکمل ہوا۔ پہلا مرحلہ، جس کا تعلق براہِ راست رمضان اور لیلۃ القدر سے ہے، یہ تھا کہ قرآن کو مکمل صورت میں لوحِ محفوظ سے نکال کر آسمانِ دنیا پر موجود مقام بیت المعمور میں اتارا گیا۔ یہ عمل رمضان المبارک کی بابرکت رات، شبِ قدر میں مکمل ہوا۔

دوسرا اور عملی مرحلہ وہ تھا، جب ضرورت اور حکمتِ الٰہی کے تحت قرآن کے اجزا کو فرشتہ جبرائیل علیہ السّلام کے ذریعے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر 23 سال کے طویل عرصے میں تدریجاً نازل کیا گیا۔ اگرچہ نزول کا یہ سلسلہ شعبان، شوال اور دیگر مہینوں میں جاری رہا، لیکن قرآنِ مجید کا بنیادی سرچشمہ رمضان المبارک کی عظمت کی گواہی دیتا ہے۔

شبِ قدر (جس میں یہ عظیم واقعہ رونما ہوا) کی فضیلت کا ذکر سورۃ القدر میں یوں ہے: ”یعنی ہم نے اسے شبِ قدر میں نازل کیا اور آپ کیا جانیں کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔“ اس اعلان سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کتاب کی قدر و قیمت کے سبب اس رات کو دائمی فضیلت حاصل ہو گئی اور اسی نسبت سے رمضان المبارک بھی افضل ترین مہینا قرار پایا۔

قرآنِ مجید مذہبی صحیفہ نہیں بلکہ یہ کائنات کے خالق کی طرف سے اس کی سب سے بہترین مخلوق (انسان) کے لیے جامع دستورِ حیات ہے۔ اس کی اہمیت عقائد تک محدود نہیں، بلکہ اس کے بنیادی مقاصد میں زندگی کے سبھی روزن شامل ہیں۔

یہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور حق و باطل کے درمیان واضح لکیر کھینچتا ہے۔

یہ دلوں کے لیے نصیحت، روحانی امراض کے لیے شفا اور یاد دہانی (تذکر) کا ذریعہ ہے۔ قرآن کے مطالعے اور عمل سے نفسانی اور اخلاقی بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ یہ معاشرت، معیشت، قانون، سیاست اور فرد کی ذاتی زندگی کے لیے ایسے اصول فراہم کرتا ہے جو عدل و انصاف پر مبنی ہوں۔

قرآن کا مقصد انسان کو متقی بنانا ہے، جو اللہ کا خوف رکھنے والا اور اس کے احکامات پر عمل کرنے والا ہو۔

اسی نزول کی مناسبت سے، امتِ مسلمہ ہر سال رمضان میں قرآن سے اپنے تعلق کو خصوصی طور پر مضبوط کرتی ہے۔ رمضان المبارک کی راتوں میں نمازِ تراویح میں قرآن کا باقاعدہ سنانا اور سننا، اس مہینے کی روایتی عبادت ہے۔

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ رمضان میں جبرائیل علیہ السّلام کے ساتھ قرآن کا دور (باہمی مطالعہ اور تکرار) فرمایا کرتے تھے۔ یہ عمل امت کو ترغیب دیتا ہے کہ رمضان میں تلاوت کی کثرت کی جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رحمہم اللہ کا معمول تھا کہ وہ رمضان میں تمام تر دنیاوی مشاغل ترک کر کے قرآن کی تلاوت اور اس پر تدبّر میں مشغول ہو جاتے تھے۔

رمضان میں قرآن کے ساتھ تعلق کا مطلب تیزی سے تلاوت کر لینا نہیں ہے، بلکہ اس کا بنیادی مقصد اس کے پیغام کو روح میں اتارنا ہے۔ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر، اس کے معنی و مفہوم پر غور کرتے ہوئے پڑھنا ضروری ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تلاوت کا مقصد الفاظ کا ادا کرنا نہیں، بلکہ دل کو متوجہ کرنا اور اللہ کے کلام کو سمجھنا ہے۔

قرآن کو زندگی کا رہبر بنانا اصل کامیابی ہے۔ اگر قرآن ہماری نمازوں، روزوں، معاملات اور اخلاق میں جھلکتا ہے تو رمضان المبارک میں تلاوت کا حق ادا ہو گیا۔ روزہ ہمیں تقویٰ سکھاتا ہے اور تقویٰ ہی دراصل قرآن کے احکامات پر عمل کرنے کی قوت فراہم کرتا ہے۔

رمضان المبارک نزولِ قرآن کے سبب ہماری زندگیوں میں روحانی انقلاب لانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس مہینے کا مقصد انسان کو دنیا کی غفلت سے نکال کر، اس کی فطری راہ (ہدایتِ قرآنی) پر گامزن کرنا ہے۔ ہم سب پر لازم ہے کہ رمضان المبارک کی یہ مبارک ساعتیں روایتی عبادات میں نہ گزاریں بلکہ قرآن کو اپنا امام، اپنا رہنما اور اپنا رفیق بنا لیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن کو صحیح معنوں میں سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور اسے ہمارے دلوں کا نور بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

NEW
Z-J
Zaiby
Jewellers CLIFTON
A TRUSTED NAME IN JEWELLERY SINCE 1974
A NEW STANDARD OF
LUXURY.
03085888455
021 35835455, 35835488
S-11, Yousuf Grand Square, Block 8, Clifton

دل پہ چوٹ

بنت مسعود احمد

ثمر ایک ذہین اور ہر دم متحرک رہنے والی لڑکی تھی۔ اسے گھر کی سجاوٹ کا بہت شوق تھا۔ دو کمروں کا چھوٹا سا مکان، جس میں اپنے والدین اور تین چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ رہتی تھی۔ اس کا تعلق ایک مڈل کلاس فیملی سے تھا۔

محدود وسائل ہونے کے باوجود وہ اپنے گھر کی سجاوٹ کے لیے کچھ نہ کچھ بناتی رہتی۔ مثلاً اس نے گتے کے خالی ڈبوں کو جوڑ کر اور ان پر گفٹ پیپر چڑھا کر اپنی کتابوں کے لیے ایک چھوٹی سی الماری تیار کر لی تھی، جس میں وہ اپنی ساری کتابیں ترتیب سے رکھتی۔ گھر کی دیواروں پر اس کی بنائی چیزیں آویزاں تھیں۔ کبھی رنگ برنگے کپڑے کے ٹکڑے جوڑ کر وال ہینگنگ تیار کرتی، تو کبھی اپنے سلائی کے ہنر کو بروئے کار لا کر بیگ سی ڈالتی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا شوق جنون میں بدلتا گیا۔ اس کے والد کی پروموشن کے بعد گھر کے حالات بھی اب پہلے سے کافی بہتر ہو چکے تھے، اور پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ اس کے ابو نے پرانا مکان بیچ کر اچھے علاقے میں چار کمروں کا پورشن لے لیا۔

ثمر کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ وہ نئے بنے فلیٹ کو گھوم پھر کر دیکھتی اور پلاننگ کرتی رہی کہ اسے کس کمرے کو کیسے سیٹ کرنا ہے، کسے بیڈ روم بنانا ہے اور کسے ڈرائنگ روم۔۔۔ ثمر نے ایک کمرہ اپنے اور اپنے بہن بھائیوں کے لیے سیٹ کرنے کا سوچا۔ فرنیچر تو اس کے والد نے سب کمروں میں خود ڈلوایا، جو کہ ثمر کی پسند کا تھا۔ سب نے اس کی پسند کو خوب سراہا، لیکن صرف فرنیچر سے گھر کی سجاوٹ کہاں ممکن تھی۔ پردے، کارپٹ اس کے علاوہ تھے، تو ڈیکوریشن پیسز اور گھڑیاں الگ۔ ثمر خود بھی کئی دن سے پیسے جمع کر رہی تھی۔ اس نے گلاس ڈور پر خود پینٹنگ کر کے ہر ایک کو حیران کر دیا۔

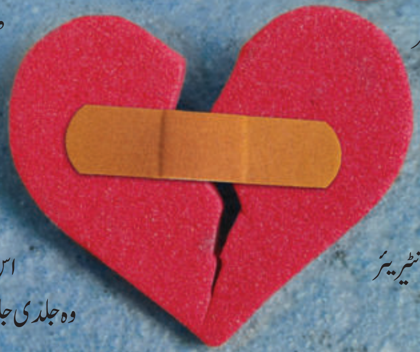

بڑی پھپھو تو اس کی صلاحیت کو دیکھ کر فوراً اسے انٹر کے بعد انٹیریئر ڈیکوریشن کی فیلڈ میں جانے کا مشورہ دیا۔

یوں اس کا شوق اس کو اس فیلڈ میں لے آیا۔

دو سال محنت کرنے کے بعد، ایک بہترین رشتے کی آمد پر والدین نے اپنے فرض سے ادائیگی کا عندیہ دیا، تو وہ ہکا بکا رہ گئی۔

اتنی جلدی۔۔۔ اس کے خواب اسے بہت دور تلک لے جانا چاہتے تھے، مگر حقیقت میں اسے کسی اور سفر کی طرف گامزن ہونا تھا۔

وہ کیسے اس خواہش سے دستبردار ہو جائے؟ اس کی آنکھیں ان سپنوں کے بغیر اجڑ جائیں گی، مگر وہ ایک فرمانبردار بیٹی تھی، جس کے دل میں والدین کی محبت ان سپنوں سے کئی گنا بڑھ کر تھی۔ ہر محبت قربانی مانگتی ہے اور وہ یہ قربانی دینے پر اپنے دل کو آمادہ کر چکی تھی۔

اور منگنی کے ٹھیک چھ ماہ بعد، وہ ثمر سلیم سے ثمر سہیل بن گئی۔

◆◆◆

سسرال کا اتنا بڑا گھر دیکھ کر جہاں اسے حیرت اور خوشی نے گھیر لیا وہیں بے ڈھنگے پن اور بے تکی سجاوٹ سے اس کے اندر کے آرٹسٹ کو انتہائی بے چینی ہونے لگی۔

اس کے جہیز کا فرنیچر تک کچھ عجیب انداز سے سیٹ کیا گیا تھا کہ کمرہ کشادہ ہونے کے باوجود گھٹا گھٹا محسوس ہو رہا تھا۔

پہلے پہل تو وہ چپ رہی۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں سسرال والے یہ نہ کہہ دیں کہ آتے ہی اپنی من مانی کرنے لگی۔

اس نے چند مہینے خاموشی سے سب کے مزاج اور رویوں کا جائزہ لیا۔ اس کی ساس سیدھی صوم و صلوۃ کی پابند سادی سی خاتون تھیں اور سسر کاروباری آدمی۔۔۔ سہیل ابا کے رائٹ ہینڈ تو چھوٹا دیور ابھی اپنی پڑھائی میں مگن رہتا۔ نند ثمر سے چار برس چھوٹی تھی اور میٹرک کی طالبہ تھی۔

ثمر نے آہستہ آہستہ کوششیں شروع کی۔ اپنے کمرے کی سیٹنگ سے آغاز کیا، پھر اس کا اگلا ٹارگٹ گھر کا ڈرائنگ روم تھا۔ اس نے اپنی شادی پر ملے کئی گفٹ آئٹمز، جن میں گل دان، پینٹنگز اور وال ہینگنگ وغیرہ نکالیں۔

ساس امی کی اجازت لے کر نئے پردے بنوائے، اور سہیل سے فرمائش کر کے ایک دیوار پر وال پیپر لگوایا۔

کارپینٹر کو بلوا کر صوفوں کو اپ ڈیٹ کروایا، پالش کے بعد وہ نئے لگنے لگے۔

اس کی محنت سے ساس سسر بہت خوش ہوئے، ثمر کا دل مطمئن ہو گیا۔ اس طرح اس نے کافی کچھ چیزوں کو بدل ڈالا۔ سب اس کی صلاحیتوں کو سراہتے تھے۔

◆◆◆

"ثمر، آج درس میں چلو گی؟" وہ ساس کے لیے ناشتہ بنا کر لائی، تو انہوں نے پوچھا۔ ان کا معمول تھا وہ ہر ہفتے درس میں جایا کرتیں تھیں۔ آج اس سے بھی پوچھ لیا۔

"کب جانا ہے، امی؟"

"دوپہر تین بجے ہے۔ فرح بھی جائے گی" انہوں نے بیٹی کا نام لیا۔

"جی میں بھی چلی چلوں گی۔ اچھا ہے، کچھ دین کی باتیں بھی سننے کو ملیں گی۔"

اس نے بخوشی ہامی بھری۔ گھر کے دیگر کام وقت سے نمٹانے کے لیے وہ جلدی جلدی کام کرتی گئی۔

ان کے گھر سے دو مکان چھوڑ کر تیسرے مکان میں جانا تھا۔ وہ تینوں، تین بجے سے کچھ پہلے، گھر سے نکل گئیں۔

طاہرہ بیگم نے گیٹ کھولتے ہی تینوں کو خوش دلی سے سلام کیا اور اندر بڑے کمرے میں لے آئیں۔ کافی ساری خواتین پہلے سے ہی موجود تھیں، کچھ ان لوگوں کے جانے کے بعد بھی آئیں، بہر حال درس دینے کے لیے آئی خاتون نے تین بجتے ہی بیان شروع کر دیا۔

سب خواتین خاموشی اور توجہ سے سننے لگیں۔

باجی جان نے سورہ حدید کی آیات تلاوت کی اور ترجمہ کیا۔

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

«ترجمہ: جان لو کہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشت کاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔ [سورہ حدید 20]

بڑا صابر

آمنہ عبدالباسط

"آپ کا کیا خیال ہے آج چاند نظر آجائے گا؟؟"

"اُمید تو بہت ہے، آگے اللہ بہترین کارساز ہے!" ابو جان عصر کی نماز پڑھ کر آئے تو اجتماعی سلام کے بعد امی جان سے رمضان کے چاند کی بابت پوچھ ڈالا کیوں کہ وہ رمضان کی آمد کے بے چینی سے منتظر تھے۔

"کیا ہی خوب صورت سماں ہوگا، کل سے تراویح، روزہ، عبادات اور تہجد کے نوافل۔۔۔ آہا! اللہ تعالیٰ کیسا فضل کرنے والے ہیں الحمد للہ! آپ سامان بتادیں، اگر کچھ لانے والا ہے تو ابھی لے آؤں، تاکہ بعد میں آپ کو تنگی کا سامنا نہ ہو!" ابو جان رمضان کو لے کر بہت پُرجوش تھے۔

"ماشاءاللہ! سب موجود ہے، سالن میں آلو قیمہ ابھی بن جائے گا۔ سحری کے لیے دہی لے آئیے گا، گرمیاں ہیں نا تو روزے میں پیاس کی شدّت کم ہو جائے گی!" امی جان نے بھی اپنی جگہ رمضان کے حوالے سے تیاری شروع کر رکھی تھی، سو جلدی سے انھیں تفصیل سے آگاہ کرنے لگیں، کیوں کہ رمضان المبارک امتِ مسلمہ کے لیے مہینوں کا سردار اور ہر گھرانے کا پسندیدہ ترین مہمان جو تھا!

"بھیّا! آپ کل روزہ رکھیں گے؟؟"

"بالکل گڑیا! کیوں نہیں رکھیں گے؟ رمضان تو ہے ہی روزے رکھنے کا مہینہ!"

"اور میری گڑیا کتنے روزے رکھے گی؟"

"پورے تیس!" نو سالہ عبیرہ نے بڑے بھیّا کے سوال پر جھٹ سے جواب حاضر کر دیا۔

"شاباش! یہ ہوئی نا بات!!"

"ہاں بھئی! چھوٹے آپ کتنے روزے رکھیں گے؟"

"آاااں میں بھی رکھوں گا! بس پیٹ درد کی وجہ سے سارے رکھنا مشکل ہے ذرا"

"ہی ہی ہی۔۔۔ وہ پیٹ کا درد نہیں، بھوک کا درد ہے!"

"جی نہیں! ایسا کچھ نہیں ہے۔"

فہد بھوک کا کتنا کچا تھا، یہ "سب" جانتے تھے، اس لیے اس کے گڑبڑانے پہ بڑے بھیّا اور عبیرہ ہنسنے لگے تھے۔

رمضان المبارک کا مقدّس مہینہ شروع ہوا تو سب گھر والے حسبِ معمول دن کو روزہ رکھتے اور رات کو خوب عبادت کرتے۔ امی ابو اور بڑے بھیّا باقاعدگی سے تہجد کے نوافل بھی ادا کرتے۔

فہد اور عبیرہ خوب شوق سے روزے کے ساتھ نمازوں کی ادائیگی کر رہے تھے۔

آج آٹھواں دن تھا اور فہد اپنی بھوک پہ قابو نہ رکھنے کی وجہ سے تیسرا روزہ چھوڑ رہا تھا۔ ابو جان نے سمجھایا بھی کہ روزہ صبر و برداشت کا دوسرا نام ہے اور صبر کا بدلہ جنّت ہے! لیکن وہ اس بات پہ بضد تھا کہ سردیوں میں "قضا" روزے رکھ لے گا۔ یوں وہ دن بھر وقفے وقفے سے سحر و افطار کا بچا ہوا کھانا فریج سے نکال کر چپکے چپکے کھاتا رہتا، لیکن اس کی بھوک ختم نہ ہوتی!

جبکہ خود سے دو سال چھوٹی بہن کو دیکھتا تو حیران رہ جاتا، جو گرمیوں میں بھی مکمل روزے رکھ رہی تھی۔ شام کو بہت خوشی سے افطار کرتی اور نماز کے لیے کھڑی ہو جاتی۔

اب بھی صبح گیارہ بجے کھانے کے بعد وہ دوپہر کو پھر فریج میں سر منہ دیے کھڑا تھا۔

"امی جان! امی جان!" فہد پانچواں روز قضا کر کے دروازے میں ایستادہ ہو کر ہلکی ہلکی آواز سے امی جان کو اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اپنے لیے کچھ انتظام کروا سکے۔

وہ کچھ ہی دیر پہلے تھک کر لیٹی تھیں۔ گرمیوں کے لمبے دن، گھر کے کام اور رات کو تہجد کی جاگی ہوئی امی جان کی تھکاوٹ شدید ہوئی تو گہری نیند کی وجہ سے آنکھ نہ کھل سکی۔

مجبوراً اس نے اپنی بائیسکل اٹھائی اور قریبی ہوٹل کا رُخ کیا، جہاں ٹینٹ لگا کر تندور پہ روٹیاں لگائی جا رہی تھیں۔ وہ اپنی سائیکل باہر کھڑی کر کے روٹی خریدنے کے لیے ٹینٹ میں داخل ہوا تو اندر مردوں کی لمبی قطار دیکھ کر حیران رہ گیا، جو اسی کی طرح کھانا لینے آئے ہوئے تھے۔ وہ بھی ناچار لائن میں لگ گیا۔ باری آنے پہ روٹیاں خرید کر باہر نکلا تو اپنی بائیسکل کو نہ پا کر از حد پریشان ہو گیا۔

وہ اس کی پسندیدہ ترین بائیسکل تھی، جو ابو جان نے اسے فرسٹ آنے پہ گفٹ کی تھی!

آس پاس لوگوں سے پوچھا۔ دائیں بائیں ڈھونڈا، لیکن بائیسکل کا کہیں نام و نشان نہ پا کر معلوم ہوا کوئی چور اُچکا اس کی سواری لے اڑا ہے۔ تھک ہار کر گھر پہنچا تو روٹیاں گرمی سے پسیج کر ٹھنڈی اور بدمزہ ہو چکی تھیں۔ پھر۔۔۔ بائیسکل کھو جانے کا غم فہد کی ساری بھوک ختم کرنے کو کافی تھا!

اس کا اترا ہوا چہرہ اور پریشان حالی دیکھ کر امی جان دہل گئیں۔ نتیجتاً وہ شرمندہ ہو کر روتے ہوئے ساری بات بتانے لگا۔ "صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا، بے گنتی!!" (الزمر: 10)

"پیارے بیٹے! مصائب و آلام کو برداشت کرنا مشقت کاٹنا اور تکلیف میں اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنا صابرین کا خاصہ ہے۔ روزے میں بھوک و پیاس کی شدّت کے ساتھ کھانے پینے پہ اختیار ہونے کے باوجود رُک جانے، اپنے آنکھ، کان اور دل کو نفس کے حوالے نہ کرنے والا بہت "بڑا صابر" ہے! اور صابروں کو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں بے شمار اجر و انعام دیتے ہیں، جبکہ بے صبری اور عدمِ برداشت موجود نعمتوں کو بھی گنوا دیتی ہے، جیسا کہ آج آپ بائیسکل کھو بیٹھے ہیں!

شکم سیری کی طلب نے آپ سے روزہ چھڑوایا، لیکن آپ سیر بھی نہیں ہو سکے اور روزہ جیسی ''عظیم عبادت'' بھی نہ کر سکے۔ جو بے مقصد زبان کے ذائقے کے لیے روزہ چھوڑے اس کا پیٹ پھر بھی نہیں بھرتا چاہے وہ جو مرضی ہڑپ کر لے۔ آپ اس کا تجربہ خود کر چکے ہیں، پھر معمولی بات پہ روزہ نہ رکھنا، اللہ کو ناراض کرنے والا کام ہے، جس کی بہت وعید سنائی گئی ہے۔

ابو جان کب دفتر سے آ کر پاس بیٹھے اور اس کی کمر سہلاتے ہوئے سمجھانے لگے، اسے پتا نہ چل سکا۔ امی جان نے ''غم نہ کرو'' کہہ کر چمکارا تو مزید رونے لگا۔

وہ دل میں انتہائی شرمندہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کا طلب گار تھا!

شام کو ننھی عبیرہ عصر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تو پیاس سے گلے میں کانٹے چبھتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اصلاحی بیان سنتے ہوئے ابو جان کے فون پہ پاکستانی برینڈ کی کولا کا اشتہار آیا تو ایک دم اس کے دل نے کہا: ''اللہ تعالیٰ آج یہی کولڈ ڈرنک پلا دیں۔'' ان کی امی جان بازاری مشروبات کے سخت خلاف تھیں، سو گھر میں مجبوری کے تحت ہی ایسی چیزیں آتیں۔

افطار کا وقت ہوا اور بڑے بھیا گھر میں اس کے لیے بطورِ خاص وہی کولڈ ڈرنک، مینگو جوس اور اس کی پسند کے نگٹس لے کر داخل ہوئے تو وہ خوشی سے اچھل پڑی تھی۔

جبکہ دستر خوان پہ سب کے مطمئن اور عبیرہ کے دعا قبول ہو جانے کی خوشی سے تمتماتے چہرے کو دیکھ کر، فہد کو بے شمار اجر و انعام کا مفہوم سمجھ آ چکا تھا! اس نے پکا عہد کر لیا تھا کہ وہ آئندہ کبھی معمولی بات یا کھانے پینے کے لیے روزہ نہیں چھوڑے گا اور ''صابرین'' میں شامل جائے گا۔

ابو جان یہ سوچ کر اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے کہ ان کے گیارہ سالہ بیٹے نے زندگی کا وہ سبق سیکھ لیا ہے جو تمام عمر اس کے لیے مشعل راہ بننے والا تھا۔(ان شاء اللہ)

بقیہ

دل پہ چوٹ

زندگی خدا کی نعمت ہے اور یہ نعمت جو ہمیں دی گئی ہے تو اس کو کیسے گزارنا ہے اس کا مکمل طریقہ سلیقہ بھی ہمیں بتلا دیا گیا۔ پیارے آقا ﷺ نے ہماری اس طور سے رہنمائی کی ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ باقی نہیں رہا۔

مبارک وہ لوگ ہیں جو اپنی زندگی کو آخرت کی تیاری کا ذریعہ بناتے ہیں اور ناکام وہ ہیں جو یہ قیمتی وقت لہو و لعب اور غیر ضروری چیزوں میں ضائع کر کے خالی ہاتھ اور تہی دامن رہ جاتے ہیں۔

وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ: یعنی جس نے ساری جدوجہد دنیا کی زندگی بنانے کے لیے کی وہ دھوکے میں پڑ گیا، کیونکہ اس نے جو کچھ کمایا دنیا کی زندگی ختم ہونے کے ساتھ ختم ہو گیا اور آخرت میں اس کے لیے کچھ باقی نہ رہا۔ البتہ ایسے لوگوں کے لیے دنیا کی زندگی دھوکا نہیں جنھوں نے اسے آخرت کے حصول کا ذریعہ بنایا، کیونکہ ان کے اعمال دنیا کے فنا ہونے کے باوجود باقی رہنے والے ہیں، دنیا کو اس سودے سے تشبیہ دی جس کو بیچنے والا خریدار کو فریب دینے کے لیے پیش کرتا ہے تاکہ دھوکہ میں آ کر خریدار اس کو خرید لے ظاہر میں تو وہ کام کی چیز نظر آتی ہے اور حقیقت میں کچھ نہیں ہوتی، دنیا بھی ایسی ہی پر فریب ہے واقع میں مکروہات اور دکھوں سے بھری ہوئی ہے اور خواب کی طرح ناپائیدار بھی ہے مگر بظاہر راحت کدہ اور مجموعہ آسائش معلوم ہوتی ہے۔

ثمر نے دل میں ایک بے چینی سی محسوس کی۔ اسے یہ سن کر ایک خیال آیا کہ وہ بھی تو صرف دنیا کو سنوارنے میں لگی رہتی ہے۔

جیسا کہ فرمایا: اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا (الکھف: 46)

مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر اور امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔

ثمر جو نہایت غور سے سن رہی تھی ایک دم سن سی ہو گئی۔

اسے لگا اگر آج وہ یہاں نہ ہوتی تو شاید وہ یہ بھی نہ جان پاتی کہ وہ کتنے بڑے خسارے میں ہے۔ قرآن حکیم کی شفاف اور ہدایت دیتی آیات کے آئینے میں اسے اپنی ذات کا عکس بڑا دھندلا، بے رونق اور بھدا معلوم ہونے لگا۔

وہ نماز پڑھتی تھی مگر باقاعدگی سے نہیں۔۔۔ نہ ہی اسے یہ ہوش رہتا کہ وہ روز قرآن پاک کی تلاوت کرے۔

یہ اس کے محاسبے کا دن تھا اور وہ کسی مجرم کی طرح سر جھکائے بیٹھی تھی۔

اسے لگتا کہ جمعے کی نماز پڑھ لی کافی ہے اور کبھی کبھار کسی دن قرآن پاک کھول کر پڑھ لیا بس ہو گیا حق ادا۔

اس کی سسرال میں شوہر سمیت ہر کوئی نماز کا پابند تھا اور قرآن پاک کی تلاوت بلاناغہ کی جاتی۔ اسے یاد آیا کتنی ہی دفعہ اس کے شوہر نے اسے محبت اور نرمی سے نماز کی پابندی کی تلقین کی اور کتنی ہی بار اس کی ساس نے پیار سے نصیحت کی مگر وہ ان باتوں کو کچھ دن اہمیت دیتی، کئی بار کوشش کرتی پھر پرانی ڈگر پر لوٹ جاتی، اس کے دل میں کھٹک تو ہوتی تھی مگر وہ دل کی آواز پر کان دھرنا نہیں چاہتی تھی، جو عادتیں بچپن سے ڈالی جاتی ہیں وہی پختہ ہو جاتی ہیں۔ وہ سگھڑ تھی، سمجھدار تھی لیکن دین سے دور تھی۔

اسے تو بس دنیاوی گھر کی سجاوٹ کا شوق تھا اور آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کو بنانے اور سنوارنے کی چنداں فکر نہ تھی۔

اپنی قبر کی ویرانی کا خیال کبھی اسے چھو کر بھی نہ گزرا تھا وہ تو دنیا کی چکاچوند میں سبھی کچھ تو بھولی ہوئی تھی۔

اب اور کتنی دیر وہ غافلوں میں رہتی جب کہ دل پر چوٹ بڑی گہری لگ چکی تھی وہ بھول چکی تھی کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ اپنے ارد گرد کا اسے کچھ ہوش نہ رہا آنسو بہتے رہے وہ بے آواز روتی رہی وہ جان چکی تھی کہ وہ غلط سمت چلتی رہی تھی اور ابھی وقت اس کے ہاتھ سے نہیں نکلا تھا ابھی چلتی ہوئی سانس غنیمت تھی۔ اسے آخرت کے گھر کو سجانا اور سنوارنا کے محنت اور کوشش کرنی ہے۔ اس سے کہیں بڑھ کر جتنا وہ دنیاوی گھروں کو سجانے کے لیے کرتی چلی آئی تھی کہ آخرت کی فکر اور اس کی تیاری ہی کھرا سودا ہے اور یہ دنیاوی زندگی تو کچھ بھی نہیں سوائے دھوکے کے۔

انوکھا زاویہ

مہابہ غازی

کرن نہایت انہماک سے ایک خوب صورت چارٹ بنا رہی تھی۔ رنگین پینسلوں سے سطریں کھینچتی، خانوں میں وقت لکھتی اور ہر خانے کے ساتھ چھوٹے چھوٹے پھول بناتی جا رہی تھی۔ یہ اس کا رمضان چارٹ تھا۔۔۔ وہ چارٹ جس کے مطابق اس نے اپنے دن اور رات کو ترتیب دینا تھا۔ تبھی امی جان آہستہ سے اس کے قریب آ بیٹھیں۔ بیٹی کی محویت، اس کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی اور آنکھوں میں چمکتی خوشی دیکھ کر ان کے لبوں پر ایک دھیمی سی مسکراہٹ آ گئی۔ انھیں اپنا ماضی یاد آ گیا۔

وہ بھی تو رمضان کی آمد پر ایسے ہی چارٹ بنایا کرتی تھیں۔ کبھی سادہ کاغذ پر، کبھی کاپی کے آخری صفحے پر، پھر اسے برآمدے کی دیوار پر چپکا دیتیں اور جب بھی ادھر سے گزرتیں، دل ہی دل میں شکر ادا کرتیں کہ وہ ترتیب دیے گئے اعمال پر عمل پیرا ہیں۔

کرن کا چارٹ دیکھتے دیکھتے ان کی سوچ ماضی کی گلیوں میں جا پہنچی۔ انھیں بچپن کے حسین دنوں کی ایک شام یاد آ گئی۔

وہ ماموں کے گھر افطاری پر مدعو تھیں۔ مامی جان نے اپنی استطاعت کے مطابق ہر چیز بہترین تیار کی تھی۔ سادہ مگر محبت سے سجی میز، کھجوریں، پکوڑے، شربت اور چند گھریلو پکوان۔۔۔ لیکن لذیذ اور نت نئے کھانوں کی دلدادہ الفت جہاں کو وہ دعوت کچھ خاص نہ بھائی تھی۔ وہ ناک بھوں چڑھائے دستر خوان پر بیٹھی رہی۔ اس کے تاثرات کسی سے مخفی نہ رہے تھے۔ گھر واپس آ کر اس نے اپنا رمضان چارٹ دیکھا۔ چارٹ کے مطابق اسے تراویح کے بعد فوراً سونا تھا۔ چارٹ میں موجود عبادات میں شکر گزاری کا کوئی خانہ نہیں تھا۔

◆◆◆

کچھ دنوں سے الفت جہاں بہت پریشان تھی۔ اسے لگتا تھا کہ وہ جیسے رمضان کا حق ادا نہیں کر پا رہی۔ نماز پڑھتی، روزہ رکھتی، تلاوت بھی کرتی۔۔۔ مگر دل کو وہ سکون میسر نہیں آ رہا تھا، جس کا وعدہ رمضان کرتا ہے۔ اپریل کا مہینہ تھا۔ ٹھنڈی راتیں ابھی باقی تھیں۔ وہ آنگن میں کھلے آسمان تلے مصلیٰ بچھائے بیٹھی تھی۔ رمضان کریم کی پُرنور ساعتیں تھیں۔ قریب ہی مسجد سے تراویح کی آواز آ رہی تھی۔ قرأت کی لہریں فضا میں گھل کر دل کو چھو رہی تھیں۔

خاموشی۔۔۔ تنہائی۔۔۔ اور رب سے مناجات کا وقت! مگر دل میں ایک عجیب سی بے کلی تھی۔ وہ سر گھٹنوں پر رکھے سوچوں میں گم تھی کہ یکایک اسے صبح کا ایک منظر یاد آ گیا۔ صبح وہ گھر کی صفائی ستھرائی سے فارغ ہوئی تھی۔

مصحف تخت پر رکھا تھا اور وہ وضو کر کے بیٹھنے ہی والی تھی کہ دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔

دروازے پر ایک مانگنے والی عورت تھی۔ بار بار دستک دے رہی تھی، جیسے ہٹ دھرمی پر اتر آئی ہو۔ الفت جہاں نے ناگواری سے دروازہ کھولا اور جھٹ کہہ دیا: ''معاف کروا ماں! کچھ نہیں ہے۔''

بوڑھی عورت نے اسے غور سے دیکھا اور پھر دھیمی آواز میں بولی: ''بیٹی! رات کا کوئی سالن تو ہوگا ہی۔۔۔ وہی دے دو۔ دوا کھانی ہے، خالی پیٹ طبیعت زیادہ بگڑ جاتی ہے۔'' الفت جہاں کے دل میں ایک لمحے کو خیال آیا کہ اسے روزہ نہ رکھنے کا طعنہ دے دے۔

مگر اس کی ادھیڑ عمر اور کمزور صحت دیکھ کر وہ چپ ہو گئی۔۔۔ پھر بھی اس نے سالن نہ دیا۔ اس کے نزدیک یہ رمضان کی بے حرمتی تھی کہ کسی غیر روزے دار کو کھانا دیا جائے۔ بوڑھی عورت نے دروازے سے اندر جھانکا۔ ہلکی دھوپ میں تخت پر رکھا مصحف نظر آ رہا تھا، جسے پڑھنے والی یقیناً وہی عورت تھی جو اس وقت اس کے سامنے کھڑی تھی۔

بوڑھی عورت نے افسوس سے الفت جہاں کو دیکھا اور جاتے جاتے کہہ گئی: ''بیٹی! رمضان کے تقاضے صرف نماز، روزہ اور تلاوت تک محدود نہیں ہوتے۔ نفس کی اصلاح اور اخلاقیات کی بلندی بھی رمضان ہے۔'' وہ عورت تو خالی ہاتھ چلی گئی، مگر الفت جہاں کو بہت بڑا سبق دے گئی۔ اس رات الفت جہاں دیر تک آسمان پر ٹمٹماتے تارے دیکھتی رہی۔ دل میں عجیب سی ندامت تھی۔ آنکھوں میں نمی اور دل میں سوال۔ اس نے اپنا پرانا رمضان چارٹ اٹھایا۔ کافی دیر تک اسے دیکھتی رہی، پھر ایک نیا کاغذ لیا اور نیا چارٹ بنانے لگی۔

اس چارٹ میں صلہ رحمی بھی شامل تھی! لوگوں کے ساتھ نرمی بھی! ہر نعمت پر شکر گزاری! صحت جیسی نعمت، گھر بھر کے کام کرنے کی توفیق اور دوسروں کے لیے آسانی پیدا کرنے کا جذبہ۔۔۔!

نئے چارٹ میں وہ سب کچھ تھا، جس سے دل کو بھی سکون ملتا تھا اور رمضان واقعی خوب صورت بن جاتا تھا۔ یہی وہ چارٹ تھا جو برسوں گزر جانے کے باوجود آج تک الفت جہاں کو یاد تھا اور اب۔۔۔ وہی رنگ وہی روشنی وہی ترتیب وہ اپنی بیٹی کرن کے رمضان چارٹ میں بھر رہی تھی۔ امی جان کی انگلیاں چارٹ کے کنارے پر ٹھہر گئیں۔ انھوں نے کرن کے بنائے ہوئے خانوں کو ایک بار پھر غور سے دیکھا۔

وقت، ترتیب، عبادات۔۔۔ سب کچھ موجود تھا، مگر اب ان کی نظر ایک اور خالی جگہ تلاش کر رہی تھی۔

انھوں نے مسکرا کر کرن کو اپنے قریب کیا اور نرمی سے کہا: ''بیٹا! یہ چارٹ بہت خوب صورت ہے، مگر ایک بات یاد رکھنا۔۔۔ عبادت صرف اوقات کی پابندی کا نام نہیں، دل کی حالت کا نام بھی ہے۔'' کرن نے چونک کر امی جان کی طرف دیکھا۔

اس کے چہرے پر سوال تھا، اُلجھن بھی اور جاننے کی خواہش بھی۔

امی جان نے آہستہ سے چارٹ پر انگلی رکھ کر ایک ننھا سا خانہ بنایا۔ ''یہ خانہ شکر گزاری کا ہے۔'' انھوں نے دھیرے سے کہا: ''ہر اس نعمت کا شکر جسے ہم معمول سمجھ لیتے ہیں۔'' کرن نے خاموشی سے سر ہلایا۔ اس نے وہ خانہ رنگین پینسل سے نمایاں کیا اور اس کے گرد بھی چھوٹے چھوٹے پھول بنا دیے۔ پھول جیسے اس بات کی گواہی دے رہے ہوں کہ دل کے اعمال بھی خوب صورتی مانگتے ہیں۔

امی جان نے چارٹ سے نظریں ہٹا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں ماضی کی ایک پرچھائیں ابھری اور پھر دھیرے دھیرے تحلیل ہو گئی۔ انھیں سکون تھا کہ جو سبق انھوں نے برسوں پہلے سیکھا تھا، وہ آج خاموشی سے اگلی نسل تک منتقل ہو رہا ہے۔ کرن نے چارٹ کو دیوار پر آویزاں کر دیا۔ ہوا کے ہلکے سے جھونکے میں کاغذ ذرا سا ہلا، جیسے یہ اعلان کر رہا ہو کہ یہ صرف ایک چارٹ نہیں، بلکہ نیت، احساس اور تربیت کی ایک نئی ترتیب ہے۔

یوں رمضان محض دنوں اور راتوں کی تقسیم نہ رہا، بلکہ دلوں کو سنوارنے کا مہینہ بن گیا اور وہ خانہ جو کبھی خالی تھا، اب سب سے زیادہ روشن تھا۔

کارِ خیر

تنزیلہ احمد

"کیا ہوا؟" کمرے میں داخل ہوتے ہی اکمل صاحب نے بیگم کے تاثرات جانچے۔

"کال آئی تھی؟" وہ بولیں۔

"کس کی؟"

"آمنہ خالہ کی۔۔۔" انھوں نے منجھلی خالہ کا نام لیا۔

"تو اس میں غبارے کی طرح منہ پھلانے کی کیا ضرورت ہے؟"

شوہر کے سنجیدہ مزاج پر نائلہ بیگم کی بھنویں تن گئیں۔

"موقع چاہیے آپ کو مجھے ڈانٹنے کا۔۔۔ دیکھیں عجیب شوشا چھوڑا ہے آمنہ خالہ نے۔ بھلا بتائیں یہ کیا بات ہوئی کہ ان کی بیٹی جاب ٹریننگ کے لیے اس شہر آ رہی ہیں اور وہ چاہتی ہیں کہ محترمہ ہمارے گھر رہیں۔ روزے ہیں، کون نبھائے گا زبردستی کی مہمان نوازی۔۔۔"

ایک ہی سانس میں انھوں نے بھڑاس نکالی۔ وہ ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئے۔

آمنہ خالہ اور ان کی بیگم کی عمر میں محض سات آٹھ برس کا فرق تھا۔ بڑی بہن کے بعد دو بھائی اور پھر سب سے چھوٹی آمنہ! آمنہ کی جب شادی ہوئی تو نائلہ یعنی ان کی بھانجی نو عمر تھی۔ ان کی شادی زمین داروں میں ہوئی اور نائلہ اک سرکاری افسر سے بیاہی گئی۔ آج کل وہ لاہور میں تھیں اور آمنہ خالہ ملتان میں۔ ان کی دو ہی بیٹیاں تھیں۔

"خدایا! اتنی سی بات پر اتنا ڈرامہ۔۔۔ اتنا بڑا گھر ہے۔ کام کاج کے لیے ملازم ہیں۔ آپ کو کون سا اپنی کزن کی خدمت کرنا پڑے گی۔ پرائے شہر میں لڑکی اپنوں کے گھر رہے تو اس سے اچھی بات بھلا کیا ہو گی، کارِ خیر سمجھ لیں۔" انھوں نے قطعیت سے کہہ کر بات ختم کر دی اور وہ ان کا منہ تکتی رہیں۔

پہلی افطاری پر کھانے کی میز پکوانوں سے سجی تھی۔ بیٹا اور بیٹی کبھی کبھار روزہ رکھتے اور افطاری پر انھیں سب چاہیے ہوتا۔

"آپ کی ماما کی کزن آ رہی ہے۔۔۔" کھانے کے دوران انھوں نے دونوں کو آگاہ کیا۔

"واٹ! کون؟" ایان اور مرینہ نے بیک وقت پوچھا۔

"سنیہا۔۔۔ آمنہ خالہ کی بیٹی! اس کی جاب ٹریننگ ہے۔ وہ ہمارے گھر رہے گی۔"

"اوکے!" مرینہ نے جواب دیا۔

اکمل صاحب نے سکون کا سانس بھرا کہ شکر ہے بچوں نے برا ردِ عمل نہیں دیا۔ مرینہ کالج کی طالبہ جب کہ ایان کی ہاؤس جاب ختم ہونے والی تھی۔ اکثر تو وہ دو تین دن بعد گھر نظر آتا۔ بیٹی کی اپنی مصروفیت تھی۔ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد وہ سنیہا کو پک کرنے چلے گئے۔ سلجھی ہوئی اور بااخلاق سنیہا ان کی بیٹی کی طرح تھی۔ سحری میں اسے میز پر دیکھ کر انھیں خوش گوار حیرانی ہوئی۔

"تم سارے روزے رکھتی ہو؟" نائلہ بیگم نے پوچھا۔

"جی۔۔۔ فرض ہیں، چھوڑنے کا سوال ہی نہیں۔" وہ دھیمے سے مسکرائی۔ سر پر سلیقے سے اوڑھا دوپٹہ اور پُرسکون چہرہ۔ وہ پانچوں نمازیں باقاعدگی سے ادا کرتی۔ دورانِ تعلیم بھی اس نے نماز روزے نہیں چھوڑے تھے۔ صبح نو بجے وہ ٹریننگ سینٹر چلی گئی اور عصر سے قبل اس کی واپسی ہوئی۔ پک اینڈ ڈراپ کمپنی کی طرف سے تھی۔

ہلکی پھلکی افطاری کر کے وہ نمازِ مغرب کے لیے اُٹھ گئی۔ دو تین روز میں انھیں اندازہ ہو گیا کہ وہ اپنے کام سے کام رکھنے والی تمیز دار لڑکی ہے۔ محسوس ہی نہیں ہو رہا تھا کہ گھر میں مہمان موجود ہے۔ اس کی اب تک ایان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

اگلے روز چھٹی تھی۔ سحری پر سب موجود تھے۔ جلدی جلدی میز کی طرف بڑھتا ایان یک دم ٹھٹھک گیا۔

"بھیّا آپ سنیہا سے ملے؟" مرینہ نے بھائی کی مشکل آسان کی۔

"السلام علیکم!" وہ بولی۔ اپنے معمولات میں مصروف وہ اس کی آمد بارے بھول چکا تھا۔

"وعلیکم السلام!" جواب دے کر وہ اپنی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ آملیٹ، پراٹھے، دہی سے سب نے خوب انصاف کیا۔

"آج تو میں سارا دن نیند پوری کروں گی۔ آپ کا کیا ارادہ ہے؟" مرینہ نے سنیہا سے پوچھا۔

"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ اک پریزنٹیشن بنانی ہے، پھر کوشش ہو گی آج دو تین سیپارے پڑھ لوں۔ روز کی لگی بندھی روٹین میں نمازیں ہی پڑھی جاتی ہیں۔ اک مہینے کا مہمان ہے ماہِ صیام۔۔۔ رحمت و برکت اور توبہ و مغفرت کا ماہ جو صبر اور تزکیۂ نفس سکھانے آتا ہے۔ اس بیش قیمت نعمت کو سو سو کر ضائع کرنے کو میرا دل نہیں مانتا۔ یقین کرو روزہ کام کاج سے نہیں روکتا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولے گئی۔

اکمل صاحب ان کی گفتگو سن کر محظوظ ہوئے۔ شکر ہے کسی نے تو طریقے سے یہ بات ان کی اولاد کے کان میں ڈالی۔

ظہر کی نماز ادا کر کے وہ کچن میں آ گئی۔

"میں کچھ مدد کرواؤں؟" اس کے پوچھنے پر ملازمہ سٹپٹا گئی۔

"نہ بی بی جی! آپ مہمان ہیں اور روزہ دار بھی۔۔۔"

"روزہ تو آپ کا بھی ہو گا۔ خدمت کر کے نیکیاں کما رہی ہیں، مجھے بھی کمانے دیں۔"

"مجھے تو تنخواہ ملتی ہے کام کی۔" ملازمہ بولی۔

"اور مجھے ثواب ملے گا افطاری میں مدد کروا کے۔" نائلہ بیگم دروازے میں کھڑی اس کی باتیں سن رہی ہیں۔

"تمھیں دل چسپی ہے کھانا وانا بنانے میں؟" سوال سن کر وہ پلٹی۔

"جی۔ آپ کی خالہ بڑی سگھڑ ہیں، سارے ہنر سکھائے ہیں انھوں نے مجھے۔۔۔ آپ حکم کیجیے کیا بناؤں؟" سنیہا مسکراتے ہوئے بولی تو نائلہ بیگم بے ساختہ مسکرا دیں۔

آنے والے دنوں میں نامحسوس انداز سے ان کے گھر میں کئی اچھی تبدیلیاں در آئیں۔ مرینہ اور ایان روزے رکھنے لگے اور تو اور مرینہ کو انھوں نے سنیہا کے ساتھ قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے بھی دیکھا۔ چھٹی والے دن دونوں لڑکیاں بخوشی افطاری کی تیاری کرتیں۔ مرینہ نے سنیہا سے چکن پکوڑے اور بریانی بنانا سیکھی اور سب کو حیران کر دیا۔

"بچے وہی کرتے ہیں جو بڑوں کو کرتا دیکھیں۔ معذرت کے ساتھ! آپ نے ہمیشہ بچوں کو زبان سے تلقین کی، مگر انھیں ویسا کر کے نہیں دکھایا جسے وہ فالو کرتے۔" اکمل صاحب بولے تو خلافِ توقع وہ خاموش رہیں۔

دوسرا عشرہ اختتام کی جانب گامزن تھا۔ افطاری کے بعد سب لاؤنج میں تھے، جب چائے کا دور شروع ہوا۔ خوش گوار گھریلو ماحول اور ہنستے مسکراتے افراد۔۔۔

"بابا! اپنا ڈیبٹ کارڈ تو دیں۔"

"کیوں بھئی؟"

"کیا مطلب کیوں؟ ہمیں عید کی شاپنگ کرنی ہے۔ آج سے شروع کریں گے، چاند رات تک چلے گی۔" اکمل صاحب نے بیٹی کے سر تھپکا اور کارڈ جیب سے نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔

رمضان میں توبہ کی برکت

راحمین ایاز

آج سال کی سب سے خوبصورت شام تھی، جب ہر سال کی طرح بچے، بڑے سب رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کے لیے چھت پر جمع تھے۔ دادی جان نے رمضان المبارک کا چاند دیکھتے ہوئے، بلند آواز سے دعا پڑھی، تاکہ سب لوگ بھی دعا پڑھ لیں۔ ہر طرف مبارک ہو "رمضان کا چاند نظر آگیا ہے" کی صدائیں گونج رہی تھیں۔ سحری کے دستر خوان پر سب بچے اور بڑے موجود تھے، جن بچوں پر روزہ ابھی فرض بھی نہ تھا، وہ بھی روزہ رکھنے کی ضد کر رہے تھے۔

"مما! میں نے بھی روزہ رکھنا ہے۔" ماریہ نے کہا، جو ابھی سات سال کی تھی، جو دن بھر کچھ نا کچھ کھاتی رہتی تھی۔

"نہیں بیٹا! ابھی آپ چھوٹی ہیں، آپ سے روزہ نہیں نبھایا جائے گا۔" ماریہ کی مما نے اسے پیار سے سمجھانا چاہا۔

لیکن وہ پھر بھی بضد رہی۔ اس کی ضد کو دیکھتے ہوئے دادی جان نے کہا چلو کوئی بات نہیں، آپ آج کا روزہ رکھ لیں۔

دادی کی بات سن کر ماریہ نے خوشی خوشی سحری کی، پھر دادی جان کے ساتھ نمازِ فجر ادا کی۔

غرض کہ؛ وہ گیارہ بجے تک دادی جان کے ساتھ ہر عبادت میں شریک رہی، پھر دادی جان ماریہ کو آرام کرنے کا کہہ کر خود بھی آرام کرنے کے لیے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

ماریہ کے بھائی سعد نے دیکھا کہ ماریہ چھپکے سے پانی پی رہی تھی۔

حالاں کہ وہ ان بنیادی باتوں سے بخوبی واقف تھی کہ؛ جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

جیسے ہی ماریہ نے دیکھا کہ سعد نے اس کی چوری پکڑلی ہے تو وہ فوراً وہاں سے بھاگ گئی۔

سعد نے دادی جان کو ساری بات بتادی، جسے سن کر دادی جان نے ماریہ کو پیار سے اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ؛ "بیٹا! آپ نے روزے میں پانی کیوں پیا؟" دادی جان کے پوچھتے ہی ماریہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"دادی مجھے پیاس لگ رہی تھی، اس لیے میں نے روزہ توڑ لیا، مجھے پتا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے اور مجھے معاف بھی نہیں کریں گے۔" دادی جان کو ماریہ پر بے تحاشا پیار آیا کہ اسے اپنے گناہ پر ندامت ہو گئی۔

"نہیں ماریہ بیٹا! مومن بندے سے گناہ ہو جانا بعید نہیں ہے، لیکن جب گناہ ہو جائے اور وہ اپنے گناہ پر شرمندہ ہو۔ اسی شرمندگی اور پشیمانی کا نام توبہ ہے اور توبہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتے ہیں۔"

حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ؛ "اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے، جس کی سواری صحرا میں گم ہو جائے اور اچانک مل جائے۔" (صحیح مسلم)

رمضان میں یہ خوشی اور بڑھ بھی جاتی ہے، کیوں کہ یہ مہینہ ہی رحمت و مغفرت کا مہینہ ہے۔

"ماریہ بیٹا! رمضان المبارک کا مہینہ یہ ایک انمول مہینہ ہے، جس شخص کو روزہ رکھ کر نیک اعمال کی توفیق مل جائے تو اسے روزہ میں لذّت محسوس ہونے لگتی ہے، پھر اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ سارا سال ہی روزے رکھتا رہے۔"

جنابِ نبی کریم ﷺ نبوت کے اعلان سے قبل غارِ حرا میں تشریف لے جایا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ سے شرفِ محبت کے گہرے تعلق کے لیے۔۔۔ جو شخص تنہائی کی غار میں گیا وہ نجات پا گیا، لیکن صرف تنہائی کی بجائے ایسی تنہائی ہونی چاہیے جس میں شریعت وطریقت کا نور بھی ساتھ ہو۔

"اب دیکھو نا! میں نے آپ سے کہا کہ آپ جا کر آرام کر لیں، لیکن آپ کو جیسے ہی تنہائی میسر ہوئی، آپ نے اپنے نفس کی بات مان لی۔ ہمیں اپنے نفس کو قابو میں رکھنا ہے، تب ہی تو ہم اللہ کو راضی کر پائیں گے۔" دادی جان نے بات ختم کر کے سوالیہ نگاہوں سے ماریہ کی طرف دیکھا۔

"جی دادی! میں بہت شرمندہ ہوں۔ واقعی میں نے بہت غلط کیا ہے۔ میں توبہ کر کے اپنے اللہ کو راضی کر لوں گی اور آئندہ کبھی بھی روزہ نہیں توڑوں گی، ان شاءاللہ!" ماریہ نے دادی جان سے عہد کیا۔

جس پر دادی جان بہت خوش ہوئیں۔

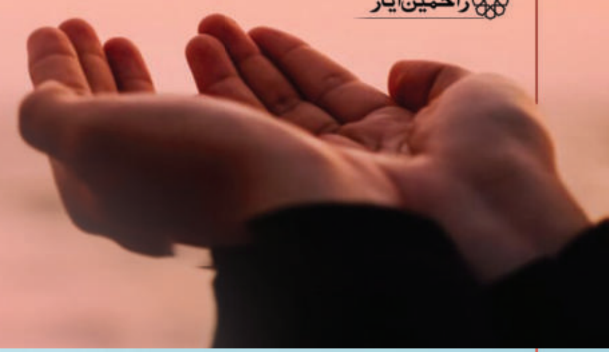

"سنیہا اپنی پسند سے شاپنگ کرنا، بیٹی ہو آپ بھی۔۔۔" وہ پہلے ہی انکار کر چکی تھی، مگر ان کے اصرار پر ماننا پڑا۔

"شاپنگ اس حساب سے کرنا کہ طاق راتیں گھر پر عبادت کرتے ہوئے گزاریں۔ بازار کے چکر نہ لگیں۔" سنیہا بولی تو مرینہ نے ہنستے ہوئے سر خم کر دیا۔

اپنی فیملی کے ساتھ جاتی سنیہا کو دیکھ کر ان کے دل میں ایک نیک خیال یک دَم آیا۔ وہ سوچ رہے تھے کہ نائلہ بیگم سے بات ضرور کریں گے۔ آخری عشرہ پلک جھپکتے گزر رہا تھا۔ اس برس کا ماہِ صیام گزشتہ سبھی برس سے مختلف تھا۔ عید کی چھٹیاں شروع ہوتے ہی سنیہا اپنے گھر چلی گئی اور ان کے گھر میں سناٹا چھا گیا۔ سب اپنی اپنی جگہ اس کی کمی محسوس کر رہے تھے۔

نائلہ بیگم نے نمازِ عشاء ادا کی تو مرینہ چہکتی ہوئی ان کے کمرے میں داخل ہوئی۔

"چاند رات مبارک!" ماں سے لپٹتے ہوئے بولی۔

"جلدی کیجیے، بھیّا کو منالیا ہے۔ ہم مہندی لگوانے اور چوڑیاں پہننے جا رہے ہیں۔"

"میرا خیال ہے، عید کے بعد ہم ملتان چلیں۔ آمنہ خالہ اور سنیہا سے ملنے۔" عید کے اگلے روز انھوں نے خبر سنائی۔ ایان کی آنکھوں میں آئی چمک وہ دیکھ چکی تھیں۔ جلد ہی وہ اپنا کلینک شروع کرنے والا تھا۔

مرینہ نے "ہررے" کہہ کر خوشی کا اظہار کیا۔ اکمل صاحب مطمئن تھے کہ نائلہ بیگم ان کی ہم خیال تھیں۔ انھیں پکا یقین تھا کہ سنیہا جیسی رحمت اگلے ماہِ صیام ان کے گھر میں بطورِ گھر کا فرد موجود ہوگی۔ یہ سب کی دلی خواہش تھی۔

توکل

ثانیہ ساجد

"بچے کی عمر کیا ہے؟" ایمرجنسی وارڈ کے میز کے پیچھے بیٹھی ادھیڑ عمر اور قدرے چڑچڑی ڈاکٹر نے تیزی سے قلم چلاتے ہوئے پوچھا۔

"چھے ماہ۔۔۔ چار دن" معز نے گھبراہٹ میں فوراً جواب دیا۔ اس کی نظریں ڈاکٹر کے قلم پر جمی تھیں جو بنا رُکے پرچی پر لکیریں کھینچتی جا رہی تھیں۔۔۔ ایسی لکیریں جن کے پیچھے اس کے ننھے سے بچے کی زندگی لٹکی محسوس ہوتی تھی۔

"ڈاکٹر صاحبہ۔۔۔" معز نے آہستہ سے پکارا، مگر ڈاکٹر نے سنی اَن سنی کر دی۔ وہ جانتا تھا کہ اُس کے لفظوں سے زیادہ اہم اس وقت کاغذ پر لکھی وہ دوا تھی۔

"یہ دوائیاں ہیں۔" ڈاکٹر نے پرچی اس کی طرف سرکائی۔

"نیچے ڈرپ لکھی ہے، پانچ دن کا کورس ہے اور ایک انجیکشن ابھی لگے گا۔" پھر وہ اچانک رُکی اور ذرا بلند آواز میں بولیں: "اور چھے ماہ کے بچے کو ماں کے دودھ کے سوا کچھ نہیں دینا۔ بات سمجھ آئی؟" جملہ ختم ہوتے ہی وہ فوراً اگلے مریض کی طرف متوجہ ہو گئیں، جو معز کے سر پر ہی کھڑا اپنی باری کا منتظر تھا۔

معز نے دوائیوں کا پرچہ مضبوطی سے تھاما اور پلٹ کر باہر آیا۔ پیچھے سارا، اپنے نڈھال بچے کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔ اُلٹی اور شدید ڈائریا نے بچے کو بالکل بے جان کر دیا تھا۔

معز کو دیکھتے ہی سارا نے بے قرار نگاہوں سے پوچھا: "مل گئی دوا؟" اس کی آنکھوں میں ایسی التجا تھی، گویا وہ اپنے ہی بچے کی صحت کے لیے بھیک مانگ رہی ہو۔

"ہاں۔۔۔ مل گئی ہے۔" معز نے مختصر جواب دیا۔

"تم ذرا بیٹھو، میں ابھی آتا ہوں۔۔۔"

"لیکن کہاں؟" سارا کا جملہ ابھی پورا بھی نہ ہوا تھا کہ معز آنکھوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

سارا بے بسی سے سوچنے لگی، شاید دوائی لینے گئے ہوں گے۔۔۔ معز سیدھا ایمرجنسی وارڈ سے نکل کر ہسپتال کی فارمیسی پہنچا۔ وہاں لمبی لائن لگی تھی۔ وہ بھی آخر میں جا کھڑا ہوا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ لوگ تیزی سے پرچیاں آگے بڑھاتے، فارمیسی والا فوراً دوائیاں نکال کر دیتا اور پھر وہ بغیر جھجکے ہزاروں روپے کاؤنٹر پر رکھ دیتے۔ پیسے ملتے ہی لائن رواں ہو جاتی۔ آخر کار معز کی باری آئی۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے پرچی آگے کر دی۔

فوراً اس کی دوائیاں بھی سامنے رکھ دی گئیں۔ رسید بننے ہی والی تھی کہ معز نے جلدی سے پوچھا، "کتنے پیسے ہوئے؟"

"ساڑھے آٹھ ہزار۔" فارمیسی والے نے عجیب سی نظر سے اسے دیکھا۔

"سوری۔۔۔ میرے پاس اماؤنٹ تھوڑی کم ہے۔" یہ کہتے ہی معز آہستہ سے پیچھے ہٹ گیا۔

اِرد گرد کھڑے لوگ ترس بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگے۔

فارمیسی والا تو جیسے برا مان گیا ہو۔ معز واپس ایمرجنسی وارڈ کی طرف لوٹا۔

سارا نے اسے آتے ہی بے قراری سے پوچھا: "مل گئیں؟"

"نہیں۔۔۔" معز نے مختصر سا جواب دیا۔

"چلو۔۔۔ چلتے ہیں۔" بے بسی، لاچاری اور مایوسی میں ڈوبا ہوا ایک باپ آگے آگے تھا اور اس کے پیچھے ایک ماں۔۔۔ جو اپنے نیم بے ہوش، ڈائریا سے نڈھال معصوم بچے کو سینے سے لگائے قدم گھسیٹتی جا رہی تھی۔

ابھی وہ دونوں ہسپتال کے گیٹ تک ہی پہنچے تھے کہ ایک اجنبی شخص نے اِن کا راستہ روک لیا۔

"بھائی۔۔۔ ذرا دو منٹ بات کرنی ہے۔" معز نے چونک کر سر اٹھایا۔ سامنے نور سے بھرا ہوا چہرہ، سر پر سفید ٹوپی، داڑھی سے آراستہ چہرہ اور بے حد نرم آواز والا شخص کھڑا تھا۔

"معاف کیجیے گا، میں آپ کو جانتا نہیں۔" معز نے اُلجھن سے کہا۔

"میں نے آپ کو فارمیسی میں دیکھا تھا۔ آپ دوائیاں لے رہے تھے۔ میں بس۔۔۔ آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔" اتنا کہہ کر اُس شخص نے جیب سے نوٹوں کا ایک بنڈل نکالا اور معز کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"یہ رکھ لیجیے۔۔۔ آپ کے کام آئے گا۔" ایک لمحے کو معز کے پیروں تلے زمین نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔

سر پر لدا ہوا بوجھ جیسے ہلکا ہونے لگا، مگر دل کی گہرائیوں میں ایک اور طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔۔۔ ایسا لگا جیسے پوری دنیا اسے دیکھ رہی ہے، اس پر ترس کھا رہی ہے۔ اس کی آنکھوں میں فوراً اپنے نیم بے ہوش بچے کی تصویر گھوم گئی۔ کمزور، نڈھال، بے جان سا پڑا ہوا۔ ایک طرف یہ اجنبی شخص اسے اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی غیبی مدد لگا اور دوسری طرف انسان سے یوں ہاتھ پھیلائے بغیر مدد لینا، اس کی غیرت کے خلاف محسوس ہونے لگا۔

اس کے اندر کا ٹوٹا ہوا مگر خوددار باپ تڑپ کر بولا "معذرت چاہتا ہوں، مگر میں بھکاری نہیں ہوں۔ میرے لیے میرا اللہ کافی ہے۔" اس کا توکل اس کا ایمان۔ اس لمحے جوش مارنے لگا۔

"آپ کا بہت شکریہ۔۔۔ آپ نے میرے بارے میں سوچا۔" اتنا کہہ کر معز پلٹ گیا۔ اس نے ایک بار بھی مڑ کر نہ دیکھا، کیوں کہ اس اجنبی شخص کی آنکھوں میں دوبارہ دیکھنے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔

آج کل مشکل میں پھنسے لوگوں کی ویڈیوز بنانے والے تو بہت دیکھے جاتے ہیں، لیکن مدد کے لیے آگے بڑھنے والے۔۔۔ بہت کم!

معز کا اللہ پر توکل اسے مضبوط رکھ رہا تھا، لیکن اپنے کمزور، نڈھال بچے کی حالت اسے اندر سے توڑ رہی تھی۔ سارا کا حال دیکھ کر اس کی بے چینی مزید بڑھ گئی۔

"اب کیا ہوگا، معز...؟" سارا کی آواز کانپ رہی تھی۔

اتنے میں ننھے فرشتے نے چند لمحوں کے لیے آنکھیں کھولیں۔ معز نے فوراً اسے گود میں اٹھا لیا۔۔۔ جیسے لمحہ بھر کو اس کی جان میں جان آگئی ہو۔ پھر وہ جلدی سے بائیک کی طرف بڑھا۔ بینک میں چھوٹی سی ملازمت سے بمشکل گزر بسر ہوتی تھی۔ اسی آمدنی سے اس نے ایک بائیک بنائی تھی، تاکہ آنے جانے میں آسانی رہے۔ مگر مہینے کے آخر میں بچے کی اچانک شدید بیماری نے معز اور سارا۔۔۔ دونوں کے ہاتھ پاؤں پھلا دیے تھے۔ ادھار اور احسان سے وہ ایسے بھاگتا تھا جیسے آگ سے بھاگا جاتا ہے۔

اللہ پر ایمان اور توکل اُس کے رگ و پے میں بسے تھے۔ اسی یقین پر وہ ہسپتال سے بغیر دوا لیے گھر لوٹ آیا۔ گھر پہنچ کر اس نے گہرا سانس لیا اور بچے کو دیکھا۔

"پتا نہیں اس نے کچھ کھایا بھی ہے یا نہیں۔" اس کی آواز ٹوٹ رہی تھی۔

"سارا، ڈاکٹر نے کہا تھا اسے ماں کا دودھ دو۔" معز نے بچے کو سارا کے ہاتھ میں دیا۔

"ماں کا دودھ پینے کے بعد بھی الٹی ہو رہی ہے۔۔۔ اگر دوبارہ پلایا تو پھر الٹی ہو جائے گی، وہ اور کمزور ہو جائے گا۔" سارا کی آنکھیں نم تھیں۔

"کچھ کرو معز! اسے دوا کی ضرورت ہے۔ ہم اسے اس حالت میں کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟"
سارا کو تو جیسے لگ رہا تھا کہ معز جان بوجھ کر معاملہ ٹال رہا ہے۔

"ہاں، جا رہا ہوں دوائی لینے" معز نے آہستہ مگر مضبوط لہجے میں کہا اور دوبارہ باہر کی طرف بڑھا۔

وہ جانتا تھا کہ سارا کی چبھتی ہوئی نگاہیں، اُس کا کانپتا ہوا سوال۔۔۔ اُسے گھر کے اندر چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔

"تو۔۔۔ پہلے کیوں نہیں لے آئے دوائی اسپتال سے؟" سارا جیسے چلا اُٹھی۔

"مجھے مت بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا ہے!" سارا کی آواز بلند ہوتے ہی معز کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ایک مشرقی مرد کی انا جیسے پل بھر کو چوٹ کھا گئی ہو۔

"معز! حالت دیکھو ہمارے بچے کی۔ ہم دوائی لینے میں دیر نہیں کر سکتے۔ اگر اسے کچھ ہو گیا نا۔ تو میں تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گی!" سارا بے بسی اور خوف کے عالم میں بڑبڑا رہی تھی۔

معز خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اس کے پاس سارا کو دینے کے لیے دوائی تھی اور نہ ہی کوئی جواب۔ وہ تو یہ بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ اس کے پاس پیسے کم پڑ چکے ہیں۔ گھر سے تو وہ نکل آیا تھا، مگر اب جائے تو جائے کہاں؟

کہتے ہیں جس کا کوئی نہیں ہوتا۔۔۔ اس کا اللہ ہوتا ہے۔ معز کے قدم جیسے خود بہ خود مسجد کی طرف اٹھنے لگے۔ وہ اپنے وجود کو کسی بھاری پتھر کی طرح گھسیٹتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ابھی وہ چند قدم چلا ہی تھا کہ سامنے سے حسن آتا نظر آیا۔

"السلام علیکم! اتنی جلدی میں کہاں جا رہے ہو؟" سات سال کی محلے کی چاہت اور دوستی نے ان دونوں کو بے تکلف بنا رکھا تھا۔

"وعلیکم السلام!" سلام کے وقت بھی حسن کے چہرے پر افسردگی واضح تھی۔

"بس یار۔۔۔ کیا بتاؤں۔۔۔ ابھی ہسپتال سے آ رہا ہوں۔"

"خیر تو ہے؟ کون بیمار ہو گیا؟" معز نے رسمی سا سوال کیا۔

حالاں کہ اندر سے وہ خود بھی ٹوٹ چکا تھا۔ اس کا اپنا بچہ نیم بے ہوش۔۔۔ دوائی کا منتظر تھا۔

"میرا بھانجا۔۔۔ چھے ماہ کا۔" حسن نے گہرا سانس لے کر بات شروع کی۔

"کئی دنوں سے اُلٹیاں اور موشن ہو رہے تھے۔ آج تو اتنا نڈھال ہوا کہ آنکھیں ہی بند کر لیں۔ میری بہن گھبرا گئی، مجھے بھی فون کیا، اپنے شوہر کو بھی۔ وہ دفتر میں تھے، پہنچنے میں دیر ہو رہی تھی، اس لیے میں بچے کو فوراً ہسپتال لے گیا۔"

"اچھا کیا یار۔۔۔" معز نے سنجیدگی سے کہا۔

"کون سا ہسپتال؟"

"نیشنل ہسپتال۔" معز کے قدم ایک لمحے کو رُک گئے۔

یہ تو وہی جگہ تھی، جہاں وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنے بچے کو لے کر گیا تھا۔ وہاں ایمرجنسی میں ایک ادھیڑ عمر چڑچڑی ڈاکٹر بیٹھی تھی۔ انھوں نے مجھے بڑے سے پرچے پر پانچ دن کا کورس لکھ کر دے دیا۔

حسن نے اپنی بات جاری رکھی: "میں نے فوراً فارمیسی سے تمام دوائیاں لے لیں۔ ساڑھے آٹھ ہزار لگ گئے، ڈرپ اور انجکشن سمیت۔" معز کا دل جیسے ایک دم دہل گیا۔ بالکل یہی دوائیاں۔ یہی کورس۔ یہی قیمت۔ یہی وہ دوا تھی جو وہ اپنے بچے کے لیے نہیں خرید سکا تھا۔

"جب میں فارمیسی سے واپس لوٹا تو دیکھا کہ بچہ اور بہن۔۔۔ دونوں غائب ہیں۔"

"کیا مطلب؟" معز حیران ہو کر بولا۔

"پتا چلا کہ میرے پیچھے ہی بہنوئی صاحب آ گئے تھے۔ انھوں نے بچّے کی حالت دیکھی تو برداشت نہ کر سکے اور ہسپتال کی حالت دیکھ کر تو جیسے بھڑک ہی اٹھے کہ 'یہ بھی کوئی علاج کروانے کی جگہ ہے؟' سو بچے کو فوراً ایک بڑے ہسپتال لے جا کر داخل کروا دیا اور یہ ساری دوائیاں میرے گلے پڑ گئیں۔۔۔" حسن نے بے بسی سے دوائیوں کا تھیلا آگے بڑھایا۔

معز نے اپنی جیب سے اپنے بچے کی دوائی کی پرچی نکالی۔ دونوں پرچیاں، دونوں دوائیاں۔۔۔ ہو بہو ایک جیسی تھیں۔ حیرت کے مارے معز کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

حسن نے بات جاری رکھی: میں دوبارہ فارمیسی گیا کہ شاید یہ دوائیاں واپس لے لیں۔۔۔ لیکن وہ بندہ بغیر کچھ بولے ایک بورڈ کی طرف اشارہ کر دیا، جس پر بڑے بڑے حروف میں لکھا تھا: "دوائیاں واپس نہیں ہوتیں۔" اب میں یہ تھیلا لیے اِدھر اُدھر پھر رہا ہوں۔

دوسری فارمیسی میں گیا تو انھوں نے صاف کہہ دیا: ہم سے نہیں لی تھیں تو ہم کیوں واپس لیں؟ میں نے کہا: "بھلے کم پیسوں میں لے لو، لیکن کم از کم دوائیاں ضائع ہونے سے بچ جائیں۔ مگر وہ بھی ٹس سے مس نہ ہوا۔ اب بتاؤ یار معز! میں کیا کروں؟ کس کو یہ دوائیاں بیچوں؟ کس کو سمجھاؤں؟" معز نے کچھ سوچا۔

پھر نرمی سے بولا: "ایک کام کرو۔۔۔ یہ دوائیاں مجھے بیچ دو۔"

"تمھیں۔۔۔؟ تمہارے کس کام آئیں گی یہ دوائیاں؟" حسن حیران رہ گیا۔

"میرے بیٹے کو بھی میں نیشنل ہسپتال کے اسی ڈاکٹر کو دکھا کر آیا ہوں۔ انھوں نے مجھے بھی بالکل یہی دوائیاں لکھ کر دی ہیں، مجھے ان کی ضرورت ہے، اس لیے یہ مجھے دے دو۔" معز کی اپنی آواز میں بھی ایک عجیب سا اعتماد آ گیا تھا۔

حالاں کہ وہ جانتا تک نہیں تھا کہ حسن کتنی رقم بولے گا۔ دل کے کسی کونے میں خوف بھی تھا، لیکن بچے کی حالت نے اس خوف کی آواز دبا دی تھی۔

حسن نے سیدھے، بنا بناوٹ کے کہا: "اگر آپ ان دوائیوں کے تین ہزار روپے دے دیں تو بہت ہیں۔ آج کل کے زمانے میں کس کو پیسوں کی ضرورت نہیں۔" معز نے فوراً جیب سے تین ہزار روپے نکال کر حسن کے ہاتھ میں رکھ دیے۔ اس کی جیب میں اب بھی ڈیڑھ ہزار روپے باقی تھے۔

"معز بھائی! آپ کا بہت بہت شکریہ!" حسن نے دوائیوں کی تھیلی اسے تھماتے ہوئے کہا۔

"آپ نے میری بڑی مشکل آسان کر دی، ورنہ میں تو ان دوائیوں کو لیے پھرتا ہی رہتا۔" یہ الفاظ سن کر معز پل بھر کو ٹھٹک گیا۔ اسے احساس ہوا کہ جن دوائیوں کو خریدنے کے لیے وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے کترا رہا تھا، آج اللہ نے ایسے سبب پیدا کیے کہ لوگ انھی دوائیوں کے عوض اس پر احسان مند ہو رہے تھے۔ حسن شکریہ ادا کرتا آگے بڑھ گیا اور معز گہری سوچ میں ڈوبا گھر کی طرف روانہ ہوا۔ گھر پہنچ کر اس نے بڑی آسانی کے ساتھ بچے کا دوائیوں کا کورس شروع کروایا۔ سارا کے چہرے پر اطمینان کی مسکراہٹ دیکھ کر اس کا دل ٹھہر گیا۔ اللہ کے حکم سے منّے میاں کو صرف ایک ڈرپ لگتے ہی پہلی ہلکی سی سکت محسوس ہوئی۔ اب وہ کم از کم ماں کا دودھ تو پی پا رہا تھا، جو والدین کے لیے کسی معجزے سے کم نہ تھا۔

سارا اور بچے کو گھر چھوڑ کر معز سیدھا مسجد کی جانب چل پڑا۔

سجدے میں جھکتے ہوئے اس کا دل بھر آیا: "یا اللہ! جب میں تیرے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکا، تو نے میرے قدموں تلے ایسے وسائل رکھ دیے جو میرے تصور میں بھی نہ تھے۔" معز نے دو رکعت نفل ادا کیے اور طویل سجدۂ شکر بجا لایا۔

واقعی۔۔۔ جہاں غیرت اور توکل ساتھ ہوں، وہاں اللہ ایسے دروازے کھول دیتا ہے، جن کا انسان نے کبھی گمان بھی نہیں کیا ہوتا۔

مانگ کر تو دیکھو!

اہلیہ ڈاکٹر ذکی

18 رمضان کی ایک تپتی دوپہر تھی۔ اریبہ ظہر کی نماز اور تلاوتِ قرآن سے فارغ ہو کر کچھ دیر آرام کرنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ اس کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ اسکرین پر 'کوثر' کا نام دیکھ کر وہ تھوڑی حیران ہوئی کیوں کہ رمضان کے ان قیمتی لمحات میں ہر کوئی اپنی عبادات میں مگن رہتا ہے اور فون پر گفتگو کم ہی ہوتی ہے۔

"السلام علیکم کوثر! کیسی ہو؟ خیریت تو ہے؟" اریبہ نے فون اٹھاتے ہی پوچھا۔

کوثر نے علیک سلیک کے بعد مدعا بیان کیا: "یار! شاہینہ اور اس کے میاں عرفان بھائی برطانیہ سے چھ روز کے لیے کراچی آرہے ہیں۔ ان کا ارادہ عید دلی میں کرنے کا ہے تو عرفان بھائی کی فرمائش ہے کہ یونیورسٹی کے پرانے کلاس فیلوز کی ایک گیٹ ٹوگیدر (Get-together) ہونی چاہیے۔ میں نے سوچا ہے کہ 22 رمضان کو افطاری ہمارے گھر پر ہو جائے۔"

اریبہ نے ہچکچاتے ہوئے کہا، 'رمضان میں افطار پارٹی۔۔۔؟' وہ جانتی تھی کہ اس کے شوہر امین اپنے یونیورسٹی کے دوستوں کی دعوت کبھی نہیں چھوڑیں گے، اس لیے منع کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس نے کوثر کی مدد کی پیشکش کی تو کوثر نے بتایا کہ تقریباً 80 سے 85 مہمان ہوں گے، اس لیے اریبہ افطار سے ذرا پہلے آکر انتظام سنبھالنے میں اس کا ہاتھ بٹائے۔

فون رکھنے کے بعد اریبہ کی نیند اُڑ گئی۔ اس کا دل ایک عجیب بے چینی کی گرفت میں تھا۔ وہ خود ایک باشرع اور پردہ دار خاتون تھی۔ اس کے شوہر امین نے کبھی اسے پردے سے روکا تو نہ تھا، لیکن وہ اسے 'انتہا پسندی' سے بچنے کی تلقین ضرور کرتے رہتے۔ اریبہ کو یاد ہے جب اس نے پردہ شروع کیا تھا تو شوہر کو سورۂ نور اور سورۂ احزاب کے حوالے دے کر خاموش کر دیا تھا۔ امین نے اس کے بعد قرآن کا مطالعہ تو شروع کر دیا، مگر اب بھی ان کی کچھ شرائط تھیں کہ عبایا صرف کالا نہ ہو، نقاب کا سائز بہت بڑا نہ ہو اور محفلوں میں نقاب ہٹا کر کھایا جائے۔

اریبہ سوچ رہی تھی کہ یونیورسٹی کے دوستوں کی یہ محفل جس میں مرد و زن کا آزادانہ اختلاط ہوگا، کیا رمضان کی روح کے منافی نہیں؟ وہ پرانے گروپس، وہ ماضی کی یادیں اور پھر ساٹھ پینسٹھ سال کی عمر میں وہی 'جوانی والا' بے تکلفانہ انداز۔۔۔ کیا یہ سب ایک مسلمان کو زیب دیتا ہے؟ اس کے ذہن میں احادیثِ مبارکہ گردش کرنے لگیں: "بد نظری کرنے والے اور کروانے والے پر لعنت کی گئی ہے۔" اسے یاد آیا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج کو ایک نابینا صحابی سے بھی پردے کا حکم دیا تھا۔

وہ پریشان تھی کہ اگر وہ جانے سے انکار کرتی ہے تو گھر کا ماحول خراب ہوگا اور اگر جاتی ہے تو ضمیر ملامت کرے گا۔ اسی ذہنی کشمکش میں اس کے قلم سے کچھ جملے نکلے، جو اس کے دل کی آواز تھے:

"ہمیں رمضان کے ان قیمتی لمحات کی قدر کیوں نہیں؟ ہم کیوں مخلوط مجلسیں سجا کر قہرِ خداوندی کو دعوت دیتے ہیں؟ اللہ اور رسول ﷺ نے نامحرم پر نظر ڈالنے سے روکا، مگر ہم 'وسیع نظری' کے نام پر فرمانِ خداوندی کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے ہمارا دل صاف ہے، کوئی کہتا ہے پردہ تو صرف نظر کا ہوتا ہے۔ ہم بھول گئے کہ اسی دین کی خاطر نبی کریم ﷺ نے پتھر کھائے، دانت مبارک شہید کروائے اور معرکہ اُحد و بدر برپا ہوئے۔ ہمیں اپنے ایمان کی فکر خود کرنی ہے، کیوں کہ آخر کار ہم سب کو اپنی اپنی قبر میں اکیلے ہی اترنا ہے۔"

22 رمضان کو اریبہ نے خوب دعائیں کیں اور صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر شوہر کے ساتھ کوثر کے گھر پہنچ گئی۔ وہاں پہنچ کر اسے خوشگوار حیرت ہوئی کہ کوثر نے خواتین کا انتظام اندر لاؤنج میں اور مردوں کا باہر لان میں کیا تھا۔ افطاری سے کچھ دیر پہلے اریبہ کو اپنی بات کہنے کا موقع مل گیا جب ایک خاتون نے اس سے دعا کروانے کی فرمائش کی۔

اریبہ نے موقع غنیمت جانا اور مولانا عبدالستار دامت برکاتہم کا ایک مضمون 'فضائلِ رمضان' سنایا اور پھر ایسی رقّت آمیز دعا کروائی کہ سب کے دل پگھل گئے۔ جب دستر خوان بچھا تو اریبہ یہ دیکھ کر ششدر رہ گئی کہ کھانے کا انتظام بھی خواتین کے لیے بالکل الگ تھا۔ اس نے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ اس کے رب نے اس کی لاج رکھ لی تھی۔

سچ تو یہ ہے کہ رمضان کے اس مبارک مہینے میں اللہ نے فرشتوں کی ڈیوٹی لگائی ہوتی ہے کہ وہ روزہ داروں کی دعا پر "آمین" کہیں۔ بس ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان سچے دل، تڑپ اور یقین کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھک جائے۔ اس کے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں، بس تم ایک بار خلوصِ دل سے مانگ کر تو دیکھو۔۔۔!

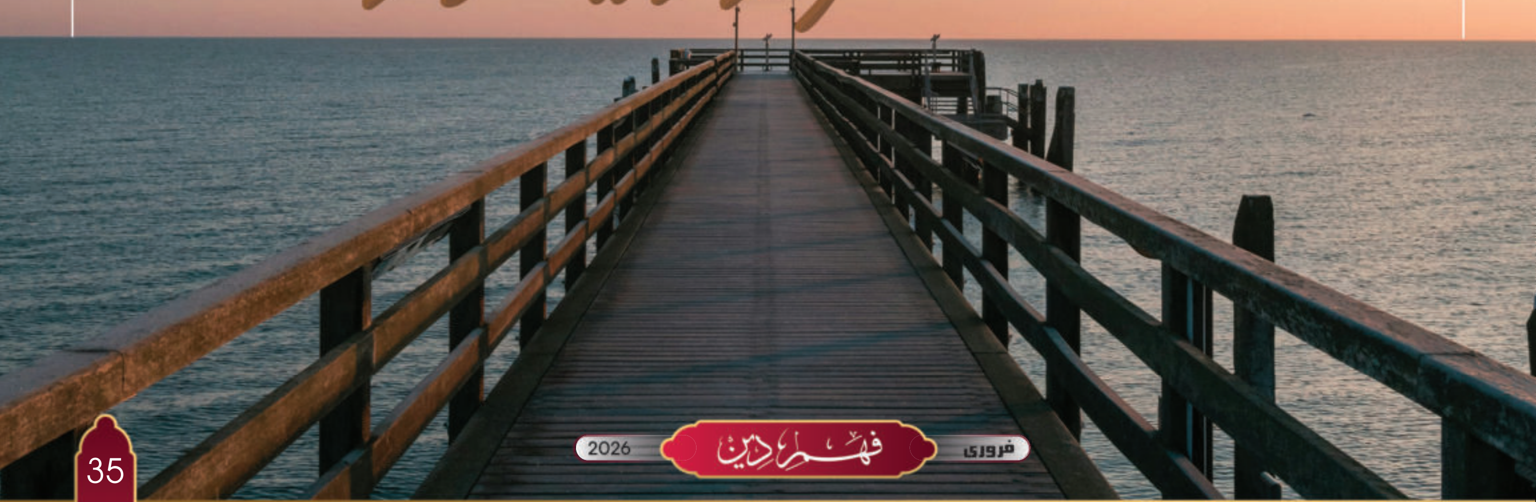

عرفانِ محبت

ام محمد سلمان

یہ اب سے چند برس پہلے کی بات ہے۔ رمضان کا مبارک و مطہر مہینہ شروع ہوا اور فضاؤں میں چاروں طرف پاکیزگی سی گھل گئی۔ میں بھی بہت ذوق و شوق سے روزے رکھنے اور دیگر عبادات میں مصروف ہو گئی... مگر کچھ تھا جو معمول کے مطابق نہیں تھا۔ زندگی میں عجیب سا خالی پن محسوس ہوتا۔ ہر سال کی طرح نہ سحری میں دعائیں مانگنے کی طرف دھیان جاتا تھا اور نہ تہجد کی نماز میں آنکھیں اشکبار ہوتیں۔

فجر کے بعد تلاوت کرنے کی عادت باقی نہ رہی۔ بس نماز پڑھتے ہی بستر پر لیٹتی اور سو جاتی۔ اٹھتی تو چاشت پڑھ کے گھر کے کام کرنے لگ جاتی.. ظہر کا وقت ہوتا اور خالی الذہنی سے نماز پڑھ لیتی۔ قرآن لے کر بیٹھتی تو تلاوت کا سرور میرے دل میں نہ اترتا... کوئی آیت مجھے نہ رلاتی۔ نہ جنت کے تذکروں پر اللہ سے ذوق و شوق کے ساتھ جنت الفردوس کا سوال کرتی اور نہ ہی عذاب کی آیتیں میرے دل کو دہلاتیں... بس کسی روبوٹ کی طرح ایک دو پارے پڑھ کر رکھ دیتی۔ عصر کی نماز پڑھ کر تسبیحات کرتی تو وہ بھی بے دلی سے بعض اوقات خاموش ہی رہ جاتی کہ لب ہلانے کو بھی جی نہیں کرتا تھا۔

افطار کے وقت دعا کرنے بیٹھتی تو دل متوجہ ہوتا ہی نہیں تھا۔ نہ ہی روزہ کھولتے ہوئے اتنی نعمتوں کو کھاتے پیتے شکر کے احساس سے دل اور آنکھیں بھر آتیں.... جانے کیا ہو گیا تھا مجھے؟ یوں لگتا تھا میں اپنے آپ سے بچھڑ گئی ہوں یہ میں تو نہیں ہوں، میں ایسی تو کبھی نہ تھی۔ میں کہاں کھو چکی ہوں...!؟

میں اپنی اس حالت سے تنگ آ گئی، میں چیخ چیخ کے رونا چاہتی تھی خود کو ڈھونڈنا چاہتی تھی مگر مجھ سے رویا نہیں جاتا تھا کیونکہ ان دنوں رونا مجھے آتا ہی نہ تھا۔

مجھے احساس تھا میری کوئی بہت قیمتی چیز گم ہو چکی ہے۔

اکثر تنہائی میں بیٹھ کر خود احتسابی کا عمل کرتی رہتی۔ اپنی کمیوں کوتاہیوں کو جانچتی رہتی غلطیاں سدھارنے کی کوشش کرتی رہتی۔ حقوق العباد اور حقوق اللہ، دونوں کی ادائیگی کی کوشش میں لگی رہتی مگر دل میں وہی ہُو کا عالم طاری رہتا۔

رمضان کا آخری عشرہ شروع ہو گیا.. رخصت کے دن آنے لگے جدائی کی گھڑیاں قریب ہونے لگیں۔ یہ وہ وقت ہوتا تھا جب عبادت میں خشوع و خضوع بڑھ جاتا تھا اور میں اللہ تعالی سے خوب مغفرت کی دعائیں مانگا کرتی تھی۔ جہنم کے دردناک عذاب کا تصور مجھے رلاتا تھا... جنت کی نعمتیں اپنی طرف کھینچتی تھیں۔ دل میں رقت اور نرمی اتر آتی تھی۔ مسجدوں سے آتی اذان اور تراویح کی صدائیں میری روح تک کو شاداب کر دیتی تھیں....!

مگر اب... اب کیا ہو گیا تھا؟

مجھے یہ سب کیوں حاصل نہیں تھا؟

کیا یہ میرے کسی گناہ کی سزا ہے یا پھر کوئی آزمائش... اسی ادھیڑبن میں رمضان کا آخری دن بھی آ پہنچا۔ میں فجر کی نماز پڑھ کر صحن میں ہی جائے نماز بچھائے بیٹھی تھی۔ آنکھیں آسمان کے ہلکے ہلکے بدلتے رنگوں کو دیکھ رہی تھیں۔ مشرق سے ابھرتا نیلگوں سفید رنگ... اور میں حسرت و افسوس سے سوچ رہی تھی کچھ نہیں کمایا میں نے اس رمضان میں۔ دل میں اک ہوک سی اٹھی۔ رونا چاہا پر آنسو تو کب کے ان آنکھوں سے روٹھ چکے تھے۔

◆◆◆

عید آئی اور گزر گئی میری زندگی کی رعنائیاں بھی کہیں کھو چکی تھیں۔ میرے دل کا عالم وہی رہا... خالی اور ویران۔

اب نہ طوفاں ہے نہ وہ شور ہواؤں جیسا
دل کا عالم ہے ترے بعد خلاؤں جیسا

دو ماہ ہونے والے تھے مجھے اس سے بچھڑے... وہ مجھ سے ناراض تھا شاید۔۔۔ یا پھر وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ مجھے اس کی کمی محسوس ہوتی ہے یا نہیں...؟

ان دنوں میرا بس ایک ہی کام تھا کثرتِ استغفار اور صدقہ کرنا.... بس رات دن اللھم الغفرلی اور استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ پڑھا کرتی۔ اپنی خطاؤں کو یاد کر کر کے رب کریم سے معافی مانگا کرتی۔ پہروں یہ سوچتی رہتی کہ مجھ سے کہاں غلطی ہوئی جو میرا دل اللہ کے قرب کی لذت سے محروم ہو گیا۔

◆◆◆

کبھی کبھی میں بہت بے قرار ہوتی... مجھے ایسا لگتا اس بے حسی اور سرد مہری سے میرا دل پھٹ جائے گا۔ میرا دل چاہتا میں کسی میدان کسی ریگستان کسی صحرا میں نکل جاؤں... جہاں میرے اور میرے رب کے سوا اور کوئی نہ ہو.. پھر میں دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاؤں اور چیخ چیخ کر اس سے فریاد کروں... میرے اللہ میری سن لے... مجھے تھام لے... مجھے ان پستیوں میں گرنے سے بچا لے مولا!!! مجھے اپنے پاس بلا لے...!!

میرا دل چاہتا میں ریت کے ذروں میں خود کو ڈھال لوں... دھول بن کر اڑ جاؤں.. میرا کوئی وجود نہ رہے... میرے دل میں کوئی پیاس نہ رہے... میرے بدن کا ایک ایک ذرہ بارگاہِ الٰہی میں پہنچ کر رحم کی بھیک مانگتا رہے... اور ایک بار صرف ایک بار میرا پروردگار مجھے مسکرا کر دیکھ لے... تو ان سوکھے دھانوں پر پانی پڑ جائے... بے قرار روح کو قرار آ جائے۔ مگر میں سسکتی رہی... اور ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔۔

◆◆◆

پھر ایک دن جمعہ کے بعد کا وقت تھا۔ عصر سے ذرا دیر پہلے میں گھر میں اکیلی یوں ہی ناکام و نامراد سی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی سوچے جا رہی تھی۔ درود شریف پڑھ رہی تھی اور اسے پکار رہی تھی۔ دل میں یاد کر رہی تھی اسے بلا رہی تھی۔ مگر دل کی حالت ایسی تھی جیسے سزائے موت کے مجرم کو پھانسی گھاٹ کی طرف لے جایا جا رہا ہو۔ ایسا خالی، تاریک اور ویران دل، جس

ابا

سیدہ ناجیہ شعیب احمد

گرمیوں کی بھری دوپہر تھی۔ سورج پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ سُرخ اینٹوں والا پیاسا فرش تیزی سے پانی جذب کر رہا تھا۔ پورے صحن میں مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو پھیل گئی تھی۔ چھوٹے سے صحن کے ایک کونے میں چنبیلی کی بیل دیوار کے ساتھ ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔ واہ سبحان تیری قدرت! پھولوں کی مہکار سے روح اندر تک سرشار ہو جاتی ہے۔ تپتی دھوپ میں صاف شفاف ٹھنڈے پانی سے فرش دھوتے وقت اس کا دل مچل اٹھا تھا، دلِ ناداں کی خواہش کو سمجھا بجھا کر اس نے تنکے والی جھاڑو اٹھائی صحن کے کونے میں رکھ کر وہ پلٹی اور گہری سانس لیتے ہوئے چنبیلی کی مہک اپنے اندر سموتے ہوئے زیرِ لب شکر الحمدُللہ کہتی باورچی خانے کی جانب بڑھ گئی۔

صحن اور باورچی خانے کے آمنے سامنے دو کمرے تھے۔ گرمیوں میں چھوٹا کمرا بڑے کمرے کی نسبت کافی ٹھنڈا رہتا تھا۔ چھوٹے کمرے میں حلیمہ کے جہیز میں لائے گئے سامان کی باقیات جن میں اخروٹ کی لکڑی کا جہازی سائز پلنگ اور دوپٹوں والی خم دار الماری جو کسی کبڑی بڑھیا کی طرح بیتے دنوں کی چغلی کھاتی محسوس ہوتی۔ کھڑکی پر لٹکتے دبیز پردے کمرے کے ماحول کو خواب ناک بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ کمرے میں دن بھر اندھیرا چھایا رہتا تھا کیوں کہ اس کمرے کے واحد مکیں کو اپنا آرام اور سکون اپنے اہل وعیال سے زیادہ عزیز تر تھا۔ دن بھر کی تھکی ماندی حلیمہ صرف رات کو سونے کے لیے دبے قدموں اس کمرے میں آتی اور بنا آواز کیے پلنگ کے ایک کونے پر لیٹ جاتی۔ اس کے مجازی خدا کو اکیلے سونے کی عادت تھی۔ حلیمہ کی عمر گزر گئی تھی، اس دشت کی سیّاحی میں۔ زبان پر قفل ڈالے کولہو کے بیل کی طرح وہ سارا دن گھر کے کاموں میں جُتی رہتی۔ بچوں کی ذمہ داری، تربیت دیکھ بھال کا بوجھ حلیمہ کے ناتواں کاندھوں پر لاد کر سلامت مارے باندھے کماتا اور اس کمائی کے عوض اس نے سب کو اپنا زر خرید غلام بنا رکھا تھا۔ وہ چار پیسے کما کر لا رہا ہے، اس کی دانست میں یہی تیس مار خانی تھی۔ اللہ اللہ خیر سلّا۔۔۔

چھوٹے کمرے کے برابر بڑے کمرے کے پختہ فرش پر بچھی رنگین رلی پر (کپڑے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو جوڑ کر بنائی گئی چادر) گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے شفقت، سلامت اور حلیمہ کی پہلوٹی کی اولاد موبائل فون پر گیم کھیلنے میں مگن تھا۔ شفقت سے ذرا پرے دو چھوٹے لڑکے ننگے فرش پر آڑے ترچھے پڑے تھے۔ چھت پر لگا پنکھا اپنی پوری رفتار سے چلتے ہوئے برابر گرم ہوا پھینک رہا تھا۔ پسینے سے تربتر ہونے کے باوجود دونوں بچے بے خبر سو رہے تھے۔ سوتے ہوئے بچے کتنے معصوم اور بھولے لگتے ہیں۔ حلیمہ بڑے کمرے میں رکھے فریج میں گوندھا ہوا آٹا رکھنے آئی تو اسے بے ساختہ سوئے ہوئے بیٹوں پر پیار آ گیا، دونوں کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے شکر الحمدُللہ کہا اور واپس اپنے کاموں میں جُت گئی۔

”شوکی! نکڑ والا کھوکھے سے ایک گٹکے کا پیکٹ اور دو سگریٹ تو پکڑ لائیو، پیسے بولیو ابّا روزے کے بعد دے دے گا۔“

شفقت نے کسل مندی سے منہ پھاڑ کر طویل جمائی اور انگڑائی ایک ساتھ لینا چاہی، جب سلامت نے کمرے میں قدم رکھتے ہوئے شوکت کو پکارا تھا۔ پکے فرش پر بے سُدھ سوئے شوکت عرف شوکی نے ہل کر نہ دیا تو شفقت نے باپ کے غصے سے لال پیلے ہوتے چہرے کو دیکھتے ہوئے شوکت کو جھنجھوڑ دیا۔ گہری نیند سے بیدار ہوتے شوکی نے نیم وا آنکھوں سے معاملہ سمجھنے کی کوشش کی، وہ خالی خالی نگاہوں سے بڑے بھائی کو تک رہا تھا، تب سلامت نے کھینچ کر ایک زوردار تھپڑ رسید کر کے اسے لات ماری اور بولا: ”آنکھ کیا دِکھاتا ہے بے؟ تیرا باپ ہوں میں، غلام نہیں، چل اُٹھ کھڑا ہو!“

تھپڑ اور زہر خند لہجے کی گونج بڑے کمرے کے در و دیوار سے ٹکراتی ہوئی نکلی اور باورچی خانے میں دال چنتی حلیمہ کے کانوں میں بم بن کر پھٹی۔ ماں کا کلیجہ حلق میں آ گیا۔ وہ جلے پیر کی بلی کی طرح دوڑی چلی آئی، جہاں شوکی سکتے کی حالت میں کھڑا باپ کو دیکھ رہا تھا۔ ماں کو دیکھتے ہی اس کی ڈبڈبائی آنکھوں میں تیرتے قیمتی آنسو بے مول ہو کر پکے فرش پر ٹپکنے لگے۔

”شفقت! اسے کیوں نیند سے جگایا۔ ساری رات بچہ مسجد میں گزار کر فجر میں آیا تھا، سکون سے سونے تو دیتے۔“

”شوہر کے آگے بیٹے کی طرف داری کرتی ہے نافرمان عورت!“

سلامت کی زبان مغلظات اُگلنا شروع ہو گئی تھی۔ حلیمہ نے ہمیشہ کی طرح خاموشی کو بطورِ ہتھیار استعمال کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکلنے میں ہی عافیت جانی۔ باپ کی چیخ و پکار کا بے خبر سوئے چھوٹو پر رتی برابر اثر نہیں ہوا تھا، ہاں! بس اس نے کسمسا کے کروٹ ضرور بدل لی تھی۔ یہ تو تقریباً روز کا معمول ہے اور اس معمول کا چھوٹو عادی ہو گیا تھا۔

سلامت کی بولتی بند کرنے کا شافی حل شفقت کے پاس تھا، سو وہ بوتل کے جن کی طرح یوں گیا اور یوں آیا۔ ہانپتے ہوئے شفقت نے

گٹکے کا پیکٹ باپ کو پکڑایا، جسے سلامت وہیں کھول کر ہتھیلی پر رکھ کر مسلنے لگا۔ شفقت بڑی باریک بینی سے جائزہ لینے میں مگن تھا، جب سلامت نے اس کی محویت نوٹ کرتے ہوئے کہا: ''تیری ماں بتا رہی تھی کہ آج تو نے روزہ رکھا ہے۔ میری طرح جب روزی روٹی کمانے کے چکر میں پڑے گا تب لگ پتا جائے گا۔'' اب وہ گٹکا منہ میں رکھ چکا تھا۔ ''دیکھ! تو گھر کا بڑا بیٹا ہے۔ ایک دن میری جگہ تو نے ہی سنبھالنی ہے سمجھا!''

''جی، جی ابّا، اچھی طرح سمجھ گیا۔'' شفقت ذو معنی انداز میں مسکرایا، وہ تو ابّا کو اپنا آئیڈیل سمجھتا تھا۔ کیا شاہانہ ٹھاٹھ ہیں ابّا کے۔ مرضی سے سونا جاگنا، اماں سے من پسند چیزیں پکوا پکوا کر جب چاہے کھانا جو چاہے پینا۔ مزاج کے خلاف بات پر گھر والوں کی ایسی تیسی کر کے رکھ دینا۔ کسی کو خاطر میں نہ لانا۔ ''میں کمرے میں آرام کرنے جا رہا ہوں۔ خبردار جو کسی شور شرابے کی آواز آئی۔'' گھر میں بچے ہوں اور خاموشی ہو، ایسا کیسے ممکن ہے؟ مگر اس گھر کا سربراہ ایک جابر اور خود غرض انسان تھا۔ ایسے گھٹن زدہ ماحول میں گھٹ گھٹ کر سانس لینے والے چاہ کر بھی راہِ فرار اختیار کرنے کی حالت میں نہیں تھے۔ نجانے انھیں راہِ پُر خطر پر پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے کتنی دور تک چل کر منزلِ مقصود پر پہنچنا تھا۔ شوکی تأسف سے سوچتے ہوئے غسل خانے میں گھس کر ماں کی طرح ہچکیاں لے لے کے رو رہا تھا۔ غسل خانہ ان کی واحد جائے امان، جہاں وہ سب سے چھپ کر غسل کے بہانے دل ہلکا کر لیا کرتے تھے۔

باورچی خانے میں دوپہر سے گھسی حلیمہ پسینے سے شرابور تھی۔ کالج سے آ کر سعدیہ بھی ماں کا ہاتھ بٹانے میں مصروف تھی۔ دونوں کے ہاتھ تیزی سے کام سمیٹنے میں مصروف تھے۔

شفقت ماں کے بار بار کہنے پر شوکت کے ساتھ عصر کی نماز پڑھنے مسجد چلا ہی گیا تھا۔

''اماں! افطار کھلنے میں بیس منٹ رہ گئے ابّا کو اٹھا دیں۔''

''نہیں، پہلے دستر خوان لگا دو اور پتا نہیں یہ لڑکے کہاں رہ گئے۔'' آلو کے پکوڑے تلتی حلیمہ پریشانی سے بولی۔

سعدیہ چھوٹو کے ساتھ مل کر جھٹ پٹ دستر خوان لگا کر افطاری سجا چکی تھی۔ تب دونوں لڑکے بھی آن پہنچے۔ شوکت نے دستر خوان دیکھتے ہوئے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: ''ہائے مارے گئے'' اور حلیمہ جی جان سے دہل گئی۔

''آج افطاری میں قیمے کے سموسے نہیں بنائے؟ اور یہ کیا۔۔۔؟ ہزار مرتبہ بتایا ہے کہ مجھے پالک کے پکوڑے بہت پسند ہیں، مگر اس عورت کو تو اپنی اولاد کے ناز اٹھانے سے فرصت نہیں۔ یہ کیا لال شربت۔۔۔؟ سخت نفرت ہے مجھے لال شربت سے۔''

خوب بکنے جھکنے کے بعد سلامت نے اپنی پلیٹ میں پکوڑے، رول سموسے، فروٹ چاٹ، چھولے دہی بڑے رکھے۔ گھر کا سربراہ شانِ بے نیازی سے دستر خوان سے اٹھا اور اپنے حجرے میں گھس گیا۔ سائرن بج رہا تھا۔ روزے داروں نے آنسوؤں سے روزہ افطار کیا۔ دونوں لڑکوں نے نماز کے لیے مسجد کی جانب دوڑ لگائی۔ حلیمہ اور سعدیہ بڑے کمرے میں نمازِ مغرب کی نیت باندھ چکی تھیں۔ دعا مانگتے ہوئے حلیمہ ہچکیاں لے لے کے رو رہی تھی۔ مسجد سے واپسی پر شفقت اور شوکت ٹھٹھک کر رہ گئے۔

سر پر سفید ٹوپی پہنے وہ ابّا ہی تھا جو مسجد کی دائیں جانب دیوار کے ساتھ چادر بچھائے فقیر کے سامنے اپنی افطاری سے بھری پلیٹ رکھ رہا تھا۔

بقیہ

عرفانِ محبت

میں اندھیرے ہی اندھیرے تھے۔۔۔۔!!

اور پھر ایک دم یوں لگا میرے دل میں روشنی سی بھر گئی ہو جیسے۔۔۔ وقت تھم سا گیا، ظلمت کے پردے ہٹ گئے۔ گرد چھٹنے لگی اور بادل ٹوٹ کے برسے۔ میرے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ یوں لگ رہا تھا کوئی سیلاب ہے جو آنکھوں کے بند توڑ کے باہر نکل آیا ہے۔ وہ جو میری ہستی کو ساتھ بہا کر لے جا رہا ہے۔ میں سجدے میں گری زار و قطار رو رہی تھی۔ اس سے معافیاں مانگ رہی تھی اسے منا رہی تھی۔

میرے رب مجھے معاف کر دے! میں تجھ سے دور چلی گئی تھی۔ میرے گناہوں کی نحوست نے مجھے تجھ سے دور کر دیا تھا۔ میرے اللہ! میں بہت بے قرار تھی تیرے بغیر۔۔۔ میری عبادتوں میں خشوع نہ رہا میرے دکھوں میں گداز، میری خوشیوں میں ساز نہ رہا۔ میں مر مر کے جیتی رہی میں تجھے ڈھونڈتی رہی تجھے پکارتی رہی۔۔۔ میں نے اپنی بداعمالیوں کے سبب تجھے کھو دیا تھا میرے اللہ۔

تجھے پتا ہے نا۔۔۔ تیرے بن میرے دن رات کیسے گزرے؟؟ جیسے کوئی معصوم بچہ ماں سے بچھڑ کر دیوانہ وار اسے ڈھونڈتا پھرتا ہو۔۔۔ جیسے کسی کی دنیا تاریک ہو جائے۔۔۔ جیسے کسی کا سب کچھ کوئی چھین کر لے جائے۔۔۔ میں ایسے اکیلی رہ گئی تھی میرے اللہ۔۔۔! میں تیرے بغیر کچھ نہیں۔ میرے اللہ! اب کبھی مجھے اپنے قرب کی لذت سے محروم نہ کرنا۔ اب کبھی مجھے خود سے دور مت جانے دینا۔ تو نے دیکھا نا میرے اللہ! میرے دل کی بے چینی نے لمحہ لمحہ بتایا کہ مجھے تجھ سے محبت ہے۔ میرا دل ساری نعمتوں کے ہوتے ہوئے بھی تجھے کھوجتا رہا۔۔۔! میں رات دن بے قرار رہی۔ میں نادان تھی اس فانی دنیا کی رنگینیوں میں کھو کر تجھے بھول گئی تھی۔ اب میں کبھی ایسا نہیں کروں گی۔ میرے اللہ! مجھے معاف کر دے۔ میرے گناہوں سے در گزر کر دے۔

میں بہت دیر تک یوں ہی اپنے کریم رب سے راز و نیاز کرتی رہی۔۔۔ رو رو کے گلا خشک اور بدن نڈھال ہو گیا مگر میں خوش تھی بے پناہ خوش۔۔۔ میرا قیمتی اثاثہ مجھے واپس مل گیا تھا اور میں اس سے بار بار اقرارِ محبت و وفاداری کر رہی تھی۔

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بے شک میری نماز میری قربانی میرا جینا میرا مرنا صرف تیرے لیے ہے اے جہانوں کے پروردگار۔۔۔!

وہی تو ہے جو دلوں کا سکون ہے، وہ نہ رہے تو کچھ نہیں بچتا۔ کچھ بھی نہیں!! بس اللہ کریم ہمارے دلوں کو اپنی یاد سے آباد رکھے۔

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام سہی، عرفانِ محبت عام نہیں

روشنی کا صدقہ

حفصہ محمد فیصل

چٹان پور پہاڑوں کے دامن میں آباد ایک مختصر سا شہر تھا۔ بلند و بالا عمارتیں نہیں تھیں، لیکن فضا میں امن کا ایک خوبصورت سا احساس تھا۔ اسی شہر میں حمزہ خان رہتا تھا۔۔۔ ایک کام یاب تاجر، جس کی دکانیں شہر بھر میں پھیلی ہوئی تھیں۔ دولت اس کے پاس بہت تھی، مگر دل میں ایک ایسی محرومی تھی جو کسی کو نظر نہ آتی۔

حمزہ کے پڑوس میں انصار بابا رہتے تھے۔ سفید داڑھی والا نیک دل شخص، جس کی باتیں پورے محلے کے لیے علم و حکمت کا خزانہ تھیں۔ حمزہ ان کا بے حد ادب کرتا تھا، مگر کبھی دل کی بات ان کے سامنے نہیں رکھ سکا تھا۔

ایک شام حمزہ تھکا ہارا گھر لوٹا۔ ملازم نے بتایا کہ انصار بابا ملنے آئے تھے۔

حمزہ کے دل میں خیال آیا کہ شاید کچھ کام ہو گا، ورنہ انصار بابا کبھی اس طرح تو نہیں آتے۔

حمزہ ضروری امور سے فارغ ہو کر رات کو انصیار بابا کے گھر گیا۔ دروازہ کھلا تو بابا نے مسکرا کر استقبال کیا: ”آؤ حمزہ بیٹا! ایسا لگتا ہے جیسے آج تمہیں آنے کا اشارہ اللہ نے دیا ہے۔ بیٹھو! بات کرتے ہیں۔۔۔“ حمزہ نا سمجھی سی کیفیت کے ساتھ بیٹھ گیا۔

”ہمم! اب سناؤ اپنے دل کی کیفیت، میں ہمہ تن گوش ہوں۔“ انصار بابا نرمی سے بولے۔

”بابا! میں دولت رکھتا ہوں، مگر سکون نہیں۔ ہر روز ایک انجانا خوف، ایک عجیب سی بے چینی۔۔۔ سمجھ نہیں آتا ہے کہ کیوں؟“

انصار بابا نے شفقت سے کہا: ”بیٹا! کبھی اللہ کے دیے ہوئے مال میں حقِّ بندگی ادا کیا ہے؟ کبھی اپنے مال کو پاک کیا ہے؟“

حمزہ حیران ہو کر بولا: ”پاک؟ کیا مطلب۔۔۔؟“

بابا نے دھیرے سے قرآن کی آیت پڑھی:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا (التوبہ: 103)

”ان کے مال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لے، جو انھیں پاک کر دے اور ان کا تزکیہ کر دے۔“ حمزہ کے دل پر جیسے کوئی چوٹ لگی۔

انصار بابا نے کہا: زکوٰۃ مال بھی پاک کرتی ہے اور دل بھی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ نے زکوٰۃ اسی لیے فرض کی ہے کہ یہ تمہارے بقیہ مال کو پاک کر دے۔“ (سنن ابی داؤد)

پھر بابا خاموش ہو گئے۔

حمزہ نے دل میں ایک لرزہ سا محسوس کیا۔ پہلی بار اسے لگا شاید اس کے مال میں کچھ ایسا ہے، جو دل کا سکون روک رہا ہے۔

اگلی صبح حمزہ کے لیے تبدیلی کی پہلی کرن کے طور پر نمودار ہوئی۔ وہ اپنی دکانوں کا حساب دیکھ رہا تھا کہ ملازم اشرف آیا۔ چہرے پر پریشانی تھی۔

”سر! میرا بیٹا بیمار ہے۔ سرکاری اسپتال میں جگہ نہیں مل رہی، پرائیویٹ کا خرچ بہت زیادہ ہے۔ اگر کچھ مدد مل جائے۔۔۔“

حمزہ نے فوراً کہا: ”بعد میں دیکھیں گے، ابھی بہت کام ہے۔“ اشرف خاموشی سے چلا گیا، لیکن حمزہ کا دل مزید بوجھل ہو گیا۔

انصار بابا کی باتیں اس کے کانوں میں گونجنے لگیں ”زکوٰۃ دل کو نرم کرتی ہے، مال میں برکت لاتی ہے“

اس نے فیصلہ کر لیا: ”اس بار حساب کر کے پوری زکوٰۃ نکالوں گا۔۔۔ اور اللہ کے بندوں تک پہنچاؤں گا۔“ حمزہ نے حساب لگایا تو رقم اچھی خاصی بن گئی، اتنی رقم نکالنے کا سوچ کر ایک لمحے کو دل گھبرایا، مگر فوراً ارادہ مضبوط کیا ”جو حکم اللہ نے دیا ہے، وہی میرے لیے بہتر ہے۔“

زکوٰۃ کے وصول کنندگان کی فہرست بنی۔ اس فہرست میں سب سے پہلی جگہ اشرف کا نام تھا۔

حمزہ جب اشرف کے گھر پہنچا، اسے لفافہ پکڑایا۔ اشرف نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا: ”سر! آپ کو اللہ خوش رکھے! میرے بچے کی سانسیں رک رہی تھیں آپ کی یہ رقم اس کے لیے زندگی کی نوید ہے۔“ یہ دعائیہ کلمہ سن کر حمزہ کے دل میں سکون کی لہر دوڑ گئی۔ وہ لمحہ اس کی زندگی کا پہلا اندرونی سکون تھا۔

حمزہ پھر انصار بابا کے ساتھ مل کر شہر کے غریب علاقوں کی طرف گیا۔

وہ جگہیں جو اسے کبھی نظر نہ آئی تھیں۔ ٹوٹے گھروں کے بیچ کھیلتے بچے، بیمار بوڑھے، ادھورا علاج، روٹی کے لیے ترستے چہرے۔۔۔

ایک گھر میں ایک بڑھیا نے زکوٰۃ لیتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر کہا: ”اللہ وہ سکون تمہیں دے بیٹا! جو ہم لوگوں نے برسوں سے نہیں دیکھا۔“ اس دعا نے حمزہ کی روح کو جیسے جھنجھوڑ دیا۔

پھر بابا نے اسے حدیث سنائی: ”جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے، اللہ اس کے لیے رزق کے دروازے ایسے کھول دیتا ہے، جیسے سمندر کی لہریں ایک کے بعد ایک آتی ہیں۔“ (مسند احمد)

حمزہ نے دھڑکتے دل سے کہا: ”بابا! میں نے آج سمجھا کہ؛ زکوۃ نکالنے سے مال گھٹتا نہیں بلکہ مال بڑھتا ہے۔“

”شیطان نے ہمیں دھوکے میں ڈالا ہوا ہے کہ ہر سال اتنا مال نکالنے سے تو تم غریب ہو جاؤ گے، حالاں کہ اللہ کا وعدہ تو اس کے برعکس ہے اور اللہ کا وعدہ ہی سچا ہے۔“ حمزہ جذب سے بولا۔

انصار بابا نے اس کی بات سن کر اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔

چند ہفتوں بعد چٹان پور بدلنے لگا۔ حمزہ کی زکوٰۃ سے چھوٹے کاریگروں کا کام چل نکلا، بیواؤں کی مدد ہونے لگی، یتیم بچوں کے لیے اسکول کے کپڑے آئے، بیماروں کا علاج ممکن ہوا اور سب سے اہم۔۔۔ لوگوں کے دلوں میں وسعت پیدا ہونے لگی۔ حمزہ کی دیکھا دیکھی کئی متوسط اور خوش حال لوگ اپنے مالوں کا صحیح طور پر حساب کتاب کر کے زکوۃ نکالنے لگے۔

حمزہ دکانوں کو پہلے جیسی ہی محنت سے چلا رہا تھا، مگر اب حیرت انگیز بات یہ تھی کہ منافع پہلے سے زیادہ ہونے لگا۔

وہ مسکرا کر سوچتا ”یہ اللہ کا وعدہ ہے۔“

پھر اسے وہ حدیث یاد آتی ”زکوٰۃ مال کو کم نہیں کرتی بلکہ بڑھاتی ہے۔“ (صحیح مسلم)

ایک دن ایک بڑی تجارتی ڈیل میں حمزہ کو بہت بڑا نقصان ہوا۔

وہ خواب

زوجہ عبدالرحمن

سحری کے وقت آنکھ کھلی تو ہادیہ کے ہوش اڑ گئے صرف 20 منٹ باقی تھے الیاس صاحب کو جگا کر انہیں بچوں کو بھی جگانے کی ہدایت کرتی ھادیہ جلدی سے کچن میں آ گئی۔

رات کا سالن گرم کرنے اوون میں رکھ کر خود جلدی سے چولہے پر چائے چڑھا دیا جبکہ دوسرے چولہے پہ بالترتیب کباب تلنے اور روٹی بنانے لگی۔

جب تک سالن گرم ہوتا ہے دو تین روٹیاں بھی تیار ہو چکی تھی ہادیہ افرا کو جلدی سے سحری لگانے کی ہدایت کرتی جلدی جلدی روٹیاں توے سے اتارنے لگی۔

بچے اور الیاس صاحب تو سحری کر چکے تھے مگر ہادیہ کام کرنے کے ساتھ ساتھ چند نوالے ہی لے سکی، پانی پی کر جلدی سے کلی کیا اور اسی لمحے سحری بند ہونے کے سائرن بھی بجنے لگے۔

سحری کے بعد کچن سمیٹ کر بچوں کو اسکول کے لیے اور الیاس صاحب کو دفتر کے لیے روانہ کر کے ہادیہ نے گھر سمیٹا صفائی کی پھر کمرے میں آ کر لیٹ گئی اپنے پسندیدہ ڈرامے کا قسط دیکھا اور سو گئی 12 بجے بچوں کے اسکول سے آنے پر اس کی انکھ کھلی۔

چھوٹے دونوں بچے ہادی اور عمر کو کھانا بنا کر دیا پھر انہیں کچھ دیر ریسٹ کروانے کے بعد مدرسے کی طرف روانہ کر دیا اور خود افطار کا سامان دیکھنے لگی جو پڑا تھا ٹھیک جو نہیں تھا وہ قریبی مارکیٹ سے جا کر لے آئی جب تک واپس آتی گھڑی تین بجا چکی تھی ہادیہ پھر سے کچن میں چلی گئی جہاں اب اسے افطار تیار کرنا تھا۔

"دستر خوان لگ گیا ہے، افطاری میں صرف پانچ منٹ بچے ہیں سب آجائیں" ہادیہ سب کو آواز لگاتی ہوئے ایک بار پھر کچن میں اگئی تھی۔ کتنی جلدی پہلا عشرہ گزر گیا پتہ ہی نہیں چلا خود کلامی کرتی ہادیہ ساتھ ساتھ پکوڑے بھی تل رہی تھی۔

"مما! آپ بھی اجائیں" افرا کی آواز سن کر ہادیہ نے گھڑی پہ نظر ڈالی دو منٹ باقی تھے سوچا "پکوڑے لے کر ہی دستر خوان پہ جاؤں" پکوڑے ٹرے میں سجا کر ہادیہ کچن سے باہر آئی تو دیکھا کہ الیاس صاحب چاروں بچوں کے ساتھ بیٹھے دعا مانگ رہے ہیں ہادیہ جب تک بیٹھتی اذانیں شروع ہو چکی تھی سب جلدی جلدی کھانے لگے۔

افطاری کا دستر خوان سمیٹ کر برتن دھو کر ہادیہ نے سب کو چائے بنا دی اور پھر چائے کے برتن بھی دھو کر رکھ دیے کیونکہ پھر سحری میں مشکل ہو جاتی سارے کام نپٹا کر ہادیہ نے سوچا کیوں نہ کمر سیدھی کر لی جائے بیڈ پہ لیٹتے ہی تھکی ہاری ہادیہ نیند کی آغوش میں چلی گئی۔

تراویح پڑھ کر آئے الیاس صاحب نے جب بیگم کو یوں سوتے دیکھا تو مسکرا اٹھے اور ہادیہ کو جگاتے ہوئے کہا: "بیگم کچھ فروٹس پڑے ہیں تو کھلا دیں"۔ جی لائی!! کہہ کر ہادیہ کچن میں گم ہو گئی۔ فروٹس کھانے کے بعد سب اپنے اپنے موبائل میں مصروف ہو گئے جبکہ ہادیہ نے ایک بار پھر کچن سمیٹا۔

رمضان المبارک کے آخری اخری عشرہ کے شروع ہونے میں بس ایک ہی دن بچا تھا ہادیہ بچوں کی عید کی شاپنگ مکمل کرنے کے لیے آج بازار گئی تھی جس وجہ سے الیاس صاحب آج بھی تراویح پڑھنے نہ جا سکے یہ قریبا پانچواں دن تھا اور ہادیہ کی شاپنگ مکمل ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

اس رات تھکی ہاری ہادیہ مارکیٹ سے آتے ہی سو گئی۔

کیا دیکھتی ہے!! چاروں طرف نور ہی نور ہے، جسے دیکھ کر دل میں سکون اتر رہا ہے، ہوا میں پھیلی مسحور کن خوشبو اسے محسوس ہو رہی تھی، تھکن اور غم جیسے تھے ہی نہیں، مگر اس کے قدم نہیں اٹھ رہے تھے اس سے کچھ ہی فاصلے پہ جنت کا دروازہ تھا جس سے اس کا فاصلہ دھیرے دھیرے بڑھ رہا تھا!

وہ رو رہی تھی زور لگا رہی تھی مگر۔۔۔ سب دور ہوتا جا رہا تھا۔ آنکھ کھلنے پر پسینے میں شرابور ہادیہ کی انکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے گویا خواب نہیں حقیقت ہو!

وہ سمجھ گئی کہ جس طرح رمضان المبارک کا عظیم مہینہ اب تک اس نے گزارا اسی کی طرف اشارہ دیا گیا ہے۔ پلٹنے کا وقت ابھی بھی باقی تھا وہ روتی رہی اور اٹھ کر تہجد پڑھ کر سحری کا انتظام کرنے لگی۔ اب سحری صرف کھانے کی نہیں تہجد کی بھی بن گئی، قرآن روز کھلنے لگا، ذکر لبوں پر آنے لگا اور افطار سے آدھا گھنٹہ پہلے دستر خوان پر رمضان کی فضیلتیں بچوں کو سننے کو ملنے لگی، یوں ماہ رحمت میں خوب رحمتیں سمیٹی جانے لگی۔

ملازم پریشان ہو کر بولا: "سر! اب کیا کریں؟"

حمزہ نے سکون سے جواب دیا: "ہم وہ کریں گے جو رسول اللہ ﷺ نے سکھایا۔۔۔ مال کم ہو تو اللہ کے راستے میں دو۔ جب ہاتھ کھلے رکھو گے، رزق کی کھڑکیاں خود کھلیں گی۔" اسی شام اس نے پھر کچھ رقم غریبوں میں بانٹی۔ دل سے نکلا یقین اس کے اندر پروان چڑھ رہا تھا۔ انصار بابا کی محنت کام کر رہی تھی۔ کچھ دن بعد حیرت انگیز طور پر ایک دوسری ڈیل میں پچھلے نقصان سے ڈبل منافع ہوا۔

ملازم حیران رہ گئے۔ حمزہ نے بس ہنس کر کہا: "یہ اُس اللہ کا کرم ہے جو اپنے بندے کے لیے خزانے کے دروازے کھولتا ہے۔"

چند دنوں بعد ایک شام حمزہ انصار بابا کے گھر گیا۔ بابا بیمار تھے اور کم زور آواز میں بولے: "حمزہ بیٹا! اللہ نے تمہارے دل میں جو نور ڈالا ہے، اسے کبھی بجھنے نہ دینا۔ یاد رکھو! زکوٰۃ صرف مال نہیں۔۔۔ رحمت کی بارش ہے۔"

پھر بابا نے آخری بار وہ حدیث دہرائی: "زکوٰۃ اسلام کے ستونوں میں سے ہے، جس نے اسے ادا کیا اس نے دین کو مضبوط کیا اور جس نے چھوڑ دیا، اس نے عمارت میں شگاف ڈال دیا۔" (صحیح بخاری)

حمزہ کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے بابا کا ہاتھ تھام کر کہا: "بابا! آپ نے مجھے نیا حمزہ بنا دیا ہے۔"

بابا مسکرائے: "نہیں بیٹا! زکوٰۃ نے تمہیں بدلا ہے، جس شخص کا دل اللہ کی راہ میں کھل جائے، وہی اصل دولت مند ہوتا ہے۔"

چند ماہ بعد چٹان پور میں ایک نئی روایت قائم ہوئی۔ حمزہ کی محنت اور عمل سے لوگوں نے زکوٰۃ کو صرف "فرض" نہیں سمجھا بلکہ رحمت کا دروازہ سمجھا۔ ہر سال محلے کے ہر گھر سے زکوٰۃ جمع ہوتی، یتیموں کے لیے کپڑے تیار ہوتے، بیواؤں کے گھروں تک راشن پہنچتا، بیماروں کا علاج ہوتا اور یوں بستی میں خوشی کی روشنی پھیلتی جا رہی تھی اور اس روشنی کے پیچھے ایک شخص تھا۔۔۔ حمزہ! جس نے سیکھا کہ سکون دولت میں نہیں، بلکہ اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے اس کا حق ادا کرنے میں ہے۔ اس کے دل میں اب سکون تھا، نرمی تھی، روشنی تھی، اطمینان تھا۔ وہ چلتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ کر کہتا: "اے اللہ! تو نے وعدہ سچا کیا اور میں نے پایا کہ زکوٰۃ صرف دینے کا نام نہیں، زندگی میں نور اترنے کا نام ہے۔"

روزہ

انیسہ عانش

زاہدہ اور مبشرہ دونوں بہنیں تھیں۔ زاہدہ آپا کی اولاد جوان تھی۔ وہ سب بچے بچیوں کی شادی کا فریضہ سرانجام دے کر فارغ ہو چکی تھیں۔ ان کی اولاد سعادت مند تھی۔ آگے بہوویں بھی اچھی ملیں۔ وہ خود مذہبی رجحان رکھنے والی، صحیح العقیدہ خاتون تھیں۔ مزاج میں نرم خوئی رکھتیں تھیں سو راوی ہر طرف چین ہی چین لکھتا تھا۔ انہیں جو نہی اپنی سب سے چھوٹی بہن مبشرہ کی طبیعت خرابی کی اطلاع ملی تو وہ عیادت کی غرض سے چلی آئیں۔ مگر وہاں جا کر معلوم ہوا کہ سیڑھیوں سے پھسلنے کے باعث ان کے گھٹنے میں چوٹ آئی تھی۔ فزیوتھراپی کے سیشنز چل رہے تھے۔ انہوں بہن کی مکمل صحت یابی تک ان کے پاس رکنے کا ارادہ کیا۔ مبشرہ خود بھی یہی چاہتیں تھیں۔

مبشرہ کے شوہر ملازمت کی غرض سے بیرون ملک ہوتے تھے۔ ان کے دو ہی بچے تھے بڑی بیٹی حورم اور چھوٹا بیٹا ماہر۔ حورم یونیورسٹی میں پڑھتی تھی جبکہ ماہر کالج کا طالب علم تھا۔ انہوں نے حورم کو یونیورسٹی جاتے دیکھا تھا مگر ماہر کو کہیں آتے جاتے نہ دیکھ کر اس سے پوچھا: "ماہر آپ کالج کیوں نہیں جاتے؟" "آپا (بچے اپنی مما کی دیکھا دیکھی انہیں آپا بلاتے تھے) سلیبس پورا ہو چکا ہے رمضان کے بعد ایگزامز ہوں گے۔ کالج والوں نے فری کر دیا ہے۔ باقی میں اکیڈمی خود نہیں جاتا رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ پڑھائی کو میں بعد میں بھی کور کر لوں گا۔ اس نے تفصیلی جواب دیا۔ وہ اس کے رمضان کے احترام کے جذبے سے متاثر ہوئیں۔ پاس بیٹھی حورم ہنس دی۔ ہاں ہاں ہمیں خوب پتا ہے سو سو کر اور موبائل چلا کر رمضان کی برکتیں سمیٹیں گے جناب۔ آپ کو کیا پتا روزے دار کے سونے کا بھی ثواب ہوتا ہے۔ اس نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ ہاں پیٹو صبح بھر بھر کر کھاؤ گے تو سارا دن نیند ہی آئی گی۔

آج کل سحری اور افطاری ان کی زیر نگرانی تیار ہو رہی تھی۔ ان کی ہدایت پر سب کے لئے اکٹھا دستر خوان لگایا جاتا۔ وہ نوٹ کر رہی تھیں کہ حورم سحری نہیں کرتی تھی۔ وہ رات گئے تک بیٹھ کر اسائنمنٹ بناتی۔ اس دوران ساتھ ساتھ اسنیکس اور کھانا پینا چلتا رہتا۔ رات کے آخری پہر سوتی تو سحری میں اٹھا نہ جاتا سو نماز فجر کے لئے ہی اٹھتی۔ وہ بھی جیسے تیسے پڑھ کر بستر پر ڈھیر ہو جاتی۔ پھر نو بجے تک اٹھ کر بھاگم بھاگ یونیورسٹی کی طرف روانہ ہو جاتی۔ پھر شام گئے تک لوٹتا افطاری، افطاری کے بعد ریسٹ رات کو پھر سے اسائنمنٹ۔ جبکہ ماہر تہجد پڑھتا، سحری کرتا، نماز فجر کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کے بعد جو سوتا تو دوپہر کی خبر لاتا۔ پھر اٹھ کر موبائل میں اسلامک ڈرامے، کارلس عثمان، سلطان مہمت، فاتح، باربروسہ، صلاح الدین وغیرہ وغیرہ سے مستفید ہوتا رہتا اور یہ سلسلہ افطار سے کچھ وقت قبل رکتا۔ پھر ڈٹ کر افطاری کرنے کے بعد پھر سے موبائل اٹھا لیتا۔ البتہ موبائل پر ویڈیوز، اسٹیٹس سب "اسلامک" دیکھتا تھا۔

وہ اسائنمنٹ بناتی ہوئی حورم کے پاس چلی آئیں۔ "ماشاءاللہ کتنی محنت کرتی ہے میری پیاری بیٹی۔" انہوں نے اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ارے آپا آپ آئیے بیٹھیں۔ کوئی کام تھا تو مجھے بلا لیا ہوتا۔ نہیں کوئی کام نہیں تھا بس تم سے باتیں کرنے کو دل چاہ رہا تھا۔ حورم صبح سحری نہیں کی آپ نے؟ خیریت تھی؟ انہوں نے پوچھا۔ ویسے ہی خالہ میں نے رات کو ہی کھانا کھا لیا تھا۔ بیٹا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خود حق تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔ پر آپا اس وقت کچھ کھایا ہی نہیں جاتا۔ وہ دھیمی سی آواز میں گویا ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کچھ نہ ہو تو ایک چھوہارہ ہی کھا لے یا ایک گھونٹ پانی ہی پی لے۔ سحری کھانے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ یہودی اور عیسائی بھی روزے رکھا کرتے تھے مگر وہ سحری نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے ان سے فرق روا رکھنے کے لئے مسلمانوں کو سحری کھانے کا حکم دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں میں برکت ہے جماعت میں، ثرید میں اور سحری کھانے میں۔ اس طرح جو لوگ سوتے ہوئے اٹھ نہیں پاتے یا کسی اور وجہ سے سحری نہیں کھاتے وہ اس فضیلت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ آپا ایسا ہے تو میں کل سے ضرور سحری کروں گی میں اس فضیلت سے کیوں محروم رہوں۔ حورم کا جذبہ دیکھ کر وہ مسکرادیں۔

کیا کر رہے ہو ماہر بیٹا؟ خالہ میں اور حان دیکھ رہا ہوں۔ آپ بھی دیکھیں نا۔ نہیں بیٹا اس وقت تو میرا تم سے باتیں کرنے کا دل کر رہا ہے۔ کیوں نہیں خالہ۔ اس نے موبائل سائیڈ پر رکھ دیا۔ ابھی میں مطالعہ کر رہی تھی کہ ایک حدیث پڑھی کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے کی مشقت کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔ اس کا کیا مطلب ہوا ماہر؟ انہوں نے ماہر کو مخاطب کیا۔ ماہر نے کچھ دیر سوچا پھر بولا آپا میری سمجھ میں تو نہیں آیا ایسا کیوں فرمایا گیا۔

میں بتاؤں؟ جی۔ ہمارے بزرگوں نے روزے کے لئے چھ چیزیں بتائیں ہیں جن پر عمل کرنا ضروری ہے۔ سب سے پہلے نمبر پر نگاہ کی حفاظت۔ روزے دار کے لئے ضروری ہے کہ اس کی نگاہ کسی "بے محل" جگہ پر نہ پڑے۔ بے محل سے مراد ایسی چیز جو اسکی توجہ اللہ سے ہٹا کر دوسری طرف کر دے۔ دوسرے نمبر پر زبان کی حفاظت کی وہ جھوٹ، بغل خوری، بکواس، بدگوئی سے محفوظ رہے۔ تیسری چیز کان کی حفاظت کہ ہم اس سے گناہ والی بات نہ سنیں۔ چوتھے نمبر پر باقی اعضاء مثلاً ہاتھ کا ناجائز چیز پکڑنا، پاؤں کا ناجائز چیز کی چلنے سے منع کیا گیا ہے۔ پانچویں نمبر پر حلال کھانے سے اتنا زیادہ نہ کھائیں کہ پیٹ ضرورت سے زیادہ بھر لیا جائے۔ اس سے روزے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ کو کسی برتن کا بھرنا اس قدر ناپسند نہیں جتنا کہ پیٹ کا پر ہونا ہے۔

آخری چیز یہ بتائی گی کہ روزہ رکھ کر اس چیز سے ڈرتے رہنا کہ آیا کہ یہ روزہ قبول ہو گا کہ نہیں۔ ہمیں سوچنا ہے کہ کیا ہم ان سب باتوں پر پورا اترتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر حضور کا فرمان سچ ہے کہ روزہ رکھ کر ہم نے سوائے بھوکے رہنے کی مشقت اٹھانے کے کچھ

رمضان کی شب پہ بھی سحر طاری

بنتِ ایوب مریم

رمضان المبارک رحمت اور برکت کا مہینا ہے۔ اس میں نیکیوں کی بہار جوبن پہ رہتی ہے۔ یہ سراپا خیر ہی خیر ہے۔ یہ ماہِ رحمت، مغفرت اور جہنم کی آگ سے خلاصی کی نوید لاتا ہے۔ ہمہ وقت رحمت موجزن رہتی ہے اور گنہگار گناہوں کی آلائش سے صفائی حاصل کرتے ہیں۔ ہر بندۂ مؤمن اپنی استطاعت کے مطابق اس کی برکتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے، جس شخص کے دل میں ایمان کی ایک بوند بھی موجود ہوتی ہے۔ اس با برکت مہینے میں اس کی ایمانی صلاحیتیں نکھر کر سامنے آتی ہیں۔ دین کو بھولے ہوئے مسلمان بھی اس ماہ میں اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ نئے سرے سے استوار کر لیتے ہیں۔

ماہِ رمضان کے دن تو دن، رات کو بھی توبہ کا چشمہ بہتا رہتا ہے۔ راتیں دن سے زیادہ نورانی ہیں۔ یہ عام راتیں نہیں ہوتیں۔ اس کی تاریکی اللہ کی رحمت کے نور سے باوضو رہتی ہے۔ خاموش ساعتیں شور سے زیادہ بلند آواز رکھتی ہیں۔ رات کے اندھیرے میں بھی سرور دینے والا سحر طاری ہوتا ہے۔ ایسا سحر کہ آنکھ جاگے تو دل اللہ کی بندگی میں جھکا رہے۔

جب روشنیاں مدھم پڑتی ہیں، فضا خاموش ہوتی ہے۔ دلوں میں اللہ سے رجوع کا چراغ جل اٹھتا ہے۔ تراویح کی قطار اور مؤمنین کی درست صفیں، گناہ کی آلائشوں سے ہلکا ہوتا ہوا سینہ اور سجدے میں عاجزی سے رکھا ہوا سر انسان کو اللہ کے بہت قریب لے آتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا

رات کی عبادت دل پر زیادہ اثر ڈالتی ہے اور بات کو زیادہ سیدھا کر دیتی ہے۔

رمضان کی راتیں انسان کو خود سے اور اپنے خالق سے معرفت کا موقع فراہم کرتی ہیں۔ دن کے شور میں دبے ہوئے سوال رات میں سحر کا زینہ بنتے ہیں کہ میں کون ہوں اور کس لیے پیدا کیا گیا؟

ان راتوں میں آسمان جھک کر زمین کے قریب آجاتا ہے، یعنی سکینت کے نزول کے ساتھ ساتھ بڑی مقدار میں ملائکہ بھی اترتے رہتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کے آخری حصے میں (اپنی شان کے مطابق) آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں: ”ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا کہ میں اسے عطا کروں؟ ہے کوئی دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا کہ میں اسے بخش دوں؟“

اس ماہ میں انسان خاص کیفیت کے زیرِ اثر رہتا ہے، دل حسّاس ہو جاتا ہے۔ دعائیں بے ترتیب ہو جاتی ہیں۔ آنسو الفاظ سے پہلے گرنے لگتے ہیں۔ بوجھل دل ہلکا ہونے لگتا ہے۔ طبیعت میں اعتدال آجاتا ہے۔ بظاہر سرعت سے گزرتے لمحوں میں بھی وقت ٹھہر سا جاتا ہے۔

اور پھر وہ رات آتی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ

اس رات رمضان کا سحر مکمل ہو جاتا ہے۔ ایسا سحر جو نیند نہیں لاتا، ندامت جگاتا ہے۔ ایسا سحر جو روح کو تھام لیتا ہے۔ ایسا سحر جو انسان کو بندگی سکھا دیتا ہے۔

وسیع الرحمت ماہِ معظّم رمضان المبارک دل سنوارنے کا مہینا ہے، اس کو اس طرح گزارا جائے کہ رمضان کے بعد بھی اعمالِ صالح کا استمرار رہے۔

رمضان غزوۂ بدر اور فتح مکہ کا مہینا ہے۔ یہ تکمیل قرآن اور آزادیٔ پاکستان کا مہینا ہے۔ اس لیے بدر اور فتح کی جیت سے سرشار ہو کر طاغوتی قوتوں کی سرکوبی اور قرآن و پاکستان کی سربلندی کے لیے رات کی نماز میں اللہ سے گڑگڑا کر خوب دعائیں کی جائیں کہ ہمارے جان سے پیارے ملک پاکستان میں شریعت کا نفاذ ہو سکے۔ یہاں کے تمام تر فیصلے اور قوانین قرآنِ پاک کے مطابق بنا کر عمل ہو سکے۔

دعا ہے کہ رحمتوں اور برکتوں میں ملبوس اللہ کے مہمان، ماہِ معظّم کے طفیل ہماری زندگیوں میں وہ نکھار آجائے کہ جس کا رنگ بقیہ زندگی پر بھی واضح طور پر دیکھا جا سکے۔ ہماری روحانیت میں اضافہ، نورانیت میں ترقی اور اجر و ثواب میں زیادتی آجائے۔ ماہِ رمضان کی راتوں کے سحر میں، رب کی عنایت سے ہم وہ روشنی حاصل کر سکیں، جن سے ہمارا ایمان سارا سال روشن رہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے مقرّب بندوں میں سے ہو جائیں۔ اگر اس کی راتوں کا سحر دل میں اتر جائے تو انسان پہ کبھی شام یعنی زوال نہیں آتا۔

مہِ رمضان کی شب پہ بھی سحر طاری   زباں پہ ہے حمد و ثنا رب کی جاری

نہیں کیا۔ ماہر جو بغور ان کی بات سن رہا تھا پر سوچ لہجے میں بولا۔ واقعی میں ہم تو ان چھ کی چھ باتوں کا خیال نہیں رکھتے۔ تو کیا ہمارا روزہ سوائے بھوکا رہنے کے کیا ملا؟ سچ کہتے ہو بیٹا ہم آنکھوں سے فضول چیزیں بھی دیکھ رہے ہیں، کانوں سے سن رہے اور ہاتھ پاؤں بھی اسی طرح مصروف، صبح شام سحری اور افطاری میں بھر بھر کر ڈشز بناتے ہیں اور اس سب کے ساتھ خود کو فخر سے روزے دار کہلواتے ہیں۔ آپا دکھ بھرے لہجے میں بولی۔

ماہر نے شرمندگی محسوس کی اور دل ہی دل میں سوچا خالہ تو ان سب چیزوں کا خیال کرتی ہیں پھر بھی فکر مند ہیں اور ایک میں۔

”آپا مجھے سمجھ آگئی ہے میں آئندہ روزہ رکھ کر صرف سونے اور ڈرامے نہیں دیکھوں گا اور سحری اور افطاری میں بھی ہاتھ ہلکا رکھوں گا۔“

اگلی صبح بہت روشن تھی کیوں کہ دونوں بچے ان کی باتوں پر عمل کرتے دکھائی دیے تھے اور وہ طمانیت سے مسکرا دیں۔

طلوعِ سحر

میر جوّاد تالپر

گھر میں صبح ہی سے دادی جان کا انتظار ہو رہا تھا جو ان کے پاس کچھ دن رہنے آ رہی تھیں۔ مغرب کے بعد وہ پہنچیں تھوڑی دیر بعد کھانا لگا، کھانے کے بعد دادی نے عشاء کی نماز پڑھی اور تھکن کی وجہ سے جلدی سونے کے لیے لیٹ گئیں۔ اذانِ فجر کے ساتھ ہی ان کی آنکھ کھلی۔ وضو کرنے اپنے کمرے سے نکلیں تو گھر میں ہر طرف خاموشی تھی۔

"یہ لوگ فجر کی نماز نہیں پڑھتے کیا؟" دادی نے سوچا۔

برآمدے میں اندھیرا ہونے کی وجہ سے اپنے کمرے کی بجائے دوسرے کمرے کا دروازہ کھول بیٹھیں۔

"یااللہ یہ کیا؟" دادی حیران ہو گئیں۔ انوشے موبائل چلا رہی تھی، حریم کتابیں پڑھنے میں مصروف تھی۔ دادی خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔ فجر پڑھ کے قرآن کی تلاوت کرنے لگیں۔ تلاوت کے بعد دادی ذکر میں مشغول ہو گئیں۔

آٹھ بجے صالحہ بیگم اپنے کمرے سے نکلیں "السلام علیکم اماں۔۔۔" صالحہ نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام!" دادی نے نرمی سے سوال کا جواب دیا۔

"آپ کب اٹھیں؟" صالحہ نے پوچھا۔

"ارے بیٹا! میں تو فجر کی اٹھی ہوئی ہوں، لیکن مجھے نہیں پتا تھا کہ یہاں صبح اتنی دیر سے ہوتی ہے۔" دادی نے کہا۔

صالحہ کو شرمندگی محسوس ہوئی۔

"نہیں اماں! اصل میں وہ رات کو دیر سے سوئے تھے، اس لیے ابھی تک سو رہے ہیں۔" صالحہ نے اپنے بچوں کا دفاع کیا۔

"یہ کیا بات ہوئی کہ رات کو دیر سے سوئے تھے، اس لیے ابھی تک سو رہے ہیں۔ رات تو اللہ تعالیٰ نے آرام کرنے کے لیے بنائی ہے، مگر ہم لوگوں نے تو الٹا ہی کر دیا ہے، کچھ دنوں میں رمضان آ رہا ہے تو کیا رمضان میں بھی یہی روٹین ہو گی۔ استغفرُاللہ! صالحہ یہ تم کیا تربیت کر رہی ہو بچوں کی؟" دادی نے افسردگی سے کہا۔

"اماں! میں کیا کر سکتی ہوں۔ بچے اب بڑے ہو گئے ہیں، اپنی من مانی کرتے ہیں۔ ڈانٹوں گی تو بغاوت پر اتر آئیں گے۔ اب مارنے کی تو عمر ہی نہیں ہے ان کی۔" صالحہ نے کہا۔

"بیٹا! مارنے، ڈانٹنے کا میں بھی نہیں کہہ رہی۔ میں بھی سمجھانے کا کہہ رہی ہوں۔ لمحۂ فکریہ ہے یہ، جوان نسل بے راہ روی کا شکار ہو رہی ہے اور اس سارے فتنے کی جڑ یہ موبائل ہے۔ سوشل میڈیا ایک وبال کی طرح ہمارے بچوں کو کھا رہا ہے۔ وِلاگرز، ٹک ٹاکرز اور اداکاروں کی گلیمرس زندگی دیکھ کر نوجوان نسل احساسِ کمتری اور ڈپریشن کا شکار ہو رہی ہے۔ اس بات سے بے خبر کہ اس گلیمرس زندگی کو پانے کے لیے وہ کن غلط راستوں پر چل پڑتے ہیں۔ ہمارے بڑے کہتے تھے کہ اولاد کو پالو بھلے بادشاہوں کی طرح، لیکن رکھو ہمیشہ شیر کی نظر!" دادی نے سمجھایا۔

"اماں! میں ناشتا لاؤں آپ کے لیے؟" صالحہ نے وہاں سے کھسکنا بہتر جانا۔

"میری باتوں پر ضرور غور کرنا بیٹا! بچوں کی تربیت کرنا ماں باپ کا کام ہوتا ہے۔ ماں باپ نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا؟" دادی نے صالحہ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"دادی کے مورل سائنس والے لیکچر شروع ہو گئے؟" انوشے نے بے زاری سے کہا۔ اس نے اپنی ماں اور دادی کے بیچ ہونے والی ساری گفتگو سن لی تھی۔ انوشے آج خلافِ معمول جلدی اٹھ گئی تھی۔

"ہاں بیٹا! میں نے بھی ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیا۔" صالحہ نے چائے کے لیے پانی گیس پر چڑھایا۔

"تم بتاؤ! آج کیوں اتنی جلدی اٹھ گئی۔ طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟"

"ہاں! بس مماوہ، وہ سر میں درد ہے تو چائے پینے کے لیے اٹھی تھی۔" انوشے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

انوشے چائے پی کر پھر سے سو گئی۔ دادی کمرے کی کھڑکی سے سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ دو بجے جب دادی ظہر کی نماز پڑھ رہی تھی، تب وہ دونوں ناشتا کر رہے تھیں۔ دادی ایک نظر ان دونوں کو دیکھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

تین دن گزر گئے۔ انوشے اور حریم کی وہی روٹین تھی۔ رات کو دیر سے سونا، صبح دیر سے اٹھنا، نہ نماز کی فکر، نہ قرآن کی۔ ایک دن دادی نے ان دونوں کو اپنے کمرے میں بلوایا۔ دستک دے کر وہ دونوں دادی کے کمرے میں داخل ہوئیں۔

"آپ نے ہمیں بلایا ہے دادی؟" انوشے نے کھڑے کھڑے سوال کیا۔

"ہاں بیٹا! بیٹھو تو سہی۔" دادی پیار سے بولی۔ دونوں سامنے پڑے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"ارے بیٹا! وہاں نہیں، یہاں آ کر بیٹھو میرے پاس۔" دادی نرم لہجے میں بولی۔

"کیسے ہو تم لوگ؟" دادی نے بات شروع کی۔

"ٹھیک ہیں!" انوشے نے سرسری سا جواب دیا۔

کچھ دیر ادھر اُدھر کی باتیں کر کے دادی اصل بات پر آئیں اور پوچھا: "روزانہ کتنی نمازیں پڑھتی ہیں۔" انوشے اور حریم ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگیں۔

"نہیں، ایک وقت کی بھی نہیں!" دونوں کو شرمندگی محسوس ہوئی۔

"کیوں، نماز کیوں نہیں پڑھتے؟" دادی نے پوچھا۔

"وقت نہیں ملتا۔" حریم نے فوراً کہا۔

"یہ تو تم جانتی ہی ہو گی، قیامت کے روز ہم لوگوں سے سب سے پہلے کون سا سوال پوچھا جائے گا؟" وہ دونوں حیران ہو گئیں۔ دادی نے وقت ضائع کیے بِنا بات آگے بڑھا دی:

"نہیں پتا، چلو میں ہی بتا دیتی ہوں! روزِ قیامت سب سے پہلے ہم لوگوں سے نماز کا سوال ہو گا۔ نماز چھوڑنے پر تو وعیدیں سنائی گئی ہیں ہمارے دینِ اسلام میں۔"

"بیٹا چاہے کچھ بھی ہو جائے، لیکن نماز نہیں چھوڑنی چاہیے۔ نماز تو بیماری میں بھی نہیں چھوڑ سکتے، تم لوگ تو ماشاءاللہ سے صحت مند ہو اور یہ کیا کہا تم دونوں نے کہ وقت نہیں ہے۔ قیامت والے دن بھی خدا کے سامنے یہی کہو گے کہ وقت نہیں ملا۔۔۔ اس لیے نماز نہیں پڑھی، جس چیز کو ہم اہمیت دیتے ہیں اس چیز کے لیے ہم کسی نہ کسی طرح وقت نکال ہی لیتے ہیں، بس ہم نے نماز کو اہمیت دینا ہی چھوڑ دی ہے۔ اس لیے نماز کو پڑھنے کے لیے وقت ہی نہیں ہے۔" دادی افسردگی سے بول رہی تھی۔

"موبائل چلانے کے لیے وقت ہے، کیوں کہ اس سے ہم انٹرٹین ہوتے ہیں۔ پڑھائی کے لیے وقت ہے، کیوں کہ میڈیکل کی سیٹ حاصل کرنے کے لیے دن رات پڑھنا ہوتا ہے، کیوں کہ اس سیٹ کی اہمیت کا ہمیں پتا ہوتا ہے تو

پیارا کارڈ

تماضر ساجد

"مما، مما، آجائیں روزہ کھلنے لگا ہے۔" اسد نے آواز لگائی۔

"آرہی ہوں بیٹا! بس یہ سینڈوچ رہ گئے تھے۔" شاہینہ ہاٹ پاٹ لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔ بھائی جان دعا مانگ رہے تھے۔ اسد اور رِفا دستر خوان پر رکھے برتن گننے میں مصروف تھے۔

"آپ لوگ بھی دعا مانگ لو قبولیت کا وقت ہے۔" بچوں کو دعا کا کہتے وہ دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی کہ آج وقت پر دستر خوان لگ گیا، ورنہ زیادہ تر وہ باورچی خانے میں ہی روزہ کھولتی تھی۔

"مما! چٹنی نہیں لائیں۔" "افوہ!" شاہینہ نے سر پر ہاتھ مارا اور چٹنی لینے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ابھی وہ چٹنی ڈال رہی تھی کہ اذان شروع ہوگئی۔

شادی سے پہلے شاہینہ کے میکے میں رمضان میں عبادات کا خاصا اہتمام کیا جاتا تھا۔ سحر و افطار میں سب کا دعا مانگنا لازم ہوتا۔ شاہینہ کو بھی اس کی عادت تھی۔ شادی کے بعد ذمہ داریاں سر پر پڑیں تو آہستہ آہستہ بہت سی اچھی عادتیں چھوٹ گئیں۔ اب رمضان کا مطلب تھا دگنی ذمہ داریاں، بچے چھوٹے تھے اور کام زیادہ!

رمضان میں مغرب کی اذان کے وقت شاہینہ باورچی خانے میں کبھی پکوڑے سموسے تلنے میں مصروف ہوتی، کبھی بچوں کو چیخ چلا کر بیٹھنے کے لیے قائل کر رہی ہوتی۔ اکثر اوقات مصروفیت میں اسے روزہ کھولنے میں بھی دیر ہو جاتی۔

اس مرتبہ اس کے شوہر کو ملازمت کے سلسلے میں شہر سے باہر جانا پڑا۔ چھوٹے بچوں کا ساتھ تھا، اس لیے بھائی جان اس کے پاس آگئے۔ انھیں اندازہ تھا کہ مصروفیت کی وجہ سے شاہینہ پہلے کی طرح عبادات کا اہتمام نہیں کر پاتی ہوگی، لیکن اس کی روٹین نے انھیں حیران کر دیا تھا۔

کچھ دن وہ افطاری کے وقت بچوں کو بٹھا کر دعا مانگنے کی کوشش کرتے رہے۔ بچوں کو اس کی عادت نہیں تھی۔ آخر انھوں نے ان کی اصلاح کا سلسلہ فی الحال ترک کر دیا۔ آج بھائی جان گھر آئے تو انھوں نے شاہینہ کو کچھ سامان پکڑایا۔ "یہ رہی تمھاری عیدی۔"

"اس کی کیا ضرورت تھی بھائی جان!" شاہینہ نے سامان کھولتے ہوئے حیرت سے کہا۔ اس کی عید کی چیزیں تو امی نے پہلے ہی بھجوا دی تھیں۔ سامان میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں اور مہندی اور چوڑیاں تھیں۔ بھائی جان وضو کرنے جا چکے تھے۔ شاہینہ نے سامان پھیلا کر رکھا تو ایک خوب صورت سے کارڈ نے اس کی توجہ کھینچ لی۔ اس نے کارڈ اٹھا کر کھولا۔

"اس پر جلی حروف میں ایک حدیثِ مبارکہ درج تھی۔"

"میری امت کے لوگ تب تک خیر پر باقی رہیں گے جب تک وہ افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر کرتے رہیں گے۔" شاہینہ کو ان تحائف کا مقصد سمجھ میں آگیا۔

بھائی جان وضو کر کے آئے تو وہ شرمندہ سی بیٹھی تھی۔ "بہت معذرت بھائی جان! میں کوشش تو کرتی ہوں۔۔۔"

"صفائی دینے کی ضرورت نہیں۔" بھائی جان نے اسے نرمی سے ٹوکا۔ "بچے چھوٹے ہیں، تم ان کا خیال رکھتی ہو اچھی بات ہے، بس تھوڑا سا خود بھی سحری اور افطاری کرنے پر دھیان دے لو تو زیادہ اچھا ہو جائے گا۔"

"میرے ساتھ پتا نہیں کیا مسئلہ ہے،"

بقیہ صفحہ نمبر 50 پر

کیا جنّت حاصل کرنے کے لیے ہم پانچ وقت کی نماز نہیں پڑھ سکتے۔۔۔ ہم چھوٹی فانی منزلوں کو حاصل کرنے کے چکر میں اپنی اصلی منزل بھول جاتے ہیں۔ نتیجے میں ہم ہمیشہ لاحاصل ہی رہتے ہیں۔ کبھی ہم نے یہ کہا ہے کہ ہمارے پاس موبائل چلانے کا وقت نہیں ہے، گھومنے کا وقت نہیں ہے یا شاپنگ کرنے کا وقت نہیں ہے۔" دادی نے ایک ساتھ تینوں سوال کر دیے۔

انوشے اور حریم کے منہ پر گہرا سناٹا چھا گیا، کیوں کہ اس سوال کا جواب نہ انوشے کے پاس تھا اور نہ ہی حریم کے پاس۔۔۔ "نماز ایک فرض ہے اور فرض چیزوں کو چھوڑنے کا بہت بڑا گناہ ہے اور سزا سنگین ہوتی ہے۔ اصل غلطی پر تو ہم ہیں، جنھوں نے تم لوگوں کو نماز کی اہمیت کا نہیں بتایا، بس دنیا کی چکا چوند کے پیچھے لگا دیا۔" دادی یہ کہہ کر خاموش ہو گئیں۔

"کچھ ہی دنوں میں سال کا سب سے خوب صورت مہینہ رمضان المبارک بھی آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس بابرکت مہینے میں نیکیاں اور عبادت کرنے کی توفیق دے۔ صراطِ مستقیم پر چلنے اور نماز و قرآن پڑھنے کی پابندی کروائے۔" دادی نے دعا کی۔

"آمین!" انوشے اور حریم نے بیک وقت کہا۔

"دادی رمضان کے مہینے کے بارے میں کچھ بتائیں۔" انوشے اور حریم نے فرمائش کی۔

"رمضان المبارک کے تین عشرے ہوتے ہیں۔ پہلا عشرہ رحمت کا، دوسرا عشرہ مغفرت کا اور تیسرا عشرہ دوزخ کی آگ سے نجات کا۔۔۔ رمضان کا مہینہ بہت ہی بڑی فضیلت والا ہوتا ہے، جس میں جنّت کے دروازوں کو کھول اور دوزخ کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے۔ قبر میں چلتا عذاب رُک جاتا ہے۔ بیٹا! رمضان کے مہینے میں دعاؤں کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہر دعا کو قبولیت کا شرف بخشتا ہے۔ کبھی دیکھا ہے رمضان شروع ہوتے ہی ہر طرف کیسی رونق آ جاتی ہے، ہر طرف ڈر کا ماحول بلکل ختم ہو جاتا ہے، ہم اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں، کیوں کہ شیطانوں کو رمضان کے مہینے میں باندھ دیا جاتا ہے۔ یہ تو تم نے سنا ہی ہوگا کہ افطاری کے وقت قبولیتِ دعا کا وقت ہوتا ہے، لیکن افسوس۔۔۔! اس وقت ہم لوگ صرف کھانے پینے کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ تو عشاء سے لے کر آخیر رات تک موبائل چلاتے رہتے ہیں، پھر روزہ رکھ کر ایسے گھوڑے گدھے بیچ کر سوتے ہیں کہ پھر افطاری پر ہی جا کر اٹھتے ہیں۔ اب ایسے روزے کا کیا ہی فائدہ، سوائے بھوکے اور پیاسا رہنے کے۔۔۔ ہمیں روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ روزے کا احترام بھی کرنا چاہیے۔ لغو اور غلط زبان استعمال نہیں کرنی چاہیے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں در گزر کر دینی چاہییں، جسے صلہ رحمی کہتے ہیں۔ صلہ رحمی کرنے سے عمر بڑھتی ہے اور رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔" دادی کی باتیں سن کر انوشے اور حریم کو بہت اچھا لگ رہا تھا۔ انھیں یہ باتیں پہلے کسی نے نہیں بتائی تھیں۔

"کچھ لوگ مفت کے گناہ بہت کرتے ہیں، جیسے کہ غیبت کرنا، اس سے آپ کو تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، الٹا ہماری نیکیاں اُن کے پاس چلی جائیں گی، ویسے تو ہم بڑے چالاک بنتے ہیں، کسی کو پھوٹی کوڑی بھی نہیں دیتے، لیکن یہاں پر بڑے بے دھڑک اپنے ثواب اور نیکیاں اُن کو دے دیتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات مجھے چند لوگ ایسے دِکھائے گئے، جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہرے اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے جبرئیل علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ "یہ کون لوگ ہیں؟" انھوں نے کہا کہ "یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی غیبت کرتے تھے۔"

"رمضان کے مہینے میں ہر نیکی کا اجر کئی گنا زیادہ ہوتا ہے، ہر نیکی کا ثواب ڈبل ملتا ہے۔ ہر ایک لمحہ قیمتی ہوتا ہے، لہٰذا ہمیں ہر وقت کوئی نہ کوئی نیکی کرتے رہنا چاہیے۔ فارغ اوقات میں نوافل پڑھنے چاہییں، نہ یہ کہ ڈرامے دیکھنے میں وقت ضائع کر دیں۔ ان ڈرامے والوں نے جو یہ منحوس رمضان کے ڈراموں والا ٹرینڈ شروع کیا ہے، اللہ ہی پوچھے گا ان سے۔۔۔ یہ کوئی بات ہوئی کہ رمضان اسپیشل ڈرامے! اللہ معاف کرے، رمضان میں یہ ٹی وی ڈرامے نہیں دیکھنے اور نہ ہی اتنا زیادہ موبائل چلانا چاہیے۔" دادی سمجھاتے ہوئے بولی۔

"جزاک اللہ دادی! ہمیں اتنی اچھی باتیں بتانے کے لیے۔" انوشے اور حریم نے کہا۔ کمرے کے باہر کھڑی صالحہ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔

فجر کی اذان ابھی ختم ہو رہی تھی کہ دادی کی آنکھ کھل گئی۔ وہ جلدی سے کمرے سے باہر نکلیں۔ سامنے کا منظر دیکھ کر دادی کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ سامنے صالحہ، انوشے اور حریم فجر کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ دادی خاموشی سے دیکھتی رہیں۔ انوشے سلام پھیر کر دادی کے پاس آ گئی۔ روشن اور خوب صورت صبح ان کی منتظر تھی۔

اپنا ساتھی

قانتہ رابعہ

"مجھے نہیں پتا میرا ربڑ کہاں ہے؟ مجھے میرا ربڑ چاہیے۔" بہت دیر سے سرمد مٹانے والا ربڑ ڈھونڈ رہا تھا۔

کہنے کو تو وہ ایک اریزر یعنی پنسل سے لکھا ہوا مٹانے والا ربڑ تھا، لیکن یہ بہت خاص ربڑ تھا۔ چھوٹے سے سیب کی شکل اور سیب کی خوشبو والا یہ ربڑ سرمد کو اس کے ماموں اویس نے جاپان سے بھیجا تھا۔ سب گھر والے بھی اس کے ساتھ تلاش میں مدد دے رہے تھے، لیکن تھک ہار کر سوائے سرمد کے سب خاموش ہوگئے۔ سرمد کو رونا آرہا تھا۔

"میرا اتنا اچھا خوشبو والا اور خوب صورت ربڑ ہو نہ ہو ٹونی بندر ہی اٹھا کر لے گیا ہے۔" سرمد نے بھائی جان سے کہا۔

ٹونی بندر رہتا تو قریبی جنگل میں تھا، لیکن دن میں دس مرتبہ تو ضرور ہی ان کے گھر میں آتا، بندر اور شرارتی نہ ہو؟ یہ کیسے ممکن ہے!

امی جان چیختیں: "ہائے! یہ ٹونی کا بچہ میرا پرس اٹھا کر بھاگ گیا پکڑنا اسے!"

ابو دہائی دیتے: "ارے! میرا چشمہ کدھر گیا؟ ٹونی کے پاس تو نہیں؟" اور واقعی ابو جان کا چشمہ ٹونی بہادر نے آنکھوں پر لگایا ہوتا۔

فرحت آپی کر کرے، بسکٹ، مکئی کا بھٹہ، کھا رہی ہوتیں یا نمکو ٹھونس رہی ہوتیں، اچانک ٹونی صاحب بوتل کے جن کی طرح آتے اور آپی کے ہاتھ سے پیکٹ لے کے بھاگ جاتے اور بھاگتے بھاگتے آپی کو پورا منہ کھول کر ہنس کر بھی دکھاتے۔

سب سے زیادہ کم بختی تو دادا ابو کی آتی کہ ان کے سر سے ٹوپی اتار لیتا اور دیوار پر چڑھ جاتا۔ دادا ابو سر پر ہاتھ پھیر کر دیکھتے ٹوپی ہے یا نہیں۔۔۔ "ارے میری ٹوپی!" ٹونی کھی کھی کرتا ہوا ٹوپی پھینک کر سامنے پہاڑی پر چڑھ جاتا۔

کبھی وہ اخبار پڑھتے تو اخبار چھین کر بھاگ جاتا اور بالکل دادا ابو کی طرح دونوں ہاتھوں سے اخبار پھیلاتا اور یوں ظاہر کرتا جیسے وہ اخبار پڑھ رہا ہے، ابو جان ہنس کر کہتے: "اوئے! نقل چور بندر باز آجاؤ۔"

کبھی کبھی تو یوں محسوس ہوتا جیسے ٹونی سب کی باتیں سمجھ رہا ہے، کیوں کہ چھین کر لے جانے والی چیزیں وہ جوں کی توں واپس بھی پھینک کر جاتا۔ اگر دادا ابو اس پر غصہ کرتے تو خوب شور مچاتا خیاو خیاو کرتا۔ خیر! اب خوشبو دار ربڑ گم ہوا تو سرمد نے خوب رونا پیٹنا شروع کیا ہوا تھا۔

بار بار وہ یہی کہتا کہ "میرا ربڑ ٹونی ہی لے کر گیا ہے، ابھی کچھ دن پہلے بھی وہ میری پنسل لے کر گیا تھا، ہائے میرا ربڑ! مجھے بہت پسند تھا۔ میں تو ڈر کے مارے کہ کہیں ختم ہی نہ ہو جائے، بہت کم استعمال کرتا تھا۔" صدمے کی وجہ سے سرمد کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"اب اگر وہ منحوس ٹونی مجھے نظر آیا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" دانت پیستے ہوئے غصے سے سرمد نے کہا۔

"نہ یار، ایسے نہیں کہتے! ویسے بھی پہلا روزہ ہے، مت خراب کرو۔ کیا تم نے دیکھا ہے ٹونی کو لے جاتے ہوئے؟"

"لے کر جاتے ہوئے تو نہیں دیکھا، لیکن ہمیشہ ہماری چیزیں وہی لے کر جاتا ہے۔" سرمد نے روہانسے لہجے میں کہا۔

"یہ تو کوئی جواز نہیں کسی کو بھی چور ثابت کرنے کا، چوں کہ پہلے بھی لے کر گیا ہے تو یہ بھی اسی نے اٹھایا ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں صاف منع کیا گیا ہے اور اسے بدگمانی کہا گیا ہے۔ اچھا یوں کرو، یاد کرو آخری مرتبہ تم نے کب استعمال کیا تھا اور آرام سے اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے ڈھونڈو، اگر تو گھر میں ہی ہے تو پھر ان شاءاللہ ضرور مل جائے گا۔" بھائی جان نے مشورہ دیا۔

اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون۔۔۔؟ وہ کیوں یہ تو کسی کے مرنے پر پڑھتے ہیں نا۔

بھائی جان مسکرائے اور بولے: "یہ ہماری کم عقلی ہی ہے کہ اسے مرنے والوں کے لیے مخصوص کر لیا، حالاں کہ خود ربُّ العزّت نے اسے مصیبت کے موقع پر پڑھنے کی ہدایت کی اور نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا: کانٹا چبھنے جتنی تکلیف بھی ہو تو مؤمن وہ ہے جو تکلیف میں اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون پڑھتا ہے۔ سیرت کی کتب میں واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے چراغ جلایا اور ایک دَم آندھی آگئی تو چراغ بجھ گیا، جیسے ہمارے یہاں آندھی آئے تو اکثر بجلی بند ہو جاتی ہے۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے افسوس کے کلمات کہے تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا: "عائشہ! تم نے اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون کیوں نہیں پڑھا؟ ہر وہ چیز جو مؤمن کو دُکھ اور تکلیف دے اس پر اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون پڑھنا ربّ کو بہت پسند ہے۔"

اور سنو۔۔۔! بھائی جان نے اسے مخاطب کیا۔ ٹونی کو پرسوں دیکھا تھا۔ بھائی جان کی آواز اچانک ہی آہستہ ہوئی کچھ دیر رک کے لمبا سانس لیا اور بولے: "پرسوں ٹونی ایک حادثے میں مرگیا، محکمۂ تحفّظ حیوانات والے اسے پکڑ کر لے جارہے تھے۔ ٹونی کسی طرح ان کی گرفت سے نکلنے میں کامیاب ہوگیا، لیکن بدقسمتی سے جونہی نکل کر بھاگا تو اندھا دھند گاڑی دور تک گھسیٹتے ہوئے لے گئی۔" سب گھر والوں کو ٹونی سے بہت پیار تھا۔ صدمے کی خبر سنتے ہی کر بے اختیار اِنّا للہ پڑھا۔

فضا سوگوار ہو چکی تھی، بھائی جان نے ساری چیزیں سمیٹنا شروع کیں، ساتھ میں اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون کا ورد بھی کرتے رہے۔ جتنی بکھری چیزیں تھیں، سب ان کے ٹھکانوں پر رکھیں تو امی کو ایک گمشدہ چوڑی، ابو کا ایک بہت عرصہ سے غائب ناخن تراش بھی مل گیا۔

کچھ ہی دیر کے بعد سرمد کا ربڑ بھی مل ہی گیا۔

لیکن کہاں سے؟

سرمد کے جوتے میں تھا۔ جب سرمد میاں اسکول کا کام کرتے ہوئے اٹھے تو ربڑ گرا اور جوتے میں رکھے ہم رنگ موزے میں چھپ گیا۔ سارا گھر سکون میں تھا۔ بس سرمد سوچ رہا تھا، اس نے روزے میں یہ کیوں نہ سوچا کہ اگر نیکی کا معاوضہ رمضان المبارک میں زیادہ ملتا ہے تو بُرے کام کی سزا بھی زیادہ ہوگی۔ اس نے بے صبری کی، ٹونی پر شک کرتا رہا، کہنے کو وہ جانور تھا، لیکن چور تو نہیں تھا۔۔۔

ہاں! اِنّا للہ کی برکتیں بھی نظر آئیں۔۔۔ امی اور ابو کو گمشدہ چیزیں مل گئیں۔۔۔ بکھری بے ترتیب چیزیں منظّم طریقے سے سمیٹ دی گئیں۔

سیکھنے کو تو اور بھی بہت سے سبق آج کے واقعہ میں موجود تھے، لیکن افطاری کا وقت قریب تھا اور سرمد کو افطاری دینے کے لیے مسجد بھی جانا تھا۔ اس عہد کے ساتھ کہ اس رمضان میں اپنی بُری عادتوں پر غور کرنا ہے، ان کو دور کرنا ہے اور اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون کو ہر مشکل وقت میں اپنا ساتھی بنانا ہے۔

خوش بخت

مہوش اسد شیخ

"آج آخری پیپر تھا، شکر ہے امتحان ختم ہوئے۔ میرا پارٹی کرنے کا موڈ ہے، چلو! آج اکٹھے افطاری کرتے ہیں۔" اظہر نے پُرجوش انداز میں کہتے ہوئے ریحان کی طرف دیکھا۔

ریحان منھ سے کچھ نہیں بولا صرف اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ابھی اپنے اپنے گھر چلتے ہیں۔ نماز، قرآن پڑھ کر تھوڑا آرام کر کے عصر کے بعد کوئی اچھی جگہ دیکھ کر افطاری کریں گے۔ نوید اور سلمان سے بھی پوچھ لیتے ہیں، کیا خیال ہے؟" اظہر نے لمحوں میں پروگرام ترتیب دینے کے بعد سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

ریحان نے کندھے اُچکانے پر اکتفا کیا۔

"کیا بات ہے، تم چپ چپ سے ہو، کیا پیپر اچھا نہیں ہوا؟" اظہر چلتے چلتے رُک گیا۔

"پیپر اچھا ہو گیا، لیکن مزید اچھا ہو سکتا تھا۔۔۔ لیکن امی جان کو کون سمجھائے؟" ریحان نے گہری سانس خارج کیا۔

"ہوا کیا ہے؟ بتاؤ تو سہی۔" اظہر، اس کا ہاتھ پکڑ کر برآمدے کی سیڑھی پر ہی بیٹھ گیا۔

"یار یہ امی بھی نا!" ریحان کہتے کہتے رُک گیا۔

"ارے کیا ہوا آنٹی کو!" اظہر پریشان ہو گیا۔

"ان کی کچھ باتیں مجھے بہت تنگ کرتی ہیں۔" ریحان نے بُرا منھ بنایا۔

"کیمسٹری کا پیپر تھا، اتنا مشکل پیپر تھا اور میری تیاری زیرو تھی، لیکن امی کو تو پروا ہی نہیں۔ انھیں پروا ہے تو اس امتحان کی جو جانے ہونا بھی ہے کہ نہیں۔ امتحانات میں بھی ایک روزہ نہیں چھوڑنے دیا اور پھر ہر نماز کے لیے مسجد بھیجتی رہیں، جو نماز گھر میں پانچ منٹ میں پڑھی جا سکتی ہے وہ مسجد میں ادا کرنے کے چکر میں بہت وقت ضائع ہوتا رہا۔ اب جانے نتیجہ کیا آئے گا۔" ریحان روہانسا ہو گیا۔ اظہر تاسف سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا تمھیں اُس امتحان کے دن پر شک ہے؟" اظہر اپنے دوست کے لیے متفکر نظر آنے لگا۔

"تم جانتے ہو؟ جب تک ہم روزِ قیامت پر کامل یقین نہیں رکھتے ہمارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا، اظہر!" ریحان گڑبڑا گیا۔

"میں روزِ قیامت پر یقین رکھتا ہوں، میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ قیامت کون سا کل آ جانی ہے، اس امتحان کی تیاری کرنے کو تو عمر پڑی ہے۔ ابھی تو اس دنیاوی امتحان کی تیاری ضروری ہے۔ روزے بعد میں بھی رکھے جا سکتے ہیں، نمازیں گھر بھی پڑھی جا سکتی ہیں، بروقت نہ پڑھ سکیں تو ان نمازوں کی قضا بھی تو ادا کی جا سکتی ہے۔ ہمارا دین اتنا سخت نہیں ہے جتنا ہمارے والدین نے ہمارے لیے بنا دیا ہے۔" آخری جملے میں بیزاری نمایاں تھی۔ اظہر کو اپنے دوست کی سوچ نے بہت تکلیف پہنچائی۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ اس امتحان کی تیاری کرنے کو عمر پڑی ہے۔" اظہر کا لہجہ کاٹ دار تھا۔

"میرے منھ میں خاک! آج تم گھر جاتے ہوئے روڈ ایکسیڈنٹ میں جان سے گزر جاؤ تو۔۔۔؟ کس عمر کی بات کر رہے ہو۔۔۔ یہاں پل کا بھروسا نہیں!" اظہر کا لہجہ یک دم بھیگنے لگا۔

ریحان کا رنگ فق ہونے لگا۔

"دنیا کے امتحان میں تو دوبارہ بیٹھنے کا موقع مل جاتا ہے، میرے دوست! وہ امتحان صرف ایک بار ہے، دوبارہ تیاری کا موقع نہیں ملنے والا۔" اظہر کے الفاظ ریحان کو جھنجھوڑ گئے، اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا ایک جا رہا تھا۔

"تم خوش قسمت ہو میرے دوست! کہ تمھارے والدین تمھاری آخرت کی فکر کرتے ہیں۔ تمھیں بار بار ٹوکتے ہیں۔ فرائض کی ادائیگی کے لیے بار بار یاد دہانی کرواتے ہیں۔ تم جانتے ہو، میرے پاس یہ نعمت نہیں ہے۔ والدہ محترمہ کا تین سال پہلے انتقال ہو گیا اور والد صاحب خود تو باقاعدگی سے نماز روزہ کرتے ہیں، لیکن انھوں نے مجھے کبھی بھی یہ سب کرنے کو نہیں کہا۔ نہ کبھی زبردستی نماز کے لیے اٹھایا نہ روزے رکھنے کے لیے سختی کی۔ یہ تو میرے رب کی کرم نوازی کہ اس نے مجھے ہدایت دی۔ میں نے تو دین کا علم بھی کتابوں سے سیکھا یا قاری صاحب سے پوچھ پوچھ کر اپنی اصلاح کی۔ والد صاحب تو ہمیں قاری صاحب کے سپرد کر کے بری الذّمہ ہو گئے۔ کبھی یہ جاننے کی کوشش بھی نہ کی ہم قرآن پڑھتے بھی ہیں کہ نہیں! پڑھتے ہیں تو کتنا۔۔۔ اور کتنا دین سیکھ چکے۔" اظہر کی آنکھیں اور لہجہ بھیگنے لگا۔

"ریحان! تم خوش قسمت ہو، تمھارے ایمان کی فکر کرنے والے سلامت ہیں۔ مجھے تو خود اپنے ایمان کی فکر کرنی پڑتی ہے۔" اظہر بے اختیار رو دیا، ریحان اس سے لپٹ گیا۔

"واقعی۔۔۔ میں بہت خوش بخت ہوں۔ میرے پاس تم جیسا دوست ہے، جس کے پاس تم جیسا دوست ہو، اس کی دنیا و آخرت دونوں سنور گئیں۔" دونوں کی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

اذان کی آواز فضا میں بلند ہوئی تو دونوں آہستگی سے ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنی آنکھیں صاف کرنے لگے۔

"چلو مسجد چلتے ہیں!" ریحان نے اظہر کا ہاتھ تھام کر اسے اٹھانا چاہا۔

"مسجد میں پڑھی جانے والی نماز کا اجر گھر میں پانچ منٹ میں پڑھی جانے والی نماز سے ستائیس گنا زیادہ ہوتا ہے۔" ریحان کو کورس کی کتابوں میں پڑھا بھولا بسرا سبق یاد آ گیا تو فوراً اظہر کے علم میں اضافہ کرنے لگا۔

اظہر مسکرا کر اُٹھ کھڑا ہوا، اب دونوں دوستوں کے قدم پُرمسرت انداز میں مسجد کی طرف اٹھ رہے تھے۔ انھیں سجدہ شکر بھی ادا کرنا تھا۔

مہمان

فاکہہ قمر

"بھئی جلدی جلدی کرلو۔"

"ہاں، کوئی کمی نہیں رہنی چاہیے۔"

"اچھے سے استقبال کریں گے۔" سب گھر والے لاؤنج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

"کوئی آرہا ہے؟" سویرا نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں بیٹی!" جواب دیا۔

"کوئی خاص مہمان ہیں؟" سویرا کو تجسس ہو رہا تھا۔

"جی جی! بہت ہی خاص مہمان ہیں۔" اب کی بار جواب ابو کی طرف سے ملا تھا۔

سب گھر والے تیاریوں میں مصروف تھے۔ عام دنوں سے زیادہ ہلچل اور جوش دکھائی دے رہا تھا۔ آٹھ سالہ سویرا کو حیرت ہو رہی تھی کہ ایسا کون سا مہمان آرہا ہے، جس کے بارے میں کوئی کھل کر بتا نہیں رہا، لیکن اس کی خاطر اتنی ساری تیاریاں ہو رہی ہیں۔

"کب آرہے ہیں مہمان؟" ایک بار پھر سویرا نے پوچھا۔

"بس ایک ہفتے کے بعد۔" امی نے چہکتے ہوئے بتایا۔

"کتنے دن رہیں گے؟" سویرا نے پھر جھنجھلا کر پوچھا۔

"پورا ایک مہینہ۔" ابو نے سامان کی لسٹ بناتے ہوئے مزے سے جواب دیا۔

"کیا!!! ایک مہینہ؟" اب تو سویرا پوری طرح سے پریشان ہو گئی تھی، لیکن کسی کا بھی دھیان اس کی طرف نہیں تھا۔ سب اپنے اپنے کاموں کو سمیٹنے میں لگے ہوئے تھے۔ پورا گھر بکھرا پڑا تھا، سارے گھر کی بھرپور صفائی ہو رہی تھی جو یہ واضح کر رہی تھی کہ واقعی مہمان بہت خاص ہیں۔

"آخر ایسا کون سا مہمان ہے جو اتنا خاص ہے؟" سویرا نے ایک بار پھر پوچھا۔

"بیٹا! یہ مہمان سال میں ایک بار آتے ہیں اور ان کے آنے پر خوشی اور استقبال جتنا کیا جائے اتنا کم ہے۔" یہ کہہ کر دادا جی سودے کی لسٹ اٹھا کر باہر نکل گئے۔

تیاری کرتے اور گھر کو سجاتے ایک ہفتہ بھی گزر گیا۔ سویرا کو شدّت سے مہمانوں کی آمد کا انتظار تھا۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ آخر کون ہے جو اتنا خاص ہے؟ اگلی صبح سویرے باتوں کی آوازوں سے سویرا کی آنکھ کھل گئی۔ سب آدھی رات کو لاؤنج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر سویرا کو عجیب سا لگا کہ آدھی رات کو کھانا کیوں کھا رہے ہیں؟ ابھی وہ اسی کشمکش میں مبتلا تھی کہ امی نے اس کو دیکھ لیا۔

"ارے تم اٹھ گئیں؟" امی نے خوشی سے کہا۔

"آجاؤ بیٹا! تم بھی کھانا کھالو۔" ابو نے اپنے پاس سویرا کے لیے جگہ خالی کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی رات کو تو کھانا کھایا تھا، آپ سب کو اتنی جلدی بھوک لگ گئی؟" سویرا نے منہ بنا کر کہا تو سب ہنسنے لگے۔

"تمہیں مہمانوں کے آنے کا انتظار تھا نا؟ لو آگئے۔" دادا جی نے خوشی سے کہا تو سویرا ایک دم سے حیران ہو کر اپنے ادھر ادھر دیکھنے لگی، لیکن اسے گھر میں کوئی بھی نظر نہیں آیا۔

"ادھر تو کوئی بھی نہیں ہے۔" سویرا نے منہ لٹکائے ہوئے کہا۔

"ارے! میری بچی کو پریشان نہ کریں۔" دادی نے سویرا کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر پیار سے کہا۔

"اب بتا بھی دیں۔" سویرا کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

"ارے ارے، روتے نہیں۔" ابو نے پیار کرتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"سویرا! ہم مسلمان ہیں، ہم اسلامی کیلنڈر کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ ویسے تو ہمارے سال میں سارے ہی مہینے بہت خاص ہیں، لیکن یہ مہینہ 'مہمان' ہے۔" دادا جی نے مسکراتے ہوئے بتایا۔ سویرا پوری طرح دھیان سے دادا جی کی بات کو سن اور سمجھ رہی تھی۔

"جانتی ہو وہ کون سا مہینہ ہے؟" دادا جی نے پوچھا تو سویرا نے انکار میں سر کو دائیں سے بائیں ہلا دیا۔

"پورے سال میں 'رمضان المبارک' ایسا خاص مہینہ ہے، جو بے شمار رحمتوں اور برکتوں سے بھرپور ہے۔ اس مہینے میں ایک نیکی کرنے پر ستّر گنا (یا سو گنا) زیادہ ثواب ملتا ہے۔" دادا جی پانی پینے کے لیے رکے تو سویرا خوشی سے چہک اُٹھی۔

"اس کا مطلب یہ بونس والا مہینہ ہے؟" اپنی چھوٹی سی عقل سے سوچتے ہوئے سویرا نے کہا۔

"ہاں میری بچی! اس لیے یہ خاص مہمان ہے، اس کی آمد پر خوب دل کھول کر استقبال کیا جاتا ہے۔ ڈھیر ساری عبادت کی جاتی ہے اور نیکیاں اکٹھی کی جاتی ہیں۔" ابو نے بات کو مکمل کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ! تو آپ سب اس مہمان کی بات کر رہے تھے؟" سویرا اب بات کو سمجھ گئی تھی۔

"جی جی، یہی ہیں وہ مہمان۔" امی نے مسکراتے ہوئے سر ہلا کر کہا۔

"تو پھر آپ اس وقت کھانا کیوں کھا رہے ہیں؟ کیا کھانا کھانے کی بھی نیکیاں ملتی ہیں؟" سویرا اب ہر بات کو سوچ رہی تھی۔

"ہاں! یہ وقت ہے سحری کا۔ اس وقت ہم کھانا کھاتے ہیں اور اللہ کے لیے سارا دن بھوکا رہتے ہیں اور پھر شام کو کھانا کھاتے ہیں۔ اس کو 'روزہ' کہتے ہیں اور یہ سب رمضان کے مہینے میں ہی ہوتا ہے۔" دادا جی نے تفصیل سے بتایا تو سویرا بھی جلدی سے پلیٹ پکڑ کر سحری کے لیے بیٹھ گئی۔ سویرا کی اس حرکت کو دیکھ کر سب مسکرا اٹھے۔

آج پہلا روزہ تھا۔ سورج آہستہ آہستہ مغرب کی جانب غروب ہو رہا تھا۔ اس کی سنہری روشنی گھر کی کھڑکیوں سے اندر داخل ہو رہی تھی۔ صحن میں لگے درخت کے پتے ہلکی ہوا میں سرسرا رہے تھے، جیسے وہ بھی رمضان کی آمد پر خوشی منا رہے ہوں۔ گھر کے اندر افطاری کی تیاری عروج پر تھی۔ باورچی خانے میں کٹے ہوئے پھلوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ امی سفید چنے کی چاٹ بنانے میں مصروف تھیں اور ایک ہاتھ سے وقفے وقفے سے شربت کے لیے چینی ملے پانی میں چمچہ بھی چلاتی جا رہی تھیں۔ دیوار پر لگی گھڑی کی ٹک ٹک افطار کے وقت کے قریب آنے کی خبر دے رہی تھی۔ پانچ سالہ انابیہ کچن کے دروازے کے پاس بے چین سی کھڑی ماں کو دیکھ رہی تھی، جیسے کچھ کہنا چاہ رہی ہو۔

اس کے بالوں میں دو ننھی منی پونیاں بنی ہوئی تھیں۔ جنھیں وہ بار بار اپنی انگلیوں میں اُلجھا رہی تھی۔ کبھی ماں کو دیکھتی، کبھی میز پر رکھے پھلوں کو۔۔۔ اچانک اس نے امی کے دوپٹے کا ایک سرا پکڑ لیا اور پُرجوش انداز میں گول گول گھومنے لگی۔

"مماااا۔۔۔!" اس کی آواز میں کچھ پانے کی خواہش اور معصوم سی ضد تھی۔

"مجھے صائم پری چاہیے!" افشاں بیگم نے حیرت سے انابیہ کو دیکھا۔ "صائم پری۔۔۔! کیا؟" انھوں نے ناسمجھی سے پوچھا۔

انابیہ نے دوپٹے کو تاج کی طرح سر پر رکھا "صائم پری! جو رمضان میں آتی ہے!"

روزے کی حالت میں ویسے ہی انھیں کچھ کا کچھ سنائی دے رہا تھا۔ اس لیے انھوں نے انابیہ کی بات کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی اور دوبارہ اپنے کاموں میں مصروف ہو گئیں۔ برآمدے میں رکھے صوفے پر براجمان آٹھ سالہ مرتضیٰ جو موبائل پر گیم کھیل رہا تھا۔ "صائم پری" کا نام سنتے ہی اس کی متحرک انگلیاں بھی رُک گئیں۔ اس نے فوراً موبائل ایک طرف رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"مما! صائم پری؟ واقعی؟" اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ کل جب سب گھر والے شام کو چھت پر کھڑے رمضان کا چاند دیکھ رہے تھے۔

آسمان صاف تھا، ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی تو دادو نے پیار بھرے لہجے میں دونوں بچوں کو بتایا تھا۔

"بچو! رمضان میں صائم پری ہر روزے دار کے گھر آتی ہے۔ اسی بات نے دونوں بہن بھائی کے دل میں ایک جادوئی دنیا آباد کر دی تھی اور وہ شدّت سے صائم پری کا انتظار کر رہے تھے۔ صائم پری کیسی ہو گی؟ وہ کیسی دِکھائی دیتی ہو گی؟ اس کے پَر کس رنگ کے ہوں گے؟ سارا دن وہ کبھی دروازے کی طرف دیکھتے، کبھی کھڑکی سے جھانکتے رہے، مگر صائم پری کہیں نظر نہ آئی۔"

افطار کا وقت قریب آیا تو انابیہ کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، اس نے ماں کا دامن پکڑ کر اُمید سے کہا: مما!

"بابا کو فون کریں نا۔۔۔ وہ آفس سے واپسی میں صائم پری لیتے آئیں۔" افشاں بیگم نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور حسبِ عادت اسے بہلانے کے لیے معمول کا جملہ بولا۔

"اچھا بھئی، بابا لے آئیں گے۔ آپ لوگ دادو کے پاس جا کر بیٹھیے، مجھے تنگ نہیں کریں۔" یہ سنتے ہی دونوں بچے خوشی خوشی دادو کے کمرے کی طرف دوڑ پڑے۔

دادو عصر کی نماز کے بعد قرآنِ پاک پڑھنے کے لیے شیلف سے نکال رہی تھیں۔

بچوں کی آواز سن کر مسکرادیں اور قرآنِ مجید واپس شیلف میں رکھ دیا۔

مرتضیٰ امی کا موبائل ہاتھ میں لیے بابا کو وائس میسج بھیج رہا تھا۔

"بابا! ہمیں صائم پری چاہیے۔۔۔ آج ہی!"

انابیہ بھی بولی: "جلدی آئیے گا آج اور صائم پری بھی لیتے آئیے گا بابا!"

"ارے بھئی! صائم پری بازار میں تھوڑی ملتی جو بابا آپ کے لیے خرید کر لے آئیں گے۔"

دادو نے انابیہ کو گود میں بٹھایا اور مرتضیٰ کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرنے لگی۔

"میرے بچو! صائم پری خوشی کی پری ہے۔ وہ اُن گھروں میں آتی ہے، جہاں صبر اور شکر ہوتا ہے۔ جھوٹ نہیں بولا جاتا، شور اور لڑائی جھگڑا نہیں کیا جاتا، بڑوں کی بات مانی جاتی ہے، دل لگا کر پڑھنا پڑتا ہے، جب جا کر صائم پری ملتی ہے۔" دادو اپنی بات ختم کر کے تکیہ سے ٹیک لگا کر پہلے عشرے کی دعا اپنی انگلی کے پوروں پر پڑھنے لگی۔

جب کہ انابیہ، مرتضیٰ ایک نئے عزم سے دادو کے کمرے سے باہر نکلے۔ دادو کے الفاظ ان کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ بیٹا! رمضان المبارک میں چھوٹے چھوٹے اچھے کاموں کا بھی بڑا ثواب ملتا ہے۔

"امی کی مدد کرنا، روزے کا احترام کرنا۔۔۔ یہ سب اللہ کو بہت پسند ہے۔" مرتضیٰ نے سوچا اگر میں موبائل پر گیم نہ کھیلوں بلکہ امی کی مدد کروں تو مجھے ثواب زیادہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ ہمارے گھر صائم پری کو بھیج دیں گے۔

اس دن کچن میں واقعی ایک نیا منظر تھا۔ مرتضیٰ سیب دھو رہا تھا اور انابیہ پوری توجہ سے شربت میں چمچ ہلا رہی تھی۔

"امی!" انابیہ نے خوشی سے کہا۔

"میں صائم پری کو خوش کر رہی ہوں نا؟"

"ہاں بیٹا۔۔۔ بہت خوش۔" امی نے خوش دلی سے جواب دیا۔ افطار کے وقت سب خاموشی سے دسترخوان پر بیٹھ کر دعا مانگنے لگے۔ اذان کی آواز کے ساتھ ہی گھر کے سب لوگوں نے ایک ساتھ روزہ افطار کیا۔

"یااللہ!" انابیہ نے آہستہ سے کہا۔

"یااللہ! ہم اب اچھے بچے بن گئے ہیں، ہمارے گھر صائم پری بھیج دے۔" افطار کے بعد امی اور دادو نماز پڑھنے چلی گئیں تو دونوں بہن، بھائی نے مل کر افطار کا دسترخواں سمیٹا اور تھک کر ایک ہی کرسی ڈھیر ہو گئے۔

آج انھوں نے صائم پری کو خوش کرنے کے لیے اپنی ہمت سے زیادہ کام کیا تھا۔

"تو بتاؤ۔۔۔ صائم پری آئی؟" دادو نے بچوں کی تھکن دیکھ کر مسکرا کر پوچھا۔

اسی لمحے بڑے ماموں رمضان المبارک کے تحائف لے کر گھر میں داخل ہوئے۔

"میرے صائم بچو!" انھوں نے دونوں کو گلے لگا کر خوب پیار کیا۔ بچے اپنے پسندیدہ تحائف دیکھ کر بہت خوش تھے۔

آج ان کی دن بھر کی محنت کا پھل اللہ نے انھیں دے دیا تھا۔

"صائم پری دِکھائی نہیں دیتی، لیکن اس کی آمد کا احساس بہت خوش کن ہوتا ہے۔"

دادو نے قدرے دھیمے لہجے میں میں بچوں سے کیا۔

"جی دادو! آج ہمارا دل بہت خوش ہے۔ ہم آج بہت خوش ہیں۔ اب ہم ہمیشہ اچھے بچے بنے رہیں گے۔"

دونوں بچوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

اس رات دونوں بچوں کے خواب میں ایک روشن سی پری آئی، جو مسکرا کر کہہ رہی تھی: "میں ہر سال آؤں گی۔"

رمضان کی برکات

ڈاکٹر قدسیہ

یکم رمضان کو جمعہ تھا۔ محلے کی جامع مسجد میں رونق ہی کچھ اور تھی۔ بچے، بزرگ، خواتین سب روزے کی برکتوں کے لیے بے قرار تھے۔ اسی محلے میں دس سال کا حمزہ رہتا تھا، جو بہت شرارتی مگر دل کا بہت نیک تھا۔ اس سال اس نے پکا ارادہ کیا تھا کہ وہ روزے بھی رکھے گا اور رمضان کی برکات بھی تلاش کرے گا۔ دادی نے ایک دن فرمایا تھا: ''بیٹا! رمضان میں اللہ کی رحمت ایسے برستی ہے جیسے بارش کی بوندیں۔ بس تلاش کرنے والے کی آنکھ ہونی چاہیے۔'' حمزہ اسی بات پر سوچتا رہتا تھا کہ آخر وہ رحمتیں اور برکات کیسے دکھائی دیتی ہیں۔

پہلی نشانی: صبر پہلے روزے کے دن دوپہر تک حمزہ کو بہت پیاس لگی۔ اسے لگا شاید وہ روزہ نہیں رکھ سکے گا، لیکن پھر اسے دادی کے الفاظ یاد آئے۔ اس نے قرآن کی تلاوت سنی تو دل کو سکون ملا اور پیاس جیسے کم محسوس ہونے لگی۔

اس نے حیرت سے سوچا: ''یہ کیسا سکون ہے؟ یہ شاید پہلا معجزہ ہے ''صبر کا معجزہ!''

دوسری نشانی: بخشش رمضان کی دس تاریخ تھی۔ حمزہ نے دیکھا کہ اس کے ابو محلے کے ایک غریب مزدور کے گھر راشن لے کر جا رہے ہیں۔ اس نے پوچھا: ''ابو! آپ نے یہ سب کیوں خریدا؟''

ابو نے مسکرا کر کہا: ''بیٹا! رمضان میں اللہ ہر نیکی کا ثواب کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔ ایک گھر کی مدد کرو گے تو تمہیں اپنے دل میں بھی روشنی محسوس ہوگی۔'' حمزہ نے اُس گھر کے بچوں کی خوشی دیکھی تو اس کا دل بھر آیا۔ اسے لگا جیسے اس کے اندر ایک چراغ جل اٹھا ہو۔

یہ تھا بخشش اور ہمدردی کا معجزہ۔

تیسری نشانی: دعا کی قبولیت ایک رات وہ تراویح کے بعد آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے دل میں دعا کی: ''یا اللہ! میری امی کی طبیعت اچھی کر دے۔'' امی کئی دنوں سے بیمار تھیں۔ اگلی صبح حیرت انگیز طور پر ان کی طبیعت بہتر تھی اور چہرے پر بھی تازگی۔۔۔ یہ دیکھ کر حمزہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

''یہ رمضان کی دعا کا معجزہ ہے!'' وہ خوشی سے بولا۔

چوتھی نشانی: دل کی تبدیلی رمضان کے آخری عشرے میں حمزہ نے وہ کام بھی چھوڑ دیے جو وہ عام دنوں میں کرتا تھا۔۔۔ جیسے جھوٹ بولنا، بلاوجہ غصہ کرنا، موبائل پر زیادہ وقت گزارنا۔ اس نے قرآن پڑھنا شروع کیا اور چھوٹے بہن بھائیوں کی مدد کرنے لگا۔

یہ دل کے بدلنے کا معجزہ تھا، جو صرف اس مقدّس مہینے میں پوری طاقت سے محسوس ہوتا ہے۔

عید کا دن چاند رات کو مسجد کے امام صاحب نے بچوں کو جمع کیا اور پوچھا: ''کیا کسی نے رمضان کی کوئی برکت محسوس کی؟''

حمزہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا: ''جی! میں نے چار چیزیں محسوس کی ہیں بلکہ دیکھی ہیں۔۔۔ صبر، ہمدردی، قبولیتِ دعا اور دل کا بدل جانا۔''

امام صاحب نے مسکرا کر کہا: ''بیٹا! یہی رمضان کا اصل تحفہ ہے، جو یہ پہچان لے، وہی حقیقت میں رمضان کی رحمت پا لیتا ہے۔'' حمزہ دل ہی دل میں شکر ادا کر رہا تھا۔ اسے اب اندازہ ہو چکا تھا کہ رمضان صرف روزوں کا مہینا نہیں، بلکہ دلوں کو روشن کرنے والا مہینا ہے۔

ایک سبق آموز کہانی

ماریہ جبران

گاؤں کے کنارے ایک چھوٹا سا گھر تھا، جہاں بارہ سالہ حمزہ اپنی والدہ کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کے والد کئی سال پہلے انتقال کر چکے تھے، اس لیے گھر کی ذمے داریوں کا زیادہ تر بوجھ اس کی ماں کے کندھوں پر تھا۔ رمضان کا مہینا آیا تو گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ حمزہ پہلی بار پورے روزے رکھنے کا پکا ارادہ کر چکا تھا۔

پہلے روزے کی صبح سحری کے وقت اس کی آنکھ مشکل سے کھلی۔ امی نے پیار سے کہا: ''بیٹا! روزہ صرف بھوک پیاس کا نام نہیں، یہ صبر اور دوسروں کا خیال رکھنے کا درس بھی دیتا ہے۔'' حمزہ نے سر ہلایا اور سحری کر کے مسجد میں فجر کی نماز کے لیے چل پڑا۔

دوپہر تک بھوک نے ستانا شروع کیا، گرمی بھی بہت تھی۔ وہ باہر کھیلتے بچوں کو دیکھتا تو دل چاہتا کہ دوڑ کر ان کے ساتھ شامل ہو جائے، مگر یاد آیا کہ روزے میں دل و دماغ کا مضبوط رہنا ضروری ہے۔ اس نے امی کی بات دل میں دہراتے ہوئے صبر کیا۔

شام کے وقت جب وہ افطار کا انتظار کر رہا تھا، دروازے پر دستک ہوئی۔ سامنے گاؤں کی ایک غریب بوڑھی خاتون کھڑی تھیں۔ وہ دھیمی آواز میں بولیں: ''بیٹا! تمہاری امی ہیں؟ میں دو دن سے بیمار ہوں، کھانا نہیں بنا سکتی۔'' حمزہ نے فوراً امی کو بلایا۔ امی نے افطاری میں رکھا کھجور، پانی اور کچھ پکوڑے ان کے لیے ایک پلیٹ میں رکھ دیے۔ خاتون نے کانپتی ہوئی آواز میں دعائیں دیں۔

حمزہ حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا: ''امی! ہم نے تو خود بھی افطار کرنا ہے، پھر آپ نے اتنا کچھ کیوں دے دیا؟'' امی نے مسکراتے ہوئے کہا: ''بیٹا! روزے کی سب سے بڑی برکت یہی ہے کہ دل نرم ہو جاتا ہے، انسان دوسروں کا درد محسوس کرتا ہے، جو ہم اللہ کے لیے دیتے ہیں، وہ کبھی کم نہیں ہوتا۔''

وہ شام حمزہ کے دل میں ایک نئی روشنی لے کر آئی۔ افطار کے چند لمحے پہلے ہی گاؤں کے چوک سے اعلان ہوا کہ ایک مخیر شخص نے غریب گھرانوں کے لیے راشن بھجوایا ہے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ ایک بڑا تھیلا حمزہ کے گھر کے لیے بھی تھا۔ اس کی ماں نے شکر ادا کرتے ہوئے کہا: ''دیکھا حمزہ! اللہ اپنی راہ میں خرچ کرنے والوں کو کئی گنا زیادہ لوٹاتا ہے۔''

رمضان کے باقی دنوں میں حمزہ نے ہر روزہ نہ صرف صبر کے ساتھ رکھا بلکہ دوسروں کی مدد کرنے میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وہ مسجد میں پانی رکھتا، محلے کے بزرگوں کے لیے سحری لے جاتا اور بچوں کو افطاری میں شریک کرتا۔ ہر نیک کام کے بعد اسے دل کے اندر ایسی خوشی محسوس ہوتی جیسے اللہ کی رحمت اس کے گھر پر سایہ کر رہی ہو۔

عید کے دن جب اس نے نئے کپڑے پہنے تو اس کے دل میں سکون، شکر گزاری اور خوشی کی عجیب کیفیت تھی۔ اسے پتا تھا کہ اصل خوشی لباس یا میٹھے میں نہیں، بلکہ ان نیکیوں میں ہے جو رمضان نے اسے سکھائیں۔ اسے احساس ہوا کہ روزہ انسان کو بھوکا پیاسا رکھ کر دوسرے بھوکوں کی قدر سکھاتا ہے، دل کو نرم کرتا ہے، نفس کو قابو میں کرتا ہے اور انسان کو اپنے رب کے قریب لے آتا ہے۔

اسی لمحے اس کی ماں نے اسے گلے لگا کر کہا: ''بیٹا! یہ رمضان تمہارے لیے برکتوں کا مہینا رہا، کیوں کہ تم نے اس کے اصل پیغام کو سمجھ لیا۔''

تکبیر

مہوش اشرف

رمضان آنے سے پہلے ہی ہمارے گھر میں ایک عجیب سی روحانی خاموشی اتر آئی تھی۔ ایسی خاموشی جو شور سے نہیں بلکہ کسی اندرونی انتظار سے جنم لیتی ہے۔ امی بار بار کیلنڈر دیکھتیں، ابو اخبار کے کونے پر چاند کی تاریخ لکھتے اور میں کھڑکی کے پاس بیٹھا گلی کے اس موڑ کو دیکھتا رہتا، جہاں سے ہر سال رمضان کی پہلی رات اذان کی آواز کچھ زیادہ ہی واضح سنائی دیتی تھی۔

یہ رمضان میرے لیے اس لیے مختلف تھا کہ اس بار میں کسی جوش یا اعلان کے ساتھ نہیں بلکہ ایک اندرونی فیصلے کے ساتھ اس میں داخل ہو رہا تھا۔ پچھلے سال تک روزہ میرے لیے صرف بڑوں کا عمل تھا، ایک ایسا کام جو ہم بچوں کے لیے محض سحر میں جگائے جانے اور افطار میں جلدی جلدی مزے دار پکوانوں کی پلیٹ لگانے تک محدود تھا، مگر اس بار دل میں ایک خاموش سی خواہش تھی کہ میں اس مہینے کو صرف دیکھوں نہیں بلکہ محسوس کروں۔

چاند نظر آنے کی خبر آئی تو امی ابو نے حسبِ عادت دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، یکایک میری زبان پر دعا کے الفاظ جاری ہو گئے:

اَللّٰهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ وَالتَّوْفِيقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى، رَبِّي وَرَبُّكَ اللّٰهُ

عجیب بات یہ ہوئی کہ میں نے پہلی بار یہ محسوس کیا کہ رمضان واقعی شور مچائے بغیر آتا ہے، جیسے کسی دروازے پر آہستہ سے دستک دے کر انتظار کرے کہ اندر سے کون اسے خوش دلی سے قبول کرتا ہے۔

سحری کے وقت امی نے مجھے جگایا تو ان کی آواز میں زور تھا نہ جلدی، بس ایک ٹھہرا ہوا سا اعتماد تھا، جیسے انھیں یقین ہو کہ میں جاگ جاؤں گا۔ میں اٹھا تو کمرے میں ہلکی سی روشنی تھی، باورچی خانے سے برتنوں کی مدھم آواز آ رہی تھی اور باہر گلی بالکل خاموش تھی۔ اس خاموشی میں بیٹھ کر سحری کھاتے ہوئے مجھے پہلی بار اندازہ ہوا کہ دن بھر کی بھوک اور پیاس کا اصل امتحان شاید یہاں سے شروع ہوتا ہے، جب انسان سہولت کے باوجود خود کو حلال رزق سے اللہ کی رِضا کے لیے روکنے کا فیصلہ کرتا ہے۔

فجر کے بعد میں دوبارہ سو نہیں سکا۔ دل میں ایک عجیب سی سنجیدگی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ روزہ رکھنا محض جسمانی عمل نہیں بلکہ ذہن کی کیفیت بھی بدل دیتا ہے۔ دن چڑھنے کے ساتھ ساتھ وقت جیسے آہستہ چلنے لگا۔ گھڑی کی سوئیاں اپنی رفتار کھو بیٹھی تھیں اور ہر کام میں ایک ٹھہراؤ آ گیا تھا۔

ظہر کی نماز کے لیے مسجد گیا تو غیر معمولی ہجوم جیسا جمعے کے دن ہوتا ہے اور نماز کے بعد کئی نمازی تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو گئے۔ ہلکی ہلکی آوازیں مل کر ایک مسحور کن نورانی ماحول بن گیا تھا۔ یہ وہی مسجد تھی جہاں عام دنوں میں بھی ہم نماز پڑھتے تھے، مگر رمضان میں ہر ترتیب تبدیل ہو جاتی۔ میں نے آنکھیں بند کیں تو یوں لگا جیسے الفاظ نہیں بلکہ سکون بہ رہا ہو۔

عصر کے بعد ابو نے مجھے ساتھ بٹھا لیا۔ کوئی نصیحت نہیں، کوئی لمبا بیان نہیں، بس اتنا کہا: "رمضان میں سب سے مشکل روزہ زبان اور نیت کا ہوتا ہے۔" یہ بات شاید میں اس دن پوری طرح نہ سمجھ سکا، مگر کہیں اندر محفوظ ہو گئی۔

افطار سے کچھ دیر پہلے بجلی چلی گئی۔ گھر اچانک اندھیرے میں ڈوب گیا۔ امی نے موم بتی جلائی، ابو نے کھڑکی کھول دی اور میں نے پہلی بار اندھیرے میں افطار کے تصور کے ساتھ غزہ کا دکھ دل کی گہرائی سے محسوس کیا۔ اذان کی آواز جب فضا میں پھیلی تو وہ عام دنوں سے مختلف تھی، شاید اس لیے کہ اس بار وہ مکمل خاموشی کو چیرتی ہوئی آئی تھی۔

ہم نے افطار کیا تو کھانا معمول کا تھا، مگر ماحول غیر معمولی۔ ایک بار پھر فلسطین کے حق میں دعا کرتے ہوئے افطار شروع کیا۔ کسی نے جلدی نہیں کی، کسی نے شکایت نہیں کی۔ مجھے یوں لگا جیسے اس ایک دن نے ہمیں بولنا کم اور محسوس کرنا زیادہ سکھا دیا ہو۔

رمضان کے دن گزرتے گئے۔ میں نے آہستہ آہستہ یہ جانا کہ یہ مہینا کسی بڑے واقعے کا محتاج نہیں، نہ ہر دن کوئی واقعہ ضروری ہے، نہ ہر نیکی کا اعلان۔ کبھی خاموش رہ جانا، کبھی کسی بات کو نظر انداز کر دینا اور کبھی خود سے سوال کر لینا بھی رمضان ہی کا حصہ ہے۔

چاند رات آئی تو محلے میں شور تھا۔ بچے آتش بازی کر رہے تھے، دکانوں پر رش تھا، مگر میں چھت پر کھڑا اسی موڑ کو دیکھ رہا تھا، جہاں سے پہلی رات اذان کی آواز آئی تھی۔ مجھے یوں لگا جیسے رمضان جاتے جاتے بھی کچھ چھوڑ گیا ہے، کوئی ہلکی سی آواز، کوئی ٹھہرا ہوا احساس، جو شور میں سنائی نہیں دیتا، مگر خاموشی میں واضح ہو جاتا ہے۔

میں نے دل میں سوچا کہ شاید رمضان ہمیں بدلنے نہیں آتا، بلکہ ہمیں یہ دِکھانے آتا ہے کہ ہم اصل میں کیا بن سکتے ہیں اور یہی اس کی سب سے بڑی روشنی ہے۔

بقیہ پیارا کارڈ

کھانا بناؤں تو فوراً کھانے کا دل نہیں چاہتا۔ اس لیے رات کو اچھی طرح کھا لیتی ہوں، تاکہ سحری کے بغیر گزارا ہو جائے۔"

"سحری کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اس وقت روٹی سالن ہی کھاؤ، سحری کی نیت سے لیے گئے ایک گلاس دودھ اور چند کھجوروں سے بھی سحری کی برکت حاصل ہو جاتی ہے۔"

"اچھا۔۔۔ مجھے یہ نہیں معلوم تھا!" شاہینہ نے آہستگی سے کہا۔

اور اللہ کی بندی! بچے تمہارے ماشاءاللہ اتنے شرارتی ہیں۔ تمھیں تھکا کر رکھ دیتے ہیں۔ میں تو حیران ہوں تم انھیں سنبھالتی کیسے ہو؟ سحری ضرور کھایا کرو، تاکہ روزہ آسانی سے گزرے۔ ابھی تو صحت ہے، تمھیں محسوس نہیں ہوتا، ورنہ ایسی روٹین رہی تو جلد ہی تھک جاؤ گی۔"

"تھک تو میں ابھی بھی جاتی ہوں۔" شاہینہ نے اعتراف کیا۔ "افطاری میں کیا کروں؟"

"کم از کم اذان کے بعد دو تین کھجوریں منہ میں ڈال لو، اس میں تو وقت نہیں لگتا۔ دس پندرہ منٹ کی تاخیر سے کھولنا اچھی بات نہیں۔"

"میں کل سے ضرور سحری اور افطاری کروں گی، ان شاءاللہ"

"افطاری میں ایسی چیزیں کھاؤ جن کا فائدہ بھی ہو، پکوڑے سموسے سے زبان کا چسکا تو پورا ہو جائے گا، مگر تمھیں فائدہ نہیں ہوگا۔ کھجور کے بہت سے فائدے ہیں اور رمضان میں یہ دستیاب بھی ہوتی ہے۔ کبھی ویسے ہی لے لو، کبھی شیک بنا کر پی لیا کرو۔" بھائی جان نے آخری مشورہ دیتے بات سمیٹی۔ شاہینہ کا خیال تھا کہ اس کے گھر کا نظام دیکھ کر بھائی جان اسے ڈانٹیں گے، بہت سی چیزوں پر اعتراض کریں گے، لیکن انھوں نے تو صرف دو چیزوں پر اسے ٹوکا تھا اور ساتھ ہی ان کا متبادل بھی بتا دیا تھا۔ اسے ان کا لایا کارڈ پہلے سے زیادہ پیارا لگنے لگا۔ سامان سمیٹتے وہ تراویح پڑھنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

امی عائشہ رضی اللہ عنہا کیسی تھیں؟

ام محمد عبداللہ

”میری بیٹی عالمہ بنے گی۔ حافظہ بنے گی۔ قاریہ بنے گی۔ ڈاکٹر بنے گی۔ اپنی امی عائشہ کی طرح صاحبِ علم و عمل بنے گی ان شاءاللہ!“ امی جان امامہ کے ساتھ لاڈ لاڈ سے باتیں کر رہی تھیں۔ وہ جواباً مسکرا رہی تھی اور اُوں اُوں کر رہی تھی۔ ”صہیب! تم امامہ کے ساتھ بیٹھو۔“ امی جان صہیب کو امامہ کے ساتھ بٹھا کر خود کسی کام سے چلی گئیں۔

”اچھا تو امامہ! آپ امی عائشہ کی بیٹی ہیں، ان کے جیسی بنیں گی۔“ صہیب بھی امی جان کی طرح امامہ سے باتیں کرنے لگا۔

”لیکن حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کیسی تھیں، یہ کیسے پتا چلائیں امامہ؟“

آئیڈیا۔۔۔ 17 رمضان المبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یومِ وفات ہے۔ امی جان نے اپنی رمضان ڈائری میں ان سے متعلق ضرور کچھ لکھا ہوگا، آؤ پڑھتے ہیں۔ امامہ کو کھلونے دے کر صہیب امی جان کی ڈائری پڑھنے لگا۔

”اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا درس گاہِ نبوی کی سب سے کامیاب طالبہ اور امت کی سب سے بڑی معلّمہ تھیں۔ ان کے علمی فضل و کمال کا یہ عالم ہے کہ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ”نصف دین ان سے حاصل کیا جائے۔“ اس لیے کہ چار دیواری کے اندر رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور تعلیمات کا کم و بیش نوّے فی صد حصہ انھی سے روایت ہے۔ وہ حدیثِ نبوی کے پانچ بڑے راویوں میں سے ہیں اور خواتین میں احادیثِ نبوی کی سب سے بڑی راویہ ہیں۔ انھیں دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان سات بڑے مفتیوں میں شمار کیا جاتا ہے جو خلافتِ راشدہ کے دور میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ وہ قرآن کریم کی مفسّرہ تھیں اور احکامِ اسلام کی حکمت اور فلسفہ بہترین انداز میں بیان فرماتی تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرب قبائل کی روایات، تاریخ اور کلچر پر اس حد تک عبور رکھتی تھیں کہ لوگ اس سلسلہ میں ان سے راہنمائی حاصل کرتے تھے۔ انھیں عرب قبائل کے نسب ناموں سے بھی واقفیت حاصل تھی۔ انھیں ادب اور شعر و خطابت پر بھی دسترس حاصل تھی۔ وہ عوامی مسائل پر رائے دینے والی راہنما تھیں۔ طب و علاج کے علم سے بھی واقف تھیں۔

”اچھا۔۔۔ تو امی عائشہ رضی اللہ عنہا قرآن و حدیث کے علم کے ساتھ ساتھ عام روز مرّہ کے مسائل اور طب و علاج کا علم بھی رکھتی تھیں۔“ صہیب نے امی جان کی ڈائری پڑھ کر الماری میں رکھ کر امامہ کو گود میں اٹھالیا۔ ”امامہ بہنا! امی عائشہ رضی اللہ عنہا بہت پیاری اور لائق فائق تھیں۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا علم کے آسمان کا چاند تھیں۔ ہم ان کے بچے ہیں نا! ہم بھی علم کے آسمان کے تارے بنیں گے۔ ہم قرآن و حدیث سیکھیں گے۔ طب اور ٹیکنالوجی بھی سیکھیں گے۔“ صہیب لہک لہک کر امامہ سے باتیں کر رہا تھا اور امی جان مسکراتے ہوئے ان کے صاحبِ علم و عمل ہونے کی دعائیں مانگ رہی تھیں۔

ننھا روزے دار

ڈاکٹر الماس روحی

رمضان کی آمد تھی۔ گلیوں میں سحری کی صدائیں گونج رہی تھیں، مساجد روشن تھیں اور گھروں میں عبادت کی تیاریوں کا سماں تھا۔ اسی گلی کے ایک چھوٹے سے گھر میں سات سالہ زریون بھی بڑی خوشی سے جاگ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی اور دل میں ایک ننّھی سی خواہش۔۔۔ آج وہ بھی روزہ رکھے گا۔

امی نے پیار سے کہا: ”بیٹا! تم ابھی چھوٹے ہو، آدھا روزہ رکھ لینا۔“ مگر زریون نے معصوم ضد کی، ”نہیں امی! میں پورا روزہ رکھوں گا۔ اللہ میاں خوش ہوں گے۔“ ابا نے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔

سحری کے بعد زریون نے نماز پڑھی، قرآن کی تلاوت سنی اور اسکول جانے کی تیاری کی۔ راستے میں تیز دھوپ تھی۔ سورج کی کرنیں سر پر پڑیں تو اسے شدّت کی پیاس لگنے لگی۔ جی چاہا کہ گھر واپس جا کر خوب پانی پیے، مگر اس نے دل کو سمجھایا اور قدم آگے بڑھاتا رہا۔

اسکول میں دوست کھانا کھا رہے تھے۔ کسی نے ہنستے ہوئے کہا: ”ہم نے پہلے ہی کہا تھا، روزہ لگے گا۔“ علی بھیّا نے بھی مذاق اڑایا۔ زریون کا ننّھا سا منہ بن گیا، مگر اس نے ہمت نہ ہاری۔ وہ دل ہی دل میں بولا: ”ابا کہتے ہیں روزے دار کا بہت بڑا اجر ہوتا ہے۔ میں چھوٹا ہوں، مگر دل کا سچا ہوں۔ اے اللہ! مجھے جھوٹ سے دور رکھنا اور میرا روزہ قبول فرمانا۔“

دوپہر ہوتے ہوتے بھوک نے بھی آن گھیرا۔ پیٹ میں درد سا ہونے لگا، جیسے چوہے دوڑ رہے ہوں۔ وہ پیٹ پکڑتا ہوا گھر آیا، مگر ثابت قدم رہا۔ اس نے ظہر کی نماز پڑھی، دعا کی اور تھکن سے سو گیا۔

آخر کار سورج ڈوبنے لگا۔ فضا میں رحمتوں کی خوشبو پھیل گئی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ہر طرف برکت برس رہی ہو۔ شیطان ناکام لوٹ گیا کہ کاش زریون روزہ توڑ دیتا! مگر یہ تو اس کا پہلا روزہ تھا اور اس نے ہمت نہ ہاری۔

مغرب کی اذان ہوئی۔ زریون نے دعا مانگی اور روزہ کھولا۔ شربت کا ایک گھونٹ پیا تو عجیب سی لذّت محسوس ہوئی۔ پکوڑے، چھولوں کی چاٹ اور پھل کی چاٹ کھاتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹی سی عبادت میں کتنی بڑی راحت رکھ دی ہے۔ اس کا دل شکر سے بھر گیا۔

وہ ابا کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھنے مسجد گیا اور راستے میں خوشی سے بولا: ”ابا! میں کل بھی روزہ رکھوں گا۔ پورے رمضان رکھنے کی کوشش کروں گا۔“ ابا نے مسکرا کر اسے گلے لگا لیا۔

زریون کا یہ جذبہ پورے رمضان قائم رہا۔ عید کے دن اس نے ابا کے ساتھ اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے پورے ماہ کے روزے رکھے۔ آج اس کے چہرے پر خاص نور تھا۔۔۔ عبادت کا نور، محنت کا نور اور اللہ کی رحمت کا نور!!

بچوں کے فن پارے

ابیھہ زبیر 8 سال ملتان

ابراہیم محسن،11سال، فورٹ عباس

انس عبد اللہ 10 سال لاہور

اسما نور 8 سال راول پنڈی

خدیجہ دانش،9 سال کراچی

تحریم فاطمہ ،11 سال ،جہلم

ماریہ جبران ،10 سال کراچی

عائزہ راشد ، دس سال، قصور

ہر ماہ ایک فن پارے پر300 روپے انعام دیا جاتا ہے گزشتہ ماہ لاہور سے **اسما کنول** کا فن پارہ انعامی قرار پایا ہے، انہیں 300 روپے مبارک ہوں (ادارہ)

چھوٹی بات بڑا پیغام

پیارے بچو!

رمضان المبارک تمام مہینوں کا سردار اور سال کا سب سے خوبصورت مہینہ ہے۔ یہ مہینہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کا ایک خاص انعام ہے۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ ہمارے دشمن شیطان کو زنجیروں میں جکڑ دیتا ہے، تاکہ ہم آسانی سے اچھے کام کر سکیں۔ رمضان ہمیں اپنے اندر ایک خاص طاقت پیدا کرنے کا موقع دیتا ہے، اور اس طاقت کا نام تقویٰ ہے۔ تقویٰ ہمیں اللہ کی نافرمانی سے بچاتا ہے اور نیکیوں کی طرف لے جاتا ہے۔ ہم جتنا زیادہ رمضان میں نماز پڑھتے ہیں، قرآن پڑھتے اور سنتے ہیں، سچ بولتے ہیں اور دوسروں کی مدد کرتے ہیں، اتنی ہی ہماری تقویٰ کی طاقت بڑھتی جاتی ہے۔ جب یہ طاقت مضبوط ہو جاتی ہے تو پورا سال نیکیاں کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

تو آؤ بچو! اس رمضان میں مل کر خود کو مضبوط، اچھا اور فرمانبردار مسلمان بنائیں۔

ماہنامہ فہم دین فروری 2026ء کے سوالات

سوال 1: ثاقب جسے مشکوک شخص سمجھ رہا تھا وہ اصل میں کون تھا؟

سوال 2: بھو تو اپنی امی سے کس بات کی ضد کر رہا تھا؟

سوال 3: کامیابی کب حاصل ہوتی ہے؟

سوال 4: سرکہ اور نمک کے ملنے سے کیا بنتا ہے؟

سوال 5: سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر آخری حملہ کب کیا؟

یہ سوالات جنوری 2026 کے فہم دین سے لیے گئے ہیں۔ جوابات کی آخری تاریخ 18 فروری ہے

جنوری 2026ء کے سوالات کا درست جواب دینے پر اسلام آباد سے فاطمہ خان انعام کی حق دار ٹھہری ہیں۔ انھیں 300 روپے مبارک ہوں

جنوری 2026ء کے سوالات کے جوابات

1- نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

2- سات سال

3- کمانڈر علی شاہ

4- فاطمہ

5- یکم جنوری 1970

سنیے!!!!

انعامی سوالات کے جوابات بھیجنا ہوں یا فن پارہ، اپنا نام، عمر، کلاس اسکول/مدرسے کا نام اور رابطے کے لیے موبائل نمبر ضرور لکھیں۔ جوابات اور فن پارہ بھیجنے کے لیے ای میل اور وٹس ایپ نمبر نوٹ کر لیں:

tabeer1387@gmail.com

+923351135011

غزوۂ بدر

حافظہ وسطیٰ چودھری　حافظہ سویرا چودھری

تخیّل یہ ہمارا لے کے ہم کو دور ہے جاتا
جہاں ہر موڑ پر ہی، دشمنوں نے چوٹ تھی کھائی
یہ دو ہجری، مقدس ماہ کی تاریخ تھی سترہ
خبر آئی، ابوسفیان ہے اک قافلہ لاتا
کہا آقا نے گر یہ قافلہ قبضے میں آجائے
جو بوسفیان نے پائی، خبر لشکر کے آنے کی
کہ جن راہوں سے آتا تھا، وہیں پر اُن کو تھا چھوڑا
بچایا مسلِمانوں سے تھا اُس نے اپنا سرمایہ
جوں ہی جا کر تھا ضمضم نے ابوسفیاں کا بتلایا
تبھی ساحل کے رستے قافلہ وہ بچ کے آیا تھا
انا نے عقل پر بدبخت کی، پردہ تھا یوں ڈالا
مگر وہ اڑ گیا ضد پر، کہ ہم تو بدر جائیں گے
غرور و فخر کا مارا، ہوا پھر وہ روانہ تھا
اِدھر اصحاب سے جس دم، نبی تھے مشورہ کرتے
ابوبکر و عمر نے خوب ہی اظہار فرمایا
وفا کی آزمائش تھی، عجب ساعت وہ آئی تھی
یہ بولے سعد آقا سے، نہیں لڑنے سے ہم ڈرتے
ہوئے مقداد بھی گویا، یہ دل اور جان حاضر ہے
قسم اس ذاتِ باری کی، نہیں تنہا کریں گے ہم
سنے جس دم جواب اصحاب کے یہ جانثارانہ
مسرت سے نبی کے چہرہ انور پر چمک آئی

نظر وہ حق و باطل کا ہے پہلا معرکہ آتا
کمر تھی کفُر کی ٹوٹی، ملی کیا خوب پَسپائی!
ہوا تھا مشرکوں کی سَمت سے اسلام کو خطرہ
وہ سامانِ تجارت ساتھ اپنے ہے لیے آتا
یہ ممکن ہے محَل اُن کے تکبر کا ہی ڈھا جائے
تو کی فوراً ہی یوں تدبیر مال و زر بچانے کی
بڑی ہُشیاری سے اُس نے تھا اپنا راستہ موڑا
خبر حملے کی دے کر ایک قاصد مکہ دوڑایا
قریشی نوجواں ہر ایک سن کر جوش میں آیا
مگر بوجہُل نے غصے پہ قابو ہی نہ پایا تھا
سبھی نے اُس کو روکا تھا، ہر اک کوشش سے تھا ٹالا
وہاں پر ناچ گا کر، دھاک اپنی ہم بٹھائیں گے
تکبر تھا زوال اُس کا، یہی بننا بہانہ تھا
قوی ایمان تھے اُن کے، نہ مرنے سے تھے وہ ڈرتے
رسولِ حق سے چاہت کا بھی تھا اقرار فرمایا
نگہ انصار کی جانب، نبی جی نے اٹھائی تھی
سمندر میں بھی حکمِ مصطفیٰ پر کود ہم پڑتے
خدا پر ہی توکُّل ہے، جو قادر اور ناظر ہے
رہیں گے آگے پیچھے، دائیں بائیں سے لڑیں گے ہم
سبھی تیّار تھے دینے کو اپنی جاں کا نذرانہ
تو پھر اُن سب کے ہی حق میں، دعائے خیر فرمائی

اُدھر دشمن ہر اک جنگی جگہ کو چھانٹ بیٹھے تھے
ٹھکانے تھے جو بہتر خود میں سارے بانٹ بیٹھے تھے

زمیں کی دیکھ کر حالت پریشاں ہو گئے دستے
نہ پانی تھا میسر ریتلے دشوار تھے رستے

غلامانِ محمد پر خدا نے فضل فرمایا
قدم اُن کے جمانے کے لیے بارش کو برسایا

اب اُس ہی ریت پر چلنا بہت آسان ہوتا ہے
ذخیرہ پانی کرنے کا بھی پھر سامان ہوتا ہے

شبِ جمعہ بشر جتنے تھے سارے، سو رہے تھے جب
فقط آقا ہی سجدے میں مدد کو رو رہے تھے تب

نمازِ فجر پڑھ کر پھر کلام اُن سے تھا فرمایا
صحابہ کی بھی ہمت کو بڑھایا، خون گرمایا

وہ لمحہ آگیا پھر جب صفیں ترتیب تھیں پاتی
عدو کو دیکھ کر آقا کے لب پر یہ دعا آتی

الٰہی! تیرے دشمن یہ، نبوت کو ہیں جھٹلاتے
یہ راہِ حق سے لوگوں کو، ہیں بہکاتے و بھٹکاتے

ہمیں نصرت عطا کر تو، ترے دیں کی ہی عزت ہو
مقدر میں عدو کے ہی ہلاکت اور ذلّت ہو

نہ ہی اسباب کامل تھے، نہ مال و زر کی کثرت تھی
مکمل تھا بھروسہ رب پہ، دنیا کی نہ حسرت تھی

اُدھر تھی شان و شوکت اور اِدھر گنتی کے تھے بندے
لیے ایمان سینوں میں ملائے کندھے سے کندھے

فقط گھوڑے تھے دو اور اونٹ ستر پاس تھے اِن کے
نبی فاتح محمد اَلملاحم ساتھ تھے جن کے

یہاں پر تین سو تیرہ، وہاں سرکش ہزاروں میں
تکبر کا نشہ چھایا تھا اُن پیدل سواروں میں

وہیں بوجہل اپنی قوم سے کہتا تھا غصے میں
لڑو ایسے کہ نقصاں ڈال دو، دشمن کے حصے میں

مقامِ بدر پر تم آج ایسا کام کر ڈالو
نبی کو ماننے والوں کا قتلِ عام کر ڈالو

مخالف صف سے عتبہ اور شیبہ نے تھا للکارا
مقابل کون آئے گا؟ سبھی دیکھیں گے نظارا

اِدھر سے پھر علی، حمزہ، عبیدہ سامنے آئے
نبی جی پر تھے مر مٹنے کا جذبہ ساتھ وہ لائے

ہوا جب پہلا ہی حملہ، شکست ایسی تھی پھر کھائی
غرور اک آن میں ٹوٹا، نہ سرداری ہی کام آئی

معوذ اور معاذ انصار کے بے باک شہزادے
نظر بوجہل پر پڑتے ہی، اُس کی سَمت تھے بھاگے

تمام اک وار میں ہی تو کیا، پھر کام تھا اُس کا
تڑپتا خاک میں چھوڑا، یہی انجام تھا اُس کا

روایت میں عمر احوال، اُس دن کا بیاں کرتے
نبی رب کے تھے آگے اپنی حالت یوں عَیاں کرتے

اے اللہ! اپنے وعدے کو تو ایسے پورا فرما دے
مدد کر دے ہماری اور اپنی شان دکھلا دے

بشر کی شکل میں رب نے فرشتوں کو اتارا تھا
دلوں کو تقویت بخشی، دیا اِن کو سہارا تھا

لگی ضربیں بھی کاری تھیں، پڑے تھے وار بھی ایسے
یہ دیکھا سب نے ہے ظالم، ملا تھا خاک میں کیسے

تھے ستر اُن میں قیدی اور، ہوئے تھے قتل بھی ستر
سمجھتے مومنوں سے تھے، جو خود کو افضل و برتر

بہت ہی ناز جن کو تھا، یہ اپنے مال و لشکر پر
گرے میدان میں تھے سر بھی مغروروں کے کٹ کٹ کر

یہی وہ معرکہ ہے جس نے عالم کو ہے بتلایا
ہمیشہ سر جھکا باطل کا، حق جب سامنے آیا

ہے چاہت دل میں وُسطیٰ کے، نبی پر جاں لٹا ڈالیں
تقدّس پر سویرا اُن کے ہم خود کو مٹا ڈالیں

قلم پارے

ترتیب: محمود سیماب

مختصر و پُراثر تحریروں کا سلسلہ، اس ماہ لیاقت پور سے آئی ایوب اختر کی نظم انعامی تحریر قرار پائی ہے۔

آیا ہے، رمضان مبارک

ایوب اختر لیاقت پور

آیا ہے رمضان مبارک
ہو ماہِ ذی شان مبارک
اللہ کا مہمان ہے آیا
لے کر یہ قرآن ہے آیا
ہر دل کی بس ایک دعا ہے
ہر اک لب پر یہ ہی صدا ہے
نیکی کی توفیق عطا ہو
روزوں کا یہ فرض ادا ہو
وقت پہ جاگیں، سحری کھائیں
روزہ رکھیں، رب کو منائیں
کرتے ہیں دن رات عبادت
نفل، نمازیں، ذکر و تلاوت
خوب درود سلام پڑھیں ہم
وِرد یہ صبح و شام کریں ہم

برکتوں کا مہینہ

عبدالمنان لاہور

رمضان صرف بھوک پیاس کا نام نہیں، بلکہ یہ اپنے اندر کی بنجر زمین کو تقویٰ کی بارش سے سیراب کرنے کا موسم ہے۔ جب آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور رحمتیں موسلادھار برستی ہیں تو خوش نصیب ہے وہ جو اپنے گناہوں کے داغ دھو ڈالے۔ یہ مہینہ ایک تربیتی کورس ہے، جو ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم حلال چیزیں اللہ کے لیے چھوڑ سکتے ہیں تو حرام سے بچنا ممکن نہیں۔

عید کی آمد اور رخصتِ رمضان

اُمّ تراب کراچی

جیسے ہی عید کا چاند نظر آتا ہے، جہاں خوشی کی لہر دوڑتی ہے، وہاں ایک میٹھا سا درد بھی دل میں اٹھتا ہے۔ برکتوں والا مہینہ رخصت ہو رہا ہوتا ہے۔ کیا ہم ویسے ہی رہے جیسے رمضان سے پہلے تھے؟ یا ہماری عادتوں میں کچھ تبدیلی آئی؟ اگر تبدیلی آئی تو سبحان اللہ! اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اگر تبدیلی نہیں آئی تو خود کو خوب ٹٹولنا چاہیے۔ رخصت ہوتے رمضان میں بھی عزم کیا جا سکتا ہے کہ ہم پورا سال اسی تقویٰ کو برقرار رکھیں گے، اللہ ہماری مدد فرمائے۔ آمین!

نعت

بنت مسعود احمد

وہی آخری تھے وہی آخری ہیں
وہ میرے نبی ﷺ ہیں وہ میرے نبی ﷺ ہیں
رسالت نبوت کا جو سلسلہ تھا
جو آدم سے دنیا میں چلتا چلا تھا
عمارت نبوت کی تکمیل کرنے
مکمل شریعت کی تعمیل کرنے
وہ بندہ بشر رب کا محبوب آیا
وہ اخلاق عمدہ بہت خوب لایا
نبیوں میں اعلیٰ نبیوں میں آخر
کی رب نے محمد ﷺ کی ہے شان ظاہر
منور جہاں کو کیا جس نے یکسر
نہیں ہے بشر بھی کوئی جن کے ہمسر
وہ دنیائے محفل کی رونق ہے ساری
ہے جن کے ہی دم سے یہ دنیا بھی پیاری
نبیوں کا سردار ختم النبی ہے
نہیں بعد احمد ﷺ کے کوئی نبی ہے
وہ ﷺ امت کی خاطر بہت ہی تھے روئے
وہ پہروں تھے جاگے نہ راتوں کو سوئے
ہمارے لیے کیں بہت ہی دعائیں
چلو آؤ احمد ﷺ سے الفت نبھائیں
کریں عام ہم سب محمد ﷺ کی سیرت
ہیں جنت کے رستے محمد ﷺ کی سنت
خدا نے کیا نام احمد ﷺ کو اونچا
یہ پیغام قرآں سے ہم تک ہے پہنچا
درودوں سلاموں کے تحفے نچھاور
سوا رب کے کوئی نہ ہے ان ﷺ سے برتر

سحری کا لقمہ رضائے الٰہی کا ضامن

اریبہ سلمان رحیم یار خان

رات کا آخری پہر، فضا میں پھیلی خنکی اور برتنوں کی ہلکی سی چاپ۔ سحری کا وقت کتنا پُر سکون ہوتا ہے! مائیں کچن میں دعاؤں کے ساتھ پراٹھے بیلتی ہیں اور بچے کچی نیند میں نیم وا آنکھوں سے انھیں دیکھتے ہیں۔ سحری یہ صرف کھانا نہیں، بلکہ خالق اور مخلوق کے درمیان محبت کی ایک خاموش گفتگو ہے، جہاں ہر لقمہ اللہ کی رضا کا ضامن بن جاتا ہے۔

روح کا بھی روزہ

محمد اسلم راولپنڈی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایمان اور احتساب (اپنی اصلاح کے ارادے) کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' (صحیح بخاری) غور کیجیے! ربِ کریم نے بخشش کی شرط صرف فاقہ کشی نہیں رکھی، بلکہ ''ایمان اور احتساب'' کو بنیاد بنایا ہے۔ یعنی روزہ جسم کے ساتھ ساتھ روح کا بھی ہونا چاہیے۔

شبِ قدر: ہزار مہینوں سے افضل

محمد احسن کراچی

لیلۃ القدر: ایک ایسی رات جو ہزار مہینوں کی عبادت پر بھاری ہے! یہ رات دراصل آسمان سے فرشتوں کے اترنے اور زمین پر سلامتی کے پھیل جانے کا نام ہے۔ یہ رات قسمتیں بدلنے کی رات ہے۔ اگر ہم نے اسے جاگ کر گزار لیا اور آنسوؤں سے اپنی تقدیر لکھوالی تو گویا ہم نے 83 سال سے زائد کی عبادتوں بھری زندگی ایک ہی رات میں پالی۔

اعتکاف کی روح

رشید احمد ملتان

مسجد میں خیمہ لگا کر دنیا سے ناتا توڑ لینا اور صرف اپنے رب سے لو لگا لینا۔۔۔ بندگی اور عبدیت کی خوب صورت شکل ہے۔ اسے اعتکاف کہتے ہیں اور اس میں وہ لذّت ہے، جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ''خلوت در انجمن'' ہے۔ باہر شور ہے، ہنگامے ہیں، مگر معتکف کے گرد ایک نورانی ہالہ ہے، جہاں صرف وہ ہے اور اس کا رب ہے۔ یہ اللہ کے گھر میں مہمان بن کر بیٹھنے کا اعزاز ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام معتکفین کی عبادت قبول فرمائے۔

رمضان کے چار خصوصی اعمال

انتخاب: منیبہ مبین کراچی

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو رمضان کے چار خصوصی اعمال بتائے۔

پہلا کام: لا الہ الا اللہ پڑھنا۔

مشائخ نے فرمایا: بہتر ہے صبح شام تین، تین سو بار پڑھا جائے۔

دوسرا کام: استغفار کرنا۔

بہتر ہے، استغفار یوں کیا جائے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَيْهِ

یہ بھی صبح شام تین تین سو بار کرنا چاہیے۔

اِستغفار مختصر کر کے استغفر اللہ ربی بھی پڑھ سکتے ہیں، استغفر اللہ اتنا بھی کافی ہے، البتہ بہتر ہے اوپر درج پورا استغفار کیا جائے۔

تیسرا کام: یہ دعا کی جائے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ اے اللہ! تجھ سے جنّت کا سوال ہے۔

چوتھا کام: یہ مانگا جائے: اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ اے اللہ! جہنم سے نجات عطا فرما دیجیے۔

افطار کی گھڑی

اُمیمہ عباسی کراچی

دستر خوان بچھا ہے، سامنے قسم قسم کے کھانے تیار پڑے ہیں، خوشبو بھوک کو مہمیز لگا رہی ہے۔ حلال مال سے تیار کیا گیا ہے۔ کسی نے گن پوائنٹ پر کھانے سے منع بھی نہیں کیا ہوا، مگر سب خاموش بیٹھے گھڑی کی ٹک ٹک سن رہے ہیں۔ اس لیے کہ پوری کائنات کا مالک دیکھ رہا ہے کہ اس کا بندہ سب کچھ پاس ہونے کے باوجود صرف ''حکمِ ربّی'' کا منتظر ہے۔ یہ انتظار ہی تو بندگی کا اصل جوہر ہے۔

قرآن کا مہینہ

حنیف منہاج اسلام آباد

رمضان اور قرآن کا رشتہ ایسا ہے، جیسے خوشبو اور پھول کا۔ اسی مہینے میں لوحِ محفوظ سے ہدایت کا آخری نور زمین پر اترا۔ جب ایک روزہ دار تلاوت کرتا ہے تو اس کے خشک لبوں سے نکلتے ہوئے الفاظ روح میں تازگی بھر دیتے ہیں۔ ہر شخص اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کی کوشش کرتا ہے۔ یہ بہت اچھی بات ہے، البتہ یہ کوشش بھی ہونی چاہیے اور اس کے لیے اللہ سے مدد کی دعا بھی کرنی چاہیے کہ اس بار قرآن صرف پڑھا نہ جائے، بلکہ اسے سمجھ کر دل کی بنجر زمین پر اتارا جائے۔

روزہ اور سماجی ہمدردی

ایک خاتون حیدر آباد

روزہ ہمیں غریب کے خالی پیٹ کا احساس دلاتا ہے۔ یہ ہمیں سکھاتا ہے کہ جب ہمیں چند گھنٹوں کی پیاس تڑپا دیتی ہے تو ان کا کیا حال ہوتا ہوگا، جن کی زندگی فاقوں میں گزرتی ہے۔ رمضان کا پیغام ''بانٹنا'' ہے۔ افطاری صرف اپنے دستر خوان تک محدود نہ رکھیں، بلکہ اپنے پڑوس میں اس سفید پوش تک بھی پہنچائیں جو خاموشی سے روزہ افطار کر لیتا ہے۔

رپورٹ: خالد معین

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی خدمات ایک نظر میں

◆ نصب العین اور مشن: شہروں کی مضافاتی بستیوں اور ملک بھر میں دور دراز پس ماندہ بستیوں کے کم آمدنی والے افراد اور مستحق ضرورت مندوں کے لیے کھانے پینے، لباس، راشن علاج، تعلیم اور دوسری ضروریات زندگی کی فراہمی بیت السلام کا نصب العین اور مشن ہے۔

تعلیمی خدمات:

◆ 40 ہزار سے زیادہ طلبہ کو اسکالر شپ دی جاتی ہے۔

◆ 415 بیسک ایجوکیشن کے ادارے ہیں۔

◆ تلہ گنگ میں کیڈٹ کالج قائم ہے۔

◆ بیت السلام ایجوکیشنل کمپلیکس کی دو عظیم الشان برانچیں ہیں۔

◆ گلگت: طلبہ وطالبات کے لیے میٹرک اسکول مع دینی تعلیم۔

◆ کراچی، لاہور اور اسلام آباد میں اسٹم اسکول (برائے سائنس ٹیکنالوجی، انجیرنگ، میتھ)

◆ بیت السلام ٹیک پارک: نوجوانوں کے لیے فری آئی کورسز۔

رفاہی خدمات:

◆ بیت السلام لیب اینڈ ڈائیگناسٹک سینٹر مع ایکسرے، الٹراساؤنڈ (مستحقین زکات کے لیے بالکل مفت، 8 کلیکشن پوائنٹس کے ساتھ)

◆ کراچی کے مشہور و معروف سرجن اور ڈاکٹر حضرات کی اوپی ڈی صرف 100 میں (ہفتے کے ساتوں دن)

◆ آئی اور ڈینٹل کلینک کے ساتھ۔

◆ خواتین کے زیر نگرانی زچہ بچہ ہسپتال۔

◆ ایک چھت تلے صحت کی گوناگو خدمات پر مشتمل ملٹی ڈسپینلری ہسپتال۔

◆ ہزاروں افراد کے لیے ہر ماہ راشن فراہمی کا سلسلہ۔

◆ ملک بھر کی پس ماندہ بستیوں میں بیسیوں فری طبّی سینٹر لگائے گئے۔ ماہر ڈاکٹر حضرات کی تجویز کردہ دوائیں مفت فراہم کی گئیں۔

◆ تقریباً نصف درجن فری آئی کیمپ لگائے گئے (چیک اپ، دوائیں، موتیا آپریشن، چشموں کی فراہمی)

◆ بقر عید پر وقف قربانی کا اہتمام، ملک بھر میں لاکھوں افراد تک گوشت پہنچایا جاتا ہے۔

◆ کووڈ 19 کے لاک ڈاؤن کے دوران 20 لاکھ افراد کی کفالت کی گئی۔

◆ رمضان: لاکھوں افراد کو راشن، گوشت، عید کے تحائف دیے جاتے ہیں۔

◆ بچوں میں نماز باجماعت کا شوق پیدا کرنے کی مہم (انعام میں اسپورٹس سائیکل)

◆ 2022ء کے سیلاب متاثرین، ملک بھر کے ہزاروں متاثر خاندانوں کے لیے مکانات کی فراہمی سمیت راشن، لباس دوائیں کا انتظام کیا گیا۔

◆ ملک بھر میں سینکڑوں مقامات پر صاف اور پینے کے پانی کی فراہمی، کنویں، تالاب، آر او پلانٹ، (سولر سسٹم کے ساتھ)

◆ سستی روٹی: کراچی کی مضافاتی بستیوں میں 5 روپے فی روٹی پروگرام جاری ہے۔

◆ بیت السلام اولمپیاڈ: 2017ء سے ہر سال طلبہ میں یک جہتی اور اتحاد کے لیے اکیڈمک اور اسپورٹس مقابلوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

حبيبي
HABEEBI
Divine Cherry
Pour Femme
HABEEBI
e100ml 3.4FL.OZ
The World of Fragrance
REIMAGINED!
www.habeebi.store

BAITUSSALAM LABORATORY & DIAGNOSTIC CENTRE

BAITUSSALAM

Laboratory

X-Ray

OPD

Dental Care

Eye Care

Ultra Sound & Color doppler

+92 21 35392634 +92 334 2982988 lab@baitussalam.org

J.
FRAGRANCES
Gazi
POUR HOMME
Gazi
J.
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J.Fragrances.Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed

MEN'S
UNSTITCHED FABRIC

SUMMER
COLLECTION

AVAILABLE AT RETAIL STORES & ONLINE

YAMEENFABRICS